اپنے ربّ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

ایمانی تقریریں

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی

اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے

مرتبہ

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

نام کتاب	....	ایمانی تقریریں
مصنف	....	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی صاحب
مصحح	....	حافظ محمد مسعود اشرف قصوری
طابع	....	نذیر محمد
باراول	....	۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء
ناشر	....	خزینہ علم وادب
مطبع	....	رضا پرنٹرز
کمپوزنگ	....	مدینہ کمپوزنگ سینٹر
قیمت	....	60/-

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ اقراء سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

☆ خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

☆ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس پیش کش کو

حضرت والد ماجد جناب حافظ عبد الرحیم صاحب

قبلہ اشرفی علیہ الرحمۃ

کے نام سے معنون کرتا ہوں

جو ۲۰ صفر ۱۳۸۷ھ کو رحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ناظرین کرام!

ایصال ثواب فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا وعظ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

حمد باری تعالیٰ

حمد بے حد مر خدائے پاک را | آں کہ ایماں داد مشت خاک را
ہست سلطانی مسلم مر ورا | نیست کس را زہرہ چون و چرا
از زمین خشک رویاند گیاہ | آسماں را بے ستوں دارد نگاہ
ہیچ کس در ملک او انباز نے | قول اورا لحن نے آواز نے

نعت شریف

جاں فدائے تو یا رسول اللہ | دل گدائے تو یا رسول اللہ
کربیابم بجائے سرمہ کشم | خاک پائے تو یا رسول اللہ
ارحم الراحمیں نہ بخشاید | بے رضائے تو یا رسول اللہ

سر نہادہ است بر درت سعدی
بے نوائے تو یا رسول اللہ
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الحنّان المنّان. والصلوۃ والسلام علی حبیب الرحمٰن. محمد ن المصطفی صاحب القران. واشھد ان لا الہ الا ھو اللّٰہ الملک الدّ یّان. واشھدان سیّدنا و مولانا محمدًا عبدہ' و رسولہ المبعوثُ فی اٰخر الزمان. صلی اللّٰہ تعالی علیہ و علی اٰلہ و صحبہ ما دام النّیران. اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.ؕ

بسْم اللّٰہ الرّحْمٰن الرّحِیْم ہ

قُلْ ھُو اللّٰہُ احدْ. اللّٰہُ الصّمدْ. لمْ یلدْ و لمْ یُولدْ. و لمْ یکُنْ لہٗ کُفُوا احدٌ ہ

حضرات گرامی! سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ آپ تمام صاحبان نہایت جذبہ محبت وجوش عقیدت کے ساتھ اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں بآواز بلند درود و سلام کا ہدیہ پیش کریں: اللّٰھُمّ صلّ علی سیّدِ نا مُحمّد و علی اٰل سیّدنا مُحمّد و بارکْ وسلمْ.

بزرگان محترم و برادران اسلام! میں نے اس وقت خطبے کے بعد سورہ اخلاص کی تلاوت کی ہے اور میں اس وقت توحید باری تعالیٰ کے متعلق آپ بزرگوں اور بھائیوں کے سامنے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حاضرین محترم! ایک سوال اور نہایت ہی اہم سوال ہے کہ

کیا خدا موجود ہے؟

یہ وہ سوال ہے جو ہر دور اور ہر زمانے میں پوچھا گیا اور ہمیشہ طرح طرح سے اس کا جواب بھی دیا گیا۔ لیکن میں آج کی مجلس میں چاہتا ہوں کہ اس کا جواب بجائے انسانوں کے کائنات عالم کی دوسری چیزوں سے حاصل کیا جائے۔ کیونکہ انسان تو کبھی کبھی جھوٹ بھی بول دیتا ہے۔ اس لئے آیئے۔ اس سوال کو ہم زمین و آسمان کی ان چیزوں سے دریافت کریں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ اور کبھی کسی کو فریب نہیں دیتیں۔ آیئے! ہم اس سوال کو ان بے زبان چیزوں سے پوچھیں جو زبان قال سے نہیں۔ بلکہ زبان حال سے اتنا اطمینان بخش جواب دیتی ہیں کہ عقل انسانی حیران اور بڑے بڑے زبان دراز ان بے زبانوں کے جواب سے لاجواب ہو جاتے ہیں۔

اچھا! آیئے چلیے! ہم ہندوستان کی مشہور ندی گنگا سے یہ سوال کریں کہ "اے گنگا! تو بول"

کیا خدا موجود ہے؟۔

گنگاہ کا جواب تو برادران اسلام! گنگا ندی یقیناً یہی جواب دے گی کہ اے انسان! تو کتنا بھولا اور کس قدر نادان ہے مجھے دیکھ! میں اتنی طاقت ور ہوں کہ جوش میں آجاؤں تو میرا سیلاب بڑے بڑے صحراؤں کو غرق کر دے۔ میں غضب ناک ہو جاؤں، تو میری موجوں کے تھپیڑے بڑے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، ہمیشہ سینکڑوں گاؤں، ہزاروں بستیاں، لاکھوں انسان، اور جانور میرے خوفناک سیلاب کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، میری طاقت، میری قوت، دنیا کو مسلم ہے اور تمام انسان میری بے پناہ طاقتوں اور توانائیوں کا لوہا

مانتے ہیں، لیکن اے انسان! میری مجبوری و لاچاری کا یہ عالم ہے کہ میں جب سے پہاڑ کے چشمے سے نکلی ہوں، ہزاروں برس ہو گئے برابر میرا سفر جاری ہے مجھے ایک لمحے کے لئے سکون و قرار نہیں ہے۔ میں برسہابرس سے رواں دواں چلی جارہی ہوں۔ دنیا کا ہر مسافر چلتے چلتے کچھ دیر ٹھہر کر آرام کر لیتا ہے اور اپنی تکان دور کر لیتا ہے مگر میں وہ مسافر ہوں کہ سینکڑوں برس سفر کرنے کے بعد بھی مجھے ایک سیکنڈ ٹھہرنے کی فرصت و مہلت نہیں ہے۔ میں بہت چاہتی ہوں کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤں، آرام کر لوں، کچھ تکان دور کر لوں، مگر میں بالکل مجبور ہوں، لاچار ہوں، بے بس ہوں کہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میرے لئے ٹھہرنا اور آرام کرنا محال ہے۔ اے انسان تو ذرا سوچ تو سہی کہ کوئی زبردست طاقت ہی تو ہے جو مجھ جیسی طاقتور ہستی کو اتنا مجبور اور اس قدر بے بس بنائے ہوئے ہے۔ اے انسان! اے غافل انسان! سن! وہی زبردست و عظیم طاقت، جس کی غالب و قاہر حکومت نے مجھے مجبور و لاچار و محکوم بنا رکھا ہے جو مجھے ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہرنے اور آرام کرنے نہیں دیتی اسی عظیم طاقت و قوت اور اسی قاہر و غالب قدرت والے کا نام خدا ہے اور وہ بے شک موجود ہے۔ یقیناً موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے!

ہمالیہ کا وعظ برادران اسلام! گنگاندی کا جواب تو آپ سن چکے۔ اچھا اب چلئے! دنیا کے سب سے بڑے اور مشہور پہاڑ ہمالیہ سے ملاقات کریں اور اس سے سوال کریں۔

اے ہمالہ اے فصیل کشور ہندوستان   چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں، دیرینہ روزی کا نشاں   تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں

اے ہمالیہ! اے ہندوستان کی عظمت کے نشاں! تو بتا اور یوں!

کیا خدا موجود ہے؟

تو یقین کیجئے کہ ہمالیہ بھی اپنی خاموش مگر فصیح زبان حال سے یہی جواب دے گا کہ اے غافل انسان! تجھے معلوم ہے کہ میں کتنا طاقتور، کتنا بڑا اور کس قدر بلند ہوں؟ میرے دامن میں قسم قسم کے ہزاروں تناور درخت اور طرح طرح کے بے شمار گل بوٹے ہیں۔ سینکڑوں ندیاں میرے چشموں سے جاری ہیں اور لاتعداد عجائب قدرت کے خزانے میری جیبوں میں ہیں میری سر بلندی کو آسمان بھی جھک کر سلام کرتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان دنیا بھر سے ہر سال میرے دیدار اور درشن کے لئے آتے ہیں میری طاقت، میری قوت، میری سر بلندی، میری عظمت کا سکہ تمام عالم کے قلوب پر بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اے انسان! میری مجبوری اور لاچاری کا یہ حال ہے کہ میں ہزاروں برس سے ایک ہی جگہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ سیر و سیاحت کے لئے میرا دل بھی بے چین و بے قرار ہے۔ میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میں بھی چل پھر کر عالم کی سیر کروں، کم سے کم ہندوستان کی جنوبی سرحدوں اور موجیں مارتے ہوئے سمندروں کا نظارہ کروں۔ ہندوستان کے چند بڑے بڑے شہروں کو دیکھ لوں۔ لیکن کسی زبردست طاقت نے مجھ کو اس قدر مجبور و بے بس کر رکھا ہے کہ میں بال برابر بھی اپنی جگہ سے ٹل نہیں سکتا۔ کروٹ نہیں لے سکتا۔ پہلو نہیں بدل سکتا، اے انسان! وہی زبردست اور عظیم طاقت جو گنگا کو ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہرنے نہیں دیتی، وہی!!

محدود بے انتہا قدرت مجھ جیسے طاقتور پہاڑ کو جگہ سے ٹلنے نہیں دیتی۔ اسی لامحدود طاقت اور لازوال قدرت والے کا نام خدا ہے اور وہ یقیناً موجود ہے، بلاشک موجود ہے، بلاشبہ موجود ہے۔

پودوں کی تقریر اسی طرح اگر ہم زمین کی گھاسوں اور پودوں سے پوچھیں کہ اے سخت اور پتھریلی زمینوں پر اگنے والے نرم و نازک پودو! تم بولو اور بتاؤ۔

کیا خدا موجود ہے؟

تو یقیناً گھاس اور پودے یہی جواب دیں گے کہ اے انسان! تو کتنا بیوقوف ہے، ذرا دیکھ تو سہی! ہم اتنے نرم و نازک پودے ہیں کہ تو اگر اپنی چٹکی سے ہمیں مسل دے تو ہم پاش پاش ہو کر فنا ہو جائیں گے لیکن ہم سخت اور پتھریلی زمینوں کو پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں۔ وہ سخت زمین جس کو لوہے کے پھاوڑے بھی بہ مشکل کھود سکتے ہیں ہم اپنے نرم و نازک سروں سے اس زمین کا کلیجا پھاڑ کر باہر نکلتے ہیں اور زمین سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں۔ اے انسان! کیا تو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ ہم جیسے نرم و نازک اور کمزور پودوں کو اتنی طاقت اور توانائی بخشنے والا ضرور کوئی وجود ہے کہ ہم اپنی کمزوری و نزاکت کے باوجود پتھریلی اور سخت زمین کو پھاڑ کر نکل آتے ہیں۔ اے انسان! سن۔ اسی طاقت والے وجود اور اسی قدرت والی ہستی کا نام خدا ہے جو یقیناً موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے! اور یہی وجہ ہے کہ اللہ والے، جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی موجود ہے وہ ہم گھاسوں اور پودوں کو دیکھ کر بہ آواز بلند پکار

اٹھتے ہیں کہ:

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لاشریک لہ گوید

یعنی جو گھاس زمین سے اگتی ہے وہ خدا کی ہستی کا اعلان کرتی ہے اور وحدہ لاشریک لہ کا نعرہ حق بلند کرتی ہے!

درختوں کا نعرہ برادران ملت! اسی طرح اگر ہم لمبے لمبے پھل دار درختوں سے سوال کریں کہ اے درختو! تم اس سوال کا جواب دو! اور بتاؤ! کیا خدا موجود ہے؟

تو تمام درخت اپنی بے زبانی کے باوجود یک زبان ہو کر یہی کہیں گے۔ اے دانا ہو کر نادان بننے والے انسان! تو نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ تو کھٹے، میٹھے پھل والے درختوں کو ایک ہی باغ میں بوتا ہے اور سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کرتا ہے لیکن اس کے باوجود سب درختوں میں طرح طرح سے مختلف شکل و مقدار والے قسم قسم کے مزوں والے پھل لگتے ہیں تو اے انسان! وہی علیم و خبیر ذات جو ایک ہی پانی سے ایک ہی زمین میں ہر درخت کے پھلوں میں کڑوے، کھٹے، میٹھے مختلف مزے پیدا کرتی ہے۔ اسی قدرت والی حکمت والی ذات پاک کا نام خدا ہے جو یقیناً موجود ہے، بلاشبہ موجود ہے۔

برادران اسلام! یہی وہ مضمون ہے جس کو خداوند قدوس نے کتنے موثر اور دل کشا انداز میں بیان فرمایا ہے کہ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! مسلمانو! سنو رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ۔ یعنی ایک ہی زمین کے چند ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ۔ زمین کے ایک ہی ٹکڑے میں انگوروں کے باغ بھی ہیں اور قسم قسم کی کھیتیاں بھی ہیں اور طرح طرح کی کھجوروں کے درخت بھی ہیں۔ کچھ درختوں کی جڑیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ کچھ درختوں کی جڑیں الگ الگ ہیں یُسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ان سب درختوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ لیکن اس کے باوجود کہ یہ سب درخت ایک ہی باغ میں ہیں اور ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں پھر بھی ایک کا مزہ دوسرے سے مختلف ہے۔ پھر ایک ہی مزے والے درختوں کے پھل مزے میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اے انسان! ان درختوں اور ان کے پھلوں کے اس عجیب و غریب نظام قدرت میں عقل رکھنے والی قوموں کے لئے یقیناً بہت بڑی بڑی اور بیشمار نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر انسان خدا کو پہچان سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو! کہ درختوں کی کلیوں، پھولوں، پھلوں بلکہ پتے پتے میں خالق کائنات کے وجود، اس کی ہستی، اس کی قدرت، اس کی حکمت کی لاتعداد نشانیاں موجود ہیں جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر انسان کو ہوشیار و خبردار کر رہی ہیں کہ اے غافل انسان! دیکھ خدا موجود ہے۔ یقیناً موجود ہے۔ بلاشک موجود ہے۔ بلاشبہ موجود ہے۔

کسی عارف باللہ نے اس مضمون کو کتنے حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفترے است از معرفت کردگار

یعنی درختوں کے یہ ہرے ہرے پتے اگر انسان بصیرت کی نگاہوں سے ان پر نظر ڈالے تو یہ پتے نہیں ہیں، بلکہ درحقیقت ہر ہر پتہ خدا کی معرفت اور اس کی حکمت و قدرت کا پتہ بتانے والی ایک کھلی ہوئی کتاب اور مفصل دفتر ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ :

آنکھ والا ترے جلووں کا تماشا دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے "

چاند سورج کا خطبہ برادران اسلام! یہ تو زمین کی چند مخلوقات تھیں۔ جن کا جواب آپ نے سن لیا۔ اچھا! اب آیئے اور عالم بالا کی کائنات مثلاً چاند، سورج اور ستاروں سے ہم یہ سوال کریں کہ اے چاند اور سورج! اور اے آسمان کے ستارو! تم بتاؤ، اور بولو!

کیا خدا موجود ہے؟

تو یقین رکھیے کہ چاند، سورج اور ستارے یہی جواب دیں گے کہ اے انسان! تو روزانہ دیکھتا ہے کہ شہروں میں گاڑیوں اور سواریوں اور ٹریفک کے ایکسیڈنٹ اور ٹکراؤ کو روکنے کے لئے طرح طرح کے سینکڑوں انتظام کئے جاتے ہیں۔ چوراہوں پر پولیس، سگنل، بتی سبھی طرح کا انتظام ہوتا ہے، مگر پھر بھی روزانہ سینکڑوں ایکسیڈنٹ، تصادم اور ٹکراؤ ہوتے رہتے ہیں، مگر چاند، سورج اور ستاروں کی ٹریفک ہزاروں برس سے چل رہی ہے اور لاتعداد ستارے آسمانوں میں چل پھر رہے ہیں مگر کبھی بھی سیاروں کی اس ٹریفک میں کوئی تصادم، ٹکراؤ اور ایکسیڈنٹ نہیں ہوا اور ایک خاص نظام کے ماتحت عالم بالا کا ہر سیارہ اور آسمانوں کا ہر

ستارہ کُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ کے کنٹرول کے مطابق اپنے اپنے آسمانوں میں اور اپنی اپنی خاص لائنوں پر سفر کر رہا ہے اور سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کے ٹائم ٹیبل کے موافق، چاند، سورج اور ستاروں کی ٹریفک ہزاروں برس سے بغیر کسی ایکسیڈنٹ اور ٹکراؤ کے بالکل ٹھیک ٹائم اور وقت پر چل رہی ہے، نہ کبھی اس ٹریفک میں کوئی ٹکراؤ ہوتا ہے۔ نہ یہ کبھی لیٹ ہوتی ہے نہ اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ نہ اس کے نظام میں کوئی خلل پڑتا ہے نہ یہ کبھی اپنے ٹائم سے ایک سیکنڈ آگے بڑھتی ہے، نہ اس کی رفتاروں میں کم زیادہ کا فرق پڑتا ہے۔ تو انسان! تو خود سوچ! اور فیصلہ کر کہ کوئی بڑی قاہر و غالب طاقت ہی تو ہے جو آسمانوں کی اس ٹریفک کو ایک اعلیٰ نظام کے ساتھ کنٹرول کر رہی ہے اور بغیر کسی ایکسیڈنٹ اور بلا ٹائم کی خلاف ورزی کے ایک خاص نہج پر چل رہی ہے! تو اے انسان! وہی قاہر و غالب طاقت والا اور وہی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ذات اور وہی علیم و خبیر ہستی، خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے اور وہ یقیناً موجود ہے۔ بے شک موجود ہے، بلا شبہ موجود ہے۔

پڑھئے درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

مخلوق دلیل خالق برادرانِ اسلام! الغرض زمین و آسمان کی جن جن چیزوں سے بھی آپ یہ سوال کریں گے کہ

کیا خدا موجود ہے؟

تو یقیناً ہر چیز اپنی زبان حال سے یہی اعلان کرے گی کہ بے شک خدا موجود ہے کیونکہ مخلوق کا وجود ہی خالق کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس

لئے انسان کائنات عالم کے ذرّے ذرّے کو دیکھ کر خلاّق عالم کو پہچان سکتا ہے کیونکہ ہر چیز میں اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کی حکمت کی بے شمار دلیلیں اور لاتعداد نشانیاں موجود ہیں، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ۔

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے — اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

یہی وجہ ہے کہ جن خوش نصیب انسانوں نے زمین وآسمان کی مخلوقات کو بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا تو روز روشن کی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس حقیقت کی تجلی ہو گئی کہ یقیناً صانع عالم وخالق کائنات موجود ہے اور وہ بے اختیار پکار اٹھے کہ

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ.

یعنی یقیناً ان تمام مخلوقات کا ایک خالق ہے جس کا نام اللہ ہے جو واحد حقیقی اور بے پناہ قدرت و غلبہ والا ہے۔ حضرت مولانا آسی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یعنی خداوند قدوس کی ذات اس قدر بے پردہ و بے نقاب ہے کہ اس کو جاننے اور پہچاننے کے لئے ہر ذرے میں اس کے جلووں کی تجلیاں چمک رہی ہیں کہ تم جس ذرے میں چاہو، اس کے وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہو لیکن اس بے حجابی کے باوجود اس کمال ظہور پر کمال بطون کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ عام انسانوں کے لئے اس کا دیدار و نظارہ غیب بلکہ غیب الغیب بنا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ عوام تو عوام، بڑے بڑے خواص اور بحر معرفت کے غواص بھی پکار اٹھے کہ ۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

یعنی معرفت الٰہی کے سمندر میں ہزاروں کشتیاں اس طرح غرق ہو گئیں کہ ان کا ایک تختہ بھی ساحل مراد پر نہ پہنچ سکا۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کو بھی باوجودیکہ ان کی عمریں فنا ہو گئیں اور وہ بحر معرفت میں غرق ہو گئے مگر معرفت الٰہی کا گوہر مراد حاصل نہ ہو سکا۔ اسی مضمون کو کسی دوسرے صاحب ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

آنکھ کا دیکھا ہے جلوہ، اس میں گویائی نہیں
اور زبان گویا ہے لیکن اس میں بینائی نہیں

ایسی حالت میں بھلا ہو کس طرح تیری ثناء
اس میں گویائی نہیں ہے، اس میں بینائی نہیں

دانشمند اعرابی

بزرگو اور بھائیو! عرب کے ایک دانشمند اعرابی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحرائے عرب میں سینکڑوں میل دور چلا گیا ایک جگہ اونٹ سے اتر کر وہ اپنے دل ہی دل میں فخر کرنے لگا کہ میں صحرائے عرب میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ آج تک دنیا کا کوئی انسان اس لق ودق سنسان بیابان میں نہیں پہنچا ہو گا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے کو سوچ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ریت پر اونٹ کی چند مینگنیاں ہیں اور کسی انسان کے قدموں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ وہ فوراً چونکا اور بول اٹھا کہ افسوس میرا خیال غلط تھا۔ اس مقام پر تو مجھ سے پہلے

بھی کوئی شتر سوار آچکا ہے، وہ زور زور سے کہنے لگا کہ گو میں نے یہاں آنے والے اونٹ اور انسان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اونٹ کی یہ مینگنیاں پتہ دے رہی ہیں اور پیروں کے یہ نشان اعلان کر رہے ہیں کہ اس مقام پر مجھ سے پہلے کوئی اونٹ اور کوئی انسان ضرور آچکا ہے پھر اس اعرابی کے قلب میں اچانک خدا کی معرفت کا نور چمک اٹھا اور وہ چلا چلا کر زور زور سے یہ اعلان کرنے لگا کہ اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ. وَ اَثَرُ الْقَدَمِ عَلَی الْمَسِیْرِ. فَالسَّمَاءُ ذَاتُ اَبْرَاجٍ. وَالْاَرْضُ ذَاتُ فِجَاجٍ. وَالْبِحَارُ ذَاتُ اَمْوَاجٍ. کَیْفَ لَا تَدُلُّ عَلَی الْعَلِیْمِ الْخَبِیْرِ۔ یعنی جب اونٹ کی مینگنیاں اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس راستے سے اونٹ گیا ہے اور قدم کا نشان دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان یہاں سے گذرا ہے تو پھر یہ برجوں والا آسمان اور یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے سمندر کیونکر ایک علیم و خبیر ذات کے موجود ہونے پر دلالت نہ کریں گے۔ جب ہم نے مینگنی کو دیکھ کر اونٹ کو جان لیا۔ نشان قدم دیکھ کر انسان کو جان لیا۔ تو ہم آسمانوں اور زمینوں اور سمندروں کو دیکھ کر یقیناً پہچان سکتے ہیں کہ ضرور ان مخلوقات کا کوئی خالق ہے۔ یقیناً ان مصنوعات کا کوئی صانع ہے جو طاقت و قدرت والا، علم و حکمت والا، سبوح و قدوس اور حی و قیوم ہے اور اسی کا نام ''اللہ'' ہے۔

برادران اسلام! اسی مضمون کو قرآن مجید نے بار بار اپنے حکیمانہ انداز میں ارشاد فرمایا کہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (ال عمران) یعنی زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں اور دن رات کے ادل بدل ہونے میں عقل والوں اور نگاہ بصیرت رکھنے والوں کے

لئے معرفت الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں اور عظیم الشان دلائل موجود ہیں۔

عزیزان ملت! کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ سمندر میں اگر ایک نیا پیسہ ڈال دیا جائے تو وہ فوراً غرق ہو جاتا ہے، مگر لاکھوں ٹن کے لوہے اور تانبے کا بنا ہوا جہاز، جس پر ہزاروں لاکھوں ٹن کا بوجھ لدا ہوا ہے وہ سمندر کی سطح پر ایک ہلکے پھلکے تنکے کی طرح تیرتا ہوا چلا جاتا ہے اور اتنا وزنی ہونے کے باوجود غرق نہیں ہوتا۔ کیا یہ خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کا بے مثال نمونہ اور روشن جلوہ نہیں ہے۔

یہی وہ منظر ہے جس کی تصویر کشی قرآن مجید نے ان پرکشش جملوں میں فرمائی کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (لقمان) یعنی اے آنکھ والے! کیا تو نہیں دیکھتا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے چل رہی ہیں تاکہ اللہ تم لوگوں کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائے۔ یقیناً ان کشتیوں میں صبر و شکر ادا کرنے والے بندوں کے لئے بہت زیادہ اور بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر وہ خدا کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک عربی شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے ؎

سَمَاءٌ وَّ اَرْضٌ وَّ شَمُّ الْجِبَالِ   كَذٰلِكَ الْبِحَارُ لَهٗ شَاهِدٌ

وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰيَةٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

یعنی یہ آسمان، یہ زمین، یہ اونچے اور نیچے پہاڑ، یہ سمندر، غرض تمام چیزیں خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں اور کائنات عالم کی ہر ہر چیز میں خدا کے وجود ہستی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور اہل زبان و بے زبان سب یک زبان

ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ خلاق عالم، صانع خلائق، جو واحد حقیقی و معبود تحقیقی ہے۔ یقیناً موجود ہے اور اس کا نام "اللہ" ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک مناظرہ

برادران اسلام! منقول ہے کہ ایک مرتبہ خدا کے منکروں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا کے وجود کو ثابت کیجئے۔ ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھا! پہلے تم لوگ میری ایک بات سنو! پھر جو تمہارا جی چاہے کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج دریا میں ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو مال و سامان سے لدی ہوئی تھی اور طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی، اس پر کوئی ملاح نہیں تھا۔ وہ کشتی خود بخود ہر گھاٹ پر ٹھہرتی تھی اور مالکوں کا سامان اتار دیتی تھی اور پھر طوفان کی موجوں سے بچتی ہوئی آگے چلی جاتی تھی۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اتنا ہی کہنا پائے تھے کہ منکرین خدا کی جماعت شور مچانے لگی کہ غلط، غلط! بالکل غلط! یہ سراسر جھوٹ ہے اور بالکل عقل کے خلاف ہے۔ امام نے فرمایا کیوں، کیوں؟ کیا غلط بات ہے؟ میری بات کیوں عقل کے خلاف ہے؟ تو منکرین کہنے لگے کہ اے امام! ہماری عقل کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی کشتی بغیر ملاح کے اس طرح طوفانوں کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جائے۔ امام نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ! جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی تو یہ زمین و آسمان کا سارا نظام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ کیا یہ بات تمہاری عقل میں نہیں

آسکتی ؟ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام کی اس نورانی تقریر سے منکرین کے دلوں میں معرفت الٰہی کا ایسا نور چمک اٹھا کہ ان کے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں توحید الٰہی کا آفتاب و ماہتاب طلوع ہو گیا۔ سب کے سب رو پڑے اور بولے کہ اے امام! افسوس ہم آج تک غافل و جاہل رہے۔ آپ کی ملاقات ہمارے لئے خضر راہ بن گئی اور آپ کے یہ چند کلمات طیبات ہمارے لئے معرفت الٰہی کا دفتر بن گئے سب کے سب بے اختیار پکار اٹھے کہ اَللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے کلمہ حق سے فضائے آسمانی گونجنے لگی اور تمام منکرین مشرف بہ اسلام ہو کر نعمت کونین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالا مال ہو گئے۔

لطیفہ

حضرات مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک خدا کے منکر مغرور و متکبر نے کسی اللہ والے فقیر سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم تو اس وقت تک خدا کو موجود نہیں مانیں گے جب تک ہم خدا کو آنکھ سے نہ دیکھ لیں۔ مست مولیٰ فقیر نے ایک پتھر اٹھا کر اس مغرور کے سر پر دے مارا۔ خدا کا منکر پتھر کھا کر درد سے چیخ پڑا اور فقیر کو گھسیٹ کر قاضی کی کچہری میں لے گیا۔ قاضی نے پوچھا کیوں میاں صاحب! تم نے اس کو پتھر کیوں مارا؟ فقیر بولا۔ حضور! میرے پتھر مارنے سے انہیں کیا ہو گیا؟ منکر خدا چلا کر بولا۔ ارے میں درد سے بے چین ہو گیا اور کیا ہوا؟ فقیر نے جواب دیا۔ میں تو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ تمہارے سر میں درد ہے۔ اگر واقعی درد موجود ہے تو مجھے دکھاؤ۔ میں جب

تک آنکھ سے درد کو نہ دیکھ لوں گا ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ درد موجود ہے۔ پھر فقیر قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ عزت مآب! واقعہ یہ ہے کہ اس مغرور نے مجھ سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لوں کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا موجود ہے۔ اسی مسئلے کو سمجھانے کے لئے میں نے اس کے سر پر پتھر مارا۔ اگر اس کے سر میں درد موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو جب تک درد کو آنکھ سے نہ دیکھ لوں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کے سر میں درد ہے۔ یہ مجھے اپنا درد دکھا دے تو میں بھی اس کو اپنے خدا کا دیدار کرا دوں گا۔ فقیر کا جواب سن کر منکر خدا حیران رہ گیا۔ قاضی صاحب بھی ہنس کر کہنے لگے کہ واقعی ایسے سر پھروں کا علاج پتھر ہی ہے۔

حضرت امام مالک کا استدلال

حاضرین محترم! اسی طرح حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ خلیفہ بغداد ہارون رشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کوئی مختصر اور سیدھی سادی دلیل بیان کیجئے جس سے آسانی کے ساتھ ہر شخص کی سمجھ میں آ جائے کہ خدا موجود ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بادشاہ! ہر انسان کی پیدائش نطفے سے ہوئی۔ ہر انسان کے چہرے میں آنکھ، ناک، کان، پیشانی، رخسار اور ٹھوڑی ہے اور یہی سب سامان ہر انسان کے چہرے میں ہیں اور ہر انسان کا چہرہ بھی ایک ہی طرح کا ہے لیکن اس کے باوجود مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ ناچیز نطفے سے پیکر جمیل انسان کا پیدا ہونا پھر سب کے چہروں کی بناوٹ

یکساں اور سب کے چہروں میں ایک ہی سامان ہونے کے باوجود ہر انسان کا چہرہ ایک دوسرے سے ممتاز و مختلف ہے۔ تو کیا یہ کسی علم و حکمت والے صانع و خالق کی صنعت کے بغیر ہو سکتا ہے؟ کیا بھلا یہ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ بلا کسی بنانے والے کے خود بخود بن جائے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ تو بس سمجھ لو وہی حکمت والا اور وہی طاقت و قدرت والا خالق و صانع خدا ہے اور اسی کا نام "اللہ" ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بوستاں میں حمد الٰہی کا ترانہ گاتے ہوئے اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ؎

دہد نطفہ را صورتے چوں پری — کہ کرد است برآب صورت گری

یعنی خدا وہ صانع مطلق ہے کہ نطفے کو پری جیسی حسین و جمیل صورت عطا فرماتا ہے خدا کے سوا کون ہے جو پانی پر صورت بنا دے۔

برادران اسلام! یہی وہ مضمون ہے جس کو رب العالمین جل جلالہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرما کر بندوں کو اپنی معرفت کی دعوت دی کہ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَاءُ یعنی اے بندو! تم یوں پہچانو! کہ اللہ وہی ہے جو ماؤں کی بچہ دانیوں میں جیسا چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا دیتا ہے۔ پڑھیے درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حضرت امام شافعی کی دلیل

اچھا! اب حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ سن لیجئے۔ آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ ستر منکرین نے آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ خدا موجود ہے آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ نے ایک شہتوت کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! یہی شہتوت کا پتہ اگر تاتار کا ہرن کھالے تو یہ مشک بن جاتا ہے اور اگر بکری اس پتے کو کھالے تو یہ پتہ مینگنی بن جائے گا اور اگر ریشم کا کیڑا اس پتے کو کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے اور اگر شہد کی مکھی اس کا رس چوس لے تو وہ شہد اگلتی ہے۔ فمنْ ذَاالَّذِیْ جعَلَ هٰذِهِ الْاَشْیَاءَ مَعَ اَنَّ الطَّبعَ واحِد" یعنی تم بتاؤ! کہ وہ کون ہے؟ جو ان تمام چیزوں کو بناتا ہے باوجودیکہ شہتوت کے پتے کی طبیعت ایک ہی ہے۔ پھر بھی اسی ایک پتے سے اتنی مختلف الطبائع چیزیں بنا دینے والا کون ہے؟ بس سمجھ لو! کہ وہی قدرت و حکمت والا جس نے ایک ہی پتے کو کہیں مشک بنا دیا۔ کہیں مینگنی بنا دیا کہیں اس کو ریشم کا روپ بخشا۔ کہیں اس کو شہد کی صورت عطا فرمادی۔ پھر مشک و شہد کی بھی مختلف قسمیں بنا دیں۔ وہی علیم و قدیر ذات خدا ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔ حضرت امام شافعی کی یہ نورانی تقریر سن کر منکرین کے سینوں میں پتھر سے زیادہ سخت دل ایک دم موم سے زیادہ نرم ہو گئے اور سب نے کے سب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آسمان و زمین کی تمام کائنات، نباتات و

جمادات و حیوانات، غرض ہر ہر چیز خداوند قدوس کے وجود و ہستی کی کھلی ہوئی نشانی اور روشن دلیل ہے ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ انسان عقل کی روشنی میں فہم و تدبر کے ساتھ کائنات عالم پر نظر ڈالے یہی وجہ ہے کہ رب العالمین نے کہیں لِقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ فرمایا اور کہیں لِاُولِی الْاَلْبَابِ فرمایا! یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی نشانیوں کو دیکھ لینا، یہ صرف عقل سمجھ والوں ہی کا حصہ ہے اور اس دولت لازوال سے صرف وہی لوگ مالا مال ہو سکتے ہیں جو اپنی عقلوں کو غور و فکر اور فہم و تدبر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پروردگار عالم جل جلالہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ وَکَمْ مِنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۔ یعنی زمین و آسمان میں خدا کے وجود کی بے شمار ایسی نشانیاں ہیں کہ لوگ ان نشانیوں کے پاس سے گزرتے ہیں لیکن ان نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے چلے جاتے ہیں اور عقل کی روشنی میں نور بصیرت سے ان آیات بینات کو نہیں دیکھتے۔

بزرگان ملت! خداوند عالم نے ایک دوسری آیت میں کتنے کریمانہ انداز تخاطب کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ یعنی آسمان و زمین کے کناروں میں اور خود ان کی ذاتوں میں ہم اپنی نشانیاں لوگوں کو دکھائیں گے، یہاں تک کہ حق ظاہر ہو جائے۔

اللہ اکبر! سچ فرمایا معبود حقیقی نے کہ خود ہر انسان کی ذات میں خدا کے وجود اور اس کے عجائبات قدرت کی ان گنت نشانیاں موجود ہیں مگر افسوس! کہ انسان اس قدر غافل اور اپنی نفسانی خواہشات میں اتنا منہمک ہے کہ خداوند قدوس کی ان آیات بینات اور روشن دلیلوں سے منہ موڑے ہوئے ہے اور آفتاب و

ماہتاب سے زیادہ تابناک دلائل توحید سے آنکھ میچے ہوئے ہے۔

حضرات! انسان کیا ہے؟ کبھی آپ نے اس پر غور کیا؟ حضرت مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شعر یاد آگیا اسد اللہ الغالب نے حقیقت انسانی کی نقاب کشائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اَتَحْسَبُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيْرٌ

وَفِيْكَ انْطَوٰى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ

یعنی اے انسان! کیا تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے؟ نہیں، نہیں! اے غافل و نادان انسان! ارے تیرے اندر تو ایک بہت بڑا عالم سمٹا ہوا ہے۔

عالم اکبر، عالم اصغر

برادران اسلام! شیر خدا کا ارشاد ہے کہ یہ آسمان و زمین کا عالم، یہ نباتات و جمادات و حیوانات کی دنیا یہ تو عالم اکبر یعنی ایک بڑی دنیا ہے اور انسان عالم اصغر یعنی چھوٹی دنیا ہے، اس لئے خالق کائنات کا فرمان ہے کہ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ۔ یعنی وجود باری تعالیٰ کی نشانیاں عالم اکبر میں بھی ہیں جو زمین و آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک بکھری اور پھیلی ہوئی ہیں اور خداوند قدوس کے شواہد قدرت و دلائل وجود عالم اصغر میں بھی ہیں۔ یعنی انسان کے جسم میں سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ایک ایک بوٹی، ایک ایک ذرے ایک ایک رونگٹے اور بال بال خداوند لم یزل ولایزال کے بے مثل و بے مثال شواہد و دلائل موجود ہیں۔ پھر اے انسانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ نہ تم عالم اکبر کی نشانیوں کو دیکھتے ہو، نہ عالم اصغر کی روشن دلیلوں پر نظر ڈالتے ہو

اگر تم آسمان و زمین کی نشانیوں کو نہیں دیکھتے تو کم از کم اپنے وجود و ہستی، اپنے جسم و جان ہی کی نشانیوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر ڈالو اور خدا کے وجود و توحید اور اس کی قدرت و حکمت پر ایمان لاؤ۔ قرآن مجید کی مقدس آیتوں نے بار بار عقل انسانی کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کیا۔ اور بتایا کہ اے نادان انسان کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ یعنی اے انسانو! بھلا کس طرح تم اللہ کا انکار کر سکتے ہو؟ حالانکہ اس نے تم کو ایک بے جان نطفے سے جان دار انسان بنایا پھر وہ تمہیں موت دے گا۔ پھر موت کے بعد دوبارہ تمہیں زندگی بخشے گا۔ پھر تم اس کے دربار میں دوبارہ حاضر کئے جاؤ گے۔

برادران اسلام! درحقیقت انسان کی ذات ایک عالم اصغر ہے اور انسان اگر اپنے وجود ہستی کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ لے تو اس کو اپنی ذات میں اس قدر عجائبات قدرت و شواہد وحدانیت نظر آئیں گے کہ یقیناً اس پر معرفت الٰہی کا دروازہ کھل جائے گا۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا۔ درحقیقت اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ کیونکہ انسان کی ذات میں خداوند قدوس کی معرفت کی ایسی ایسی نشانیاں اور روشن دلیلیں ہیں کہ جس طرح انسان چمکتی ہوئی تیز دھوپ کو دیکھ کر سورج کے وجود کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان اپنی ذات میں لاتعداد آیات بینات اور بے شمار شواہد قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد خالق کائنات کے وجود کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے، خلاصہ یہ کہ انسان اگر آفاقی آیات، یعنی زمین و آسمان کی نشانیوں میں نظر کرے تو اس کو یہی اعتراف کرنا پڑے گا کہ

ردائے لالہ و گل پردۂ مہ و انجم ۔۔۔ جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

اور اگر انسان انفسی آیات، یعنی اپنی ذات میں پائی جانے والی نشانیوں میں غور و فکر کرے گا تو بھی اسے یہی کہنا پڑے گا کہ

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو ۔۔۔ آنکھیں جسے ڈھونڈھتی ہیں وہ نور ہے تو

نزدیک رگ جاں سے اس پر یہ بُعد ۔۔۔ اللہ اللہ! کس قدر دور ہے تو

پڑھئے درود شریف۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرات! آپ نے کبھی غور کیا؟ کہ آپ کے جسم میں زمین و آسمان کی تمام کائنات کے نمونے موجود ہیں۔ مثلاً انسان کے بال عالم نباتات یعنی درختوں اور گھاسوں کا نمونہ ہیں اور انسان کے سر کی بناوٹ پہاڑوں اور آسمانوں کی بناوٹ کا نقشہ ہے۔ اسی طرح انسان کے جسم کے سوراخ، زمین کے غاروں اور پہاڑوں کی کھائیوں کا منظر ہیں۔ آنکھیں چشموں کی روانی اور آنکھوں کی چمک میں ستاروں کی جگمگاہٹ کی عکاسی ہے۔ یوں ہی انسان کا چکنا بدن زمین کے ہموار صحراؤں اور ریگستانوں کا خاکہ پیش کر رہا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ انسان کے جسم کی بناوٹ میں عالم اکبر یعنی زمین و آسمان کی مخلوقات کے تمام نمونے موجود ہیں۔ لہٰذا اگر انسان اپنے انہیں اعضاء، اپنی کھال، رگوں، پٹھوں اور گوشت، ہڈیوں کی ساخت اور ہر عضو میں چھپی ہوئی طاقتوں اور قوتوں اور ان کے عجیب و غریب نظام عمل ان کے اعتدال، ان کی یکسانی ان کے کمال، ان کے حسن و جمال پر ایک لمحہ کے لئے بھی عبرت کی نگاہ ڈالے اور فہم و تدبر سے کام لے تو نہ صرف انسان کی زبان بلکہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال پکار اٹھے گا کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ

الْخَالِقِیْنَ. یعنی بہت ہی برکت والا ہے تمام مخلوقات کا بہترین خالق جس کا نام "اللہ" ہے۔

نماز افضل العبادات کیوں ہے؟

حضرات! میں نے عرض کیا کہ انسان عالم اصغر ہے یعنی زمین و آسمان کی تمام کائنات کا نمونہ انسان ہے اور کائنات زمین و آسمان کے تمام عجائب قدرت انسان کی ذات میں پنہاں ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام عبادتوں میں افضل عبادت نماز ہے کیوں؟ اس لئے کہ دوسری عبادتوں میں پورا جسم انسان کام نہیں کرتا۔ دیکھئے! روزہ بھی عبادت ہے مگر روزہ کیا ہے؟ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے نیت کے ساتھ رک جانا یہی روزہ ہے۔ آپ نے غور کیا؟ روزہ رکھنے میں صرف منہ اور شرمگاہ عبادت کرتے ہیں۔ باقی اعضاء کو روزہ رکھنے میں کچھ بھی عمل کرنا نہیں پڑتا۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید صرف منہ سے ہوتی ہے۔ ہاتھ پیر وغیرہ اعضاء جسمانی کچھ نہیں کرتے۔ زکوۃ صرف مالی عبادت ہے۔ اس میں جسم کا کوئی عمل ہی نہیں۔ حج میں بھی رکن صرف دو ہی ہیں۔ ایک میدان عرفات میں ٹھہرنا، دوسرے طواف کعبہ، اس میں بھی تمام اعضائے انسانی کا مصروف عمل ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر نماز وہ عبادت ہے کہ اس کو ادا کرنے میں پورا بدن بلکہ جسم کا جوڑ جوڑ عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ قرآن، تسبیح اور دعائیں پڑھنے میں منہ، زبان، ہونٹ مشغول ہوتے ہیں، قیام، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ، قعود وغیرہ میں سارا جسم بدن کی بوٹی بوٹی، رگ، پٹھا، جوڑ جوڑ مصروف عبادت ہو جاتا ہے، گویا ایک نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو کائنات

عالم کی ہر چیز عبادت میں مشغول ہو جاتی ہے اور عالم اصغر و عالم اکبر دونوں ایک ساتھ عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس لئے نماز تمام عبادتوں میں افضل و اعلیٰ ہے۔

بہر کیف یہ توضمناً ایک بات نماز کے بارے میں بھی آپ نے سن لی۔ میں شروع سے یہ عرض کر رہا تھا کہ کائنات عالم کا ذرہ ذرہ خدا کے وجود کی دلیل ہے اور بلاشبہ عالم کا بنانے والا موجود ہے اور وہی "اللہ" ہے۔

برادران اسلام! خدا کا وجود ایک ایسی کھلی ہوئی روشن حقیقت ہے کہ ہر عقل والا جس طرح یہ یقین رکھتا ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ سورج چمکدار ہے۔ آگ گرم ہے۔ اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ایک عاقل کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہے کہ خلاق عالم یعنی اللہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے ان چند دہریوں کے جو علم کا نام لے کر جہالت کے گھوڑے پر سوار ہیں بلکہ خود جہالت و گمراہی کی سواری بنے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی ذی عقل خدا کے وجود کا منکر نہیں ہے مگر یاد رکھئے کہ یہ دہریے اور منکرین خدا بھی جب انہیں قدرت کی قہاری کا تھپیڑ لگ جاتا ہے تو پھر یہ بے چارے بھی "اللہ اللہ" پکارنے لگتے ہیں۔

ایک منکرِ خدا کا انجام

چنانچہ مولانائے روم علیہ الرحمہ نے ایک مغرور منکر خدا کا واقعہ مثنوی شریف میں تحریر کیا ہے کہ وہ متکبر کہیں سے گزر رہا تھا کہ ناگہاں ایک قاری نے سورہ ملک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآءُ کُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ۔ (ملک) یعنی اگر تمہارا پانی زمین میں دھنس کر

خشک ہو جائے تو خدا کے سوا اور کون ہے ﷺ جو پھر تمہارے سامنے بہتا ہوا پانی لا سکتا ہے۔ آیت سن کر یہ مغرور گھمنڈ سے بولا کہ ؎

ما بزخم بیل و تیزئ تبرْ آب را آریم از پستی زبر

یعنی اس پانی کو ہم اپنے تیز اور دھار دار آلات کے ذریعے اوپر لائیں گے۔ یہ کونسی مشکل بات ہے؟ مگر انجام کیا ہوا؟ مولانا فرماتے ہیں ؎

شب بخفت و دید آن یک شیر مرد زد طمانچہ ہر دو چشمش کور کرد

فلسفی صاحب اپنے غرور میں فلسفہ بگھار کر جو رات میں سوئے تو کیا دیکھا کہ خواب میں ایک نہایت ہی طاقت ور شخص آیا اور اس مغرور کے گال پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ گال ٹماٹر کی طرح لال ہو گیا اور دونوں آنکھیں پھوٹ کر بہہ گئیں اور آنکھوں میں جو نور کا ایک ایک قطرہ پانی تھا وہ زمین پر گر کر خشک ہو گیا۔

گفت ایں دو چشمۂ چشم شقی باتبر نورے بیار ار صادقی

طمانچہ مار کر خواب ہی میں یہ شخص کہنے لگا کہ اے بد نصیب! اگر واقعی تو سچا ہے اپنے کدال، پھاوڑے سے زمین میں جذب ہو جانے والے پانی کو بغیر خدا کی مدد کے باہر نکال سکتا ہے تو پہلے اپنی آنکھوں کے دو قطرے پانی کو واپس لا کر دکھا؟

مغرور منکر خدا جس کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھا کرتی تھی، جب صبح کو اٹھا تو ایک دم بالکل اندھا تھا۔ چاروں طرف ٹٹولنے لگا۔ سائنس کا گھمنڈ خاک میں مل گیا اور اللہ اللہ کرنے لگا۔

لطیفہ

اسی طرح ایک لطیفہ یاد آگیا جو سننے کے قابل ہے۔ ایک سیٹھ صاحب بہت ہی مغرور تھے۔ پھر کریلا اور نیم چڑھا۔ لندن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر آئے۔ بس پوچھئے مت۔ ہر وقت ڈارون کی تھیوری بنے پھرتے تھے اور دن رات سائنس اور فلسفہ بگھارا کرتے تھے۔ ایک دن پچیس ہزار روپیہ پتلون کی جیب میں رکھ کر موٹر خریدنے کے لئے بمبئی چلے۔ گھر سے نکلتے ہی ایک مولانا صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہئے سیٹھ صاحب! کہاں چلے؟" سیٹھ صاحب اکڑ کر بولے۔ ہم بمبئی جاتا ہے۔ موٹر خرید کر لائے گا۔ مولانا صاحب نے کہا کہ بھائی اس طرح کہو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں موٹر خریدوں گا۔ ایک دم سیٹھ جی کی رگ غرور پھڑک اٹھی اور سائنس کا بخار آگیا۔ تیوری چڑھا کر، منہ بگاڑ کر بولے کہ میں تم مولویوں کی ان شاء اللہ کو نہیں مانتا۔ اجی اس میں ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے؟ روپیہ جیب میں ہے موٹر کمپنی میں ہے۔ خدا چاہے یا نہ چاہے میں تو موٹر خرید ہی لوں گا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ سیٹھ جی توبہ کرو اور ایمان رکھو کہ بغیر خدا کی مرضی کے کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کسی کام کا بھی ارادہ کرو تو پہلے ان شاء اللہ کہہ لیا کرو۔ اس برکت سے خداوند کریم تمہارا ہر کام پورا کر دے گا مگر گھمنڈ کا پتلا سیٹھ، ناک پھلا کر چل دیا اور ایک مرتبہ بھی ان شاء اللہ نہیں کہا۔ مگر خدا کی شان جیسے ہی سیٹھ جی بمبئی کے اسٹیشن پر اترے کسی گرہ کٹ نے سیٹھ جی کی جیب کا صفایا کر دیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ موٹر کی کمپنی میں پہنچے اور جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب کٹی ہوئی اور نوٹ غائب تھے۔ ہاتھ پاؤں پھول

گئے۔ دل دھڑکنے لگا اور لمبا لمبا سانس لینے لگے۔ پسینہ پوچھتے ہوئے موٹر کمپنی سے باہر نکلے۔ اب خیال آیا کہ واقعی مولانا صاحب نے سچ فرمایا تھا کہ بغیر خدا کی مرضی کے ذرہ نہیں ہل سکتا اور ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہہ لینے سے کام بخیر و خوبی ہو جاتا ہے۔ سیٹھ جی پچھتانے لگے اور دل ہی دل میں توبہ کرنے لگے اور دل میں ٹھان لیا کہ اب بغیر ان شاء اللہ کہے ہوئے کوئی بات زبان سے نہیں نکالوں گا۔ غمگین منہ لٹکائے گھر پہنچے تو سیدھے مولانا صاحب کے پاس گئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا، کیوں سیٹھ جی! موٹر لے کر آگئے؟ سیٹھ جی ہکلاتے ہوئے بولے کہ نہیں حضور۔ مولانا نے فرمایا کیوں؟ سیٹھ جی کہنے لگے کہ حضرت کیا بتاؤں؟ عجیب معاملہ ہوا کہ ان شاء اللہ میں موٹر کمپنی میں گیا۔ میں ان شاء اللہ بمبئی پہنچا تو ان شاء اللہ ایک گرہ کٹ نے میری جیب کاٹ لی۔ پھر ان شاء اللہ بڑا صدمہ ہوا۔ پھر ان شاء اللہ میں گھر چلا آیا۔ حضرت مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ ان شاء اللہ! میرے حق میں دعا کیجئے ان شاء اللہ! دیکھا آپ نے غریب مولانا نے کہا کہ ان شاء اللہ کہو تو سیٹھ جی ارو کے آٹے کی طرح اکڑ گئے مگر جب قہر الٰہی کا تھپڑ منہ پر پڑا تو ہر سانس میں ان شاء اللہ کہنے لگے۔

بزرگو اور بھائیو! بس یہی حال منکرین خدا کا ہے کہ مصیبت پڑنے پر ان کو بھی خدا یاد آجاتا ہے۔ روسی کمیونسٹ ہر سال خدا کا جنازہ نکالتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا اور مذہب دونوں کو مٹادو! کیوں کہ یہی دونوں چیزیں ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔ مگر جب 1940ء میں ہٹلر کے بم قہر خداوندی بن کر ماسکو اور لینن گراڈ کی کھوپڑی پر دمادم پڑنے لگے تو اسٹالین جی نے اپنی مونچھوں کے ساتھ خدا کو یاد کیا اور گرجا گھروں میں عیسائیوں سے اور

مسجدوں میں مسلمانوں سے دعائیں کروانے لگے۔ سچ ہے! ؎

پڑا چندیا پہ جب جوتا تو قول حافظ کا یاد آیا
کہ عشق آسان نمود اول مگر افتادہ مشکلہا

بہر حال برادران ملت! ہر صاحب عقل خدا کے وجود کا قائل ہے۔ یہاں تک کہ کفار مکہ بھی اللہ کے وجود پر ایمان لاتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ یعنی اے پیغمبر! اگر آپ ان کافروں سے سوال کریں گے کہ بتاؤ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو کافر بھی یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے! مگر ہاں! فرق یہ ہے کہ خدا کا وجود ماننے والوں میں سے کچھ نادانوں نے یہ ظلم کیا کہ وہ دو دو تین تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض مشرکین نے تو چھتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدا مان کر پوجنا شروع کر دیا۔ عرب کے مشرکین کا یہ حال تھا کہ ؎

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا کسی کا ہبل تھا، کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چھوٹیوں پر

اسی پر بس نہیں! بلکہ ان ظالموں نے تو یہاں تک ظلم کیا کہ سفر میں ستو اور مٹھائیوں کے بت بنا کر ساتھ لے جاتے تھے۔ جب پوجا کا وقت ہوتا تو ان بتوں کے سامنے خوب بھجن گا گا کر ان کی عبادت کرتے اور بھجن سے فارغ ہو کر جب بھوک لگتی تو انہیں دیوتاؤں کا بھوجن کر لیتے تھے۔

مگر اسلام نے ایسی خدا پرستی کو شرک ٹھہرا کر باطل قرار دیا اور اعلان کر

دیا کہ قل ھو اللہ احد۔ یعنی اللہ موجود ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے۔ یاد رکھیے! اسلام کے نزدیک توحید کے بغیر خدا کا وجود مان لینا یہ گمراہی میں خدا کو نہ ماننے ہی کے برابر ہے۔ خدا کے وجود کو سچا ماننے والا وہی ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کے وجود کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور تمام معبودان باطل کی نفی کر کے شرک سے اظہار بیزاری کرے یہی وہ برحق خدا پرستی ہے جس کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرات! خوب سمجھ لیجئے کہ جس طرح عجائبات قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے سے ایک صحیح العقل انسان کو خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے اسی طرح کائنات عالم میں تفکر و تدبر کرنے سے یہ یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ یہ نظام عالم کی یکسانیت۔ یہ کائنات عالم کا نظام محکم۔ یہ زمین۔ یہ آسمان۔ یہ سارا جہان بہ بانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اے غافل انسان! یقیناً خدا موجود ہے اور بلاشبہ ایک ہی ہے!

حاضر جواب بڑھیا

حضرات! مجھے ایک بڑھیا کی کہانی یاد آگئی۔ یہ غریب چرخہ کات رہی تھی کہ ایک فلسفی آن پہنچا اور پوچھا کہ اے بڑھیا! تو یہ بتا کیا خدا موجود ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں، ہاں! بے شک خدا موجود ہے۔ فلسفی نے کہا کوئی دلیل بھی ہے؟ بڑھیا کہنے لگی۔ ہاں ہاں! یہی میرا چرخہ دلیل ہے کہ خدا موجود ہے کیونکہ میرا یہ چرخہ جب تک میں اس کو چلاتی رہتی ہوں یہ چلتا رہتا ہے اور جب چھوڑ دیتی ہوں تو یہ

رک جاتا ہے۔ تو جب میرا یہ ننھا سا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو بھلا زمین و آسمان کا اتنا بڑا نظام عالم بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ پھر فلسفی نے سوال کیا کہ اچھا اے بڑھیا! یہ تو بتا کہ خدا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا جذبہ ایمانی سے تڑپ کر بولی کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کی دلیل بھی میرا یہی چرخہ ہے کیونکہ اگر میرے اس چرخے کو دو عورتیں مل کر چلائیں تو دو حال سے خالی نہیں۔ اگر میں اور وہ دونوں ایک ہی طرف چرخے کو گھمائیں تو چرخے کی رفتار تیز ہو کر میرے دھاگے کو توڑ ڈالے گی اور اگر میں ایک جانب چرخے کو گھماؤں اور وہ دوسری جانب چرخے کو چلائے تو ظاہر ہے کہ چرخہ چلنے کے بجائے ٹوٹ پھوٹ کر لکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا تو اسی طرح اگر اس نظام عالم میں دو خداؤں کا عمل دخل ہوتا تو ہرگز یہ نظام عالم اس خوبی و سلامتی کیساتھ نہیں چل سکتا تھا بلکہ سارا نظام عالم تہ و بالا ہو کر تمام کائنات برباد ہو جاتی۔

سبحان اللہ! مسلمانو! یہ وہ ایمانی عقل ہے جس پر فلاسفروں اور سائنسدانوں کی عقلیں قربان ہیں۔ ایک بے علم چرخہ کاتنے والی بڑھیا نے وجود باری اور توحید الٰہی کے مسائل کو اس طرح حل کر دیا کہ اس طرز استدلال پر ہزاروں رازی اور غزالی سر دھنتے رہ جائیں۔ یہی وہ مضمون و حکیمانہ طرز استدلال ہے جس کو قرآن مجید نے اپنے داعیانہ انداز میں پیش فرمایا کہ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر زمین و آسمان میں چند خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں برباد ہو جاتے۔

اسلامی توحید

بہر حال برادران ملت! اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اسی وقت معتبر ہے جب عقیدہ توحید کے ساتھ ہو اور اسلامی توحید یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اپنی ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہے اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں یاد رکھئے جس طرح خدا کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے جس طرح خدا کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح خدا کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

قرآن مجید کی سورہ اخلاص جس کو میں نے خطبے کے بعد تلاوت کیا تھا اس سورہ مبارکہ میں خداوند کریم کی توحید اور اس کی چند صفتوں کا بیان ہے۔ اب آپ اس مقدس سورہ کا ترجمہ سنئے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ احدٌ۔ اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ اَللّٰہُ الصَّمدُ اللہ کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحدٌ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔

برادران ملت! یہ اس سورہ مقدسہ کا ترجمہ ہوا۔ پہلی آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے ہیں فرماں، اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

دوسری آیت اللہ الصمد میں خداوند قدوس کی صفت، صمدیت، کا بیان ہے کہ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، بلکہ سارا عالم، تمام جہان، اپنے وجود، اپنی ہستی اور اپنی بقاء میں خدا کا محتاج ہے، اس کو کسی کی عبادت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، سارا عالم اس کی عبادت کرے یا نہ کرے بہر حال وہ معبود برحق ہے، تیسری آیت لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی ذات رشتہ ولادت اور باپ بیٹا ہونے سے پاک ہے۔ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا رد بلیغ ہے، قرآن مجید میں ہے کہ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ یعنی یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اسی طرح یہود کہا کرتے تھے کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ کہ ہم لوگ تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس عقیدے کا رد کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔ چوتھی آیت وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میں بھی عیسائیوں کا رد ہے۔ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام معاذ اللہ خدا کی بیوی ہیں۔ اس آیت میں اس باطل عقیدہ کے بھی پرخچے اڑا دیے گئے کہ خداوند قدوس کا کوئی جوڑا نہیں!

برادران اسلام! سورہ اخلاص کا ترجمہ اور اس کا خلاصہ مطلب آپ سن چکے۔ اب اس سلسلے میں ایک بات اور بھی عرض کر دیتا ہوں۔ اس کو بغور سن لیجئے۔

تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خدا کی صفتوں میں سے کسی ایک

صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح خدا کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ جو اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا۔ ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے بخش دے گا۔

شرک کیا ہے؟

مگر برادران اسلام! شرک کیا ہے؟ اس حقیقت کو بھی سمجھ لینا بہت ضروری ہے، آج کل فضلائے دیوبند بڑی کثرت سے شرک کی ڈگری لوگوں میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بناتے رہتے ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ انبیاء و اولیاء کی قبروں پر دور دور سے قصد کر کے جانا شرک قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک، قبر پر چادر یا غلاف ڈالنا شرک، یارسول اللہ کہنا شرک، میلاد شریف میں قیام کرنا شرک، دولہا کو سہرا باندھنا شرک، غرض تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور کے شرکیات کو پڑھ کر تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ اٹھنا شرک، بیٹھنا شرک، چلنا شرک، کھڑا رہنا شرک، گویا روئے زمین پر کوئی مسلمان ہی باقی نہیں رہا۔ سب مشرک ہی ہو گئے، توبہ! نعوذ باللہ۔ کس قدر ان لوگوں کے یہاں شرک کا ڈھیر لگا ہوا ہے کہ دن رات یہ لوگ شرک کا فتویٰ تقسیم کرتے رہتے ہیں، مگر ان لوگوں کے شرک کا ٹوکرا ختم ہی نہیں ہوتا۔ روزانہ نئے نئے شرک ان لوگوں کے یہاں جنم لیتے رہتے ہیں۔

لطیفہ

وہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ ایک رافضی ایک سنی سے کہنے لگا کہ بھائی! ہم لوگوں کے یہاں لعنت کا بہت بڑا خرچ ہے کیونکہ ہم لوگوں کو تبرا کرتے وقت تمام صحابہ اور کروڑوں سنیوں پر لعنت بھیجنی پڑتی ہے۔ سنی نے جواب دیا کہ ہاں صاحب! ہونا بھی چاہئے۔ جیسی آمدنی ویسا خرچ۔ آخر آپ لوگوں کے یہاں لعنت کی آمدنی بھی تو بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْن یعنی آپ جیسے بد عقیدہ لوگوں پر اللہ کی لعنت اور تمام فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ آخر سوچئے تو سہی کہ آپ لوگوں کے یہاں کہیں شمار ہے؟ کہ کس قدر لعنت کی آمدنی ہے؟۔

خیر! بہر حال تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ شرک کے معنی کیا ہیں؟ یہ جان لینا بہت ضروری ہے تاکہ ہر قدم پر آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ کون سا عمل شرک ہے اور کون سا نہیں۔ لہذا غور سے سنئے!

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ نے شرح عقائد نسفیہ ص ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ۔ اَلْاِشْرَاكُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْاُلُوهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْد كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَام یعنی شرک کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں۔ یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

برادران ملت! دیکھئے علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے۔ دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود، یا لائق عبادت مانتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں! تو پھر تقویۃ الایمان و بہشتی زیور کے شرکیات کو بجز اس کے کہ یہ ان لوگوں کا افتراء ہے جو امت رسول کے موحد مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنا رہے ہیں اور کیا کہا جا سکتا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ جوش محبت و کمال اشتیاق میں یا رسول اللہ کہنے والا، رسول اللہ کو واجب الوجود، یا لائق عبادت مانتا ہے، پھر بلاوجہ اس پر شرک کا فتویٰ لگا کر ایک موحد سنی مسلمان کو مشرک ٹھہرانا، اس کو دین و ایمان سے کیا تعلق ہے؟ اس کو ہر مسلمان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو بلاوجہ کافر و مشرک بتانا کتنا بڑا جرم و ظلم عظیم ہے۔ کاش علمائے دیوبند اس پر نظر رکھتے اور خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرتے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں۔

دیوبندی دلیل کا رد جہاں کسی سنی نے کہا رسول غیب جانتے ہیں۔ یا علی مشکلکشا ہیں۔ یا غوث اعظم مدد فرماتے ہیں۔ بس دیوبندی دارالافتاء گرجنے اور برسنے لگتا ہے کہ تم نے شرک کا کلمہ بول دیا۔ اللہ غیب جاننے والا ہے۔ اللہ مشکلکشا ہے۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔ لہٰذا اگر رسول کو غیب جاننے والا، یا علیؑ کو مشکلکشا، یا

غوث اعظم کو مدد کرنے والا کہا گیا تو یہ شرک ہو جائے گا۔ تو سنی بھائیو! اگر دیو بندی لوگ یوں کہیں تو تم فوراً ان لوگوں سے سوال کرو کہ بتاؤ اللہ موجود ہے یا نہیں؟ اللہ زندہ ہے یا نہیں تو وہ یقیناً کہیں گے اللہ موجود ہے اللہ زندہ ہے تو پھر تم یہ سوال کرو کہ اچھا بتاؤ تم موجود ہو یا نہیں تم زندہ ہو یا نہیں؟ تو جھک مار کر وہ کہیں گے کہ ہم موجود ہیں۔ ہم زندہ ہیں تو پھر ان لوگوں سے پوچھو کہ کیوں جناب! اللہ بھی موجود ہے اور تم بھی موجود۔ اللہ بھی زندہ اور تم بھی زندہ۔ یہ تو شرک ہو گیا کہ تم نے اللہ کی صفت کو اپنے اندر بتایا تو دیکھنا کس قدر چمک کر جواب دیتے ہیں کہ موجود اللہ کی صفت بھی ہے اور ہماری صفت بھی حیات اللہ کی صفت بھی ہے اور ہماری بھی۔ مگر ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اللہ کا وجود اور حیات دونوں ازلی ابدی ہیں۔ ذاتی اور حقیقی ہیں اور ہمارا وجود و حیات یہ حادث و فانی اور عطائی ہیں۔ خدا واجب الوجود ہے اور ہم ممکن الوجود ہیں۔ کہاں واجب کہاں ممکن، کہاں ذاتی کہاں عطائی؟ تو برادران اہل سنت! تم بھی سینہ تان کر جواب دو کہ بس مسئلہ حل ہو گیا۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا غیب جاننے والا ہے اور رسول بھی غیب جاننے والے ہیں۔ خدا بھی مشکلکشا ہے اور علی بھی مشکلکشا ہیں۔ خدا بھی مدد فرمانے والا ہے اور غوث اعظم بھی مدد کرتے ہیں۔ مگر خدا کا علم اور اس کی مشکلکشائی و امداد ذاتی ہے اور ازلی ابدی ہے اور رسول کا علم غیب، علی کی مشکلکشائی، غوث اعظم کی امداد حادث و فانی اور عطائی ہے۔ کہاں قدیم کہاں حادث؟ کہاں ذاتی کہاں عطائی؟ لہٰذا اگر تم اپنے کو موجود اور زندہ مان کر مشرک نہیں ہوئے تو ہم رسول کے علم غیب، اور علی کی مشکلکشائی اور غوث کی فریاد رسی مان کر کس طرح مشرک ہو سکتے ہیں۔

بزرگو! وبھائیو! ان خود ساختہ موحدین کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اکثر سنیوں کو دیکھ کر محض ایذا رسانی کے لئے یہ لوگ اپنے کریہہ اور بھدے نغموں میں یہ شعر گنگنانے لگتے ہیں۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

تو آپ لوگوں کو چاہئے کہ آپ لوگ بھی فوراً یہ شعر پڑھنا شروع کر دیجئے پھر یقین فرمایئے کہ یہ لوگ منہ لٹکا کر ایک طرف بیٹھ جائیں گے اور داڑھی کھجانے لگیں گے۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر مرے محتاج ہیں سیٹھ اور منسٹر
یہ چندہ کیا نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اغنیا سے

ذرا سوچیے تو سہی کہ یہ لوگ بیماریوں میں ڈاکٹروں سے امداد طلب کرتے ہیں۔ مدرسوں، مسجدوں اور تبلیغ کے نام پر اپنی تن پروری کے لئے مالداروں اور سیٹھوں سے مالی امداد مانگتے ہیں۔ منسٹروں اور نیتاؤں سے دن رات "المدد المدد" ان کا شعار بن چکا ہے بات بات پر "الغیاث الغیاث یا پولیس" ان کا وظیفہ ہے۔ مگر ذرا بھی ان کی توحید کے شیشے کو ان پتھروں سے ٹھیس نہیں لگتی۔ مگر ہم غریب سنی اگر کسی مزار پر بوقت مراقبہ اپنے باطن کی ترقی کے لئے استمداد کریں یا جذبہ عقیدت و جوش محبت میں "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" پکاریں تو ان کی توحید پر شرک کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے یہ ہزاروں مرتبہ غیر اللہ سے ہزاروں قسم کی امداد طلب کریں پھر بھی موحد اور ہم مقبولان بارگاہ الٰہی سے باذن اللہ ذرا استعانت کریں تو مشرک؟ افسوس!!

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

سچ فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

حاکم، حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
مردود! یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

کلمہ طیبہ

بہر حال، برادران ملت! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ مگر میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ توحید اسی وقت مکمل ہو سکتی ہے جب خدا کی ذات کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات پر بھی ایمان لایا جائے۔ اور یاد رکھئے کہ جس طرح رحمٰن ورحیم اور خبیر وعلیم وغیرہ اس کی صفات ہیں اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مرسل اور ان کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے جس طرح کوئی شخص اگر خدا کی صفت رحمٰن یا رحیم کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دے تو درحقیقت اس نے خدا کی صفت مرسل کا انکار کر دیا لہٰذا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور چونکہ خدا کے آخری پیغمبر شفیع محشر ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مصدق اور مصدق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور خدا کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا۔ اس لئے وہ سچا موحد ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس پورے کلمے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس

پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہر گز ہر گز نہ مسلمان ہو گا نہ موحد اور جو کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پکا موحد بن گیا۔

برادران اسلام! پڑھیے بہ آواز بلند ایک مرتبہ کلمہ طیبہ۔ لا الٰہ الّا اللّٰہُ مُحمّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ (صلّی اللّٰہُ تعالٰی علَیْہِ وسلّم)

وما علینا الّا البلٰغْ وَ اٰخرُ دَعْونا ان الْحَمْدُ للّٰہِ ربِّ الْعالمیْن و صلّی اللّٰہ تعالٰی علی خیْر خلْقہ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ و صحْبہٖ اجْمَعیْن

رحمۃ للعالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین. والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین.
وعلی الہ الطیبین الطاہرین. و اصحابہ المکرمین المعظمین. و علی
من تبعھم بالاحسان الی یوم الدین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ۝

حاضرین محترم و برادران اسلام آپ صاحبان انتہائی اخلاص و محبت اور جوش و عقیدت کے ساتھ ایک ایک بار باآواز بلند درود شریف پڑھیں۔

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم

محترم بزرگو اور عزیز بھائیو! خداوند قدوس جل جلالہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بہت سے انبیا اور رسولوں کو بھیجا اور ہر نبی و رسول کو پروردگار عالم جل جلالہ نے نئے نئے انوکھے اور نرالے کمالات اور عجیب و غریب معجزات عطا فرمائے۔ کسی نبی کو حسن و جمال دیا تو کسی نبی کو جاہ و جلال، کسی کو سلطنت اور ملک و مال بخشا، تو کسی کو جود و نوال، کسی کو علم و حکمت کا کمال عطا فرمایا تو کسی کو رفعت و عظمت کی دولت لازوال سے مالا مال کر دیا، لیکن نبی آخر الزمان۔ خاتم پیغمبران، سرور عالم، تاجدار مدینہ ﷺ کو جب اس خاکدان عالم میں بھیجا تو اپنی انوکھی شان اور نرالی آن بان کے ساتھ بھیجا کہ تمام انبیاء و مرسلین کے کمالات و معجزات کو ایک ذات بابرکات میں جمع فرما دیا۔ سبحان اللہ! کسی نے خوب کہا ہے

خدا نے ایک محمد میں دے دیا سب کچھ   کریم کا کرم بے حساب کیا کہنا

بلکہ بے شمار فضائل و محاسن ایسے عطا فرمائے کہ جن کی عظمت و رفعت تک کسی کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حسن و جمال، جاہ و جلال، ملک و مال، جود و نوال، غرض ہر ایک کمال ان کو بخش دیا، پھر لطف یہ کہ ہر کمال میں انہیں بے مثل و بے مثال بنا کر بھیجا، وہ سید المرسلین بھی ہیں اور رحمۃ للعالمین بھی۔ وہ مدثر و مزمل بھی ہیں اور طہٰ و یٰسین بھی، وہ بشیر و نذیر بھی ہیں اور سراج منیر بھی۔

زفرق تابہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

ان کی ہر ادا، ان کی صورت و سیرت، ان کی ذات و صفات، ان کے جسم پاک کا رونگٹا رونگٹا اور بدن اقدس کا بال بال سراپا کمال ہے اور ان کا ہر کمال خدائی قسم بے مثل و بے مثال ہے۔ اللہ اللہ! نبی آخر الزمان ﷺ کی شان یکتائی کا کیا کہنا! روز ازل ہی میں خداوند قدوس نے تمام انبیاء و مرسلین سے یہ عہد و پیمان لے لیا کہ تم سب تمام زندگی نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہنا اور ان کی نصرت و رفاقت کے لئے ہر دم کمر بستہ رہنا اور ان پر ایمان لا کر اپنے سینوں کو ان کی محبت کا مدینہ بنائے رکھنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ یعنی خداوند قدوس نے تمام نبیوں سے یہ عہد لے لیا کہ جب میرا آخری پیغمبر، شفیع ﷺ جلوہ گر ہو تو تم سب کے سب ان پر ایمان لانا اور ان کی حمایت و نصرت کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و مرسلین اپنی زندگی بھر نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری کا خطبہ پڑھتے رہے اور ان کی مدح

وثنا کے گیت گاتے رہے۔ بستی بستی، جنگل جنگل، بڑے بڑے ریگستانوں اور اونچے اونچے پہاڑوں کی چٹانوں پر، ان کی شان رحمت اور بشارت کا وعظ کہتے رہے اور ان کے حسن و جمال اور ادائے بے مثال کے گن گاتے رہے۔ حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے ؎

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوب میں آیا
جسے یوسف نے اپنے حسن کے نیرنگ میں پایا
وہ جس کی یاد میں داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کے نام پر شاہ سلیمان نے گدائی کی
دل یحییٰ میں ارمان رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے

غرض ہر نبی و رسول ان کی مدح و ثناء کا خطیب اور ان کی عظمت کا نقیب رہا اور ہر پیغمبر ان کی الفت و محبت سے خوش نصیب رہا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ندانم آں گل خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ مرغ ہر چمنے آرزوئے او دارد

یعنی میں کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں بتا سکتا کہ وہ کھلتا اور ہنستا ہوا پھول کتنا عجیب رنگ اور کیسی انوکھی خوشبو رکھتا ہے کہ چمن کا ہر ہر پرندہ اس کی آرزو اور تمنا میں چہچہا رہا ہے اور اس کی الفت و محبت کا دم بھر رہا ہے۔ پڑھئے درود شریف!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

برادران ملت! سبحان اللہ! سرکار دو جہاں کی شان بے مثالی کا کیا کہنا!

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سلطان کونین کے دربار پر عظمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! آپ نے پوری دنیا کی سیر کی تمام پیغمبروں کا دربار دیکھا۔ ہر نبی و رسول کے جمال کا دیدار کیا بڑے بڑے سلاطین حسن و جمال کی شان جمال دیکھی۔ یہ تو بتائیے کہ میرا مثل و مثال بھی کہیں آپ کی نظروں سے کبھی گزرا؟ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے طبقات زمین کو الٹ پلٹ کر دیکھا، مشرق و مغرب کا کونہ کونہ، اور شمال و جنوب کا گوشہ گوشہ دیکھا۔ بڑے بڑے حسن و جمال والوں کی شان جمالی کے جلوے دیکھے مگر واقعہ یہ ہے کہ

آفاقہا گردیدہ ام، مہربتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو کتنے انوکھے اور دلکش انداز میں نظم فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي   وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمَا تَلِدُ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی اے حسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار! آپ سے بڑھ کر کوئی حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے بڑا صاحب کمال تمام جہان کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا۔ خالق حسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بری اور پاک پیدا فرمایا ہے گویا آپ کی مشیت ہی کے مطابق خلاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

برادران ملت! در حقیقت آپ کی شان بے مثالی کا بیان ماو شما تو کس گنتی میں ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہان زبان و قلم بھی آپ کی شان جمالی و بے مثالی کی منظر کشی نہیں کر سکے۔ حضرت بلبل شیراز جناب سعدی علیہ الرحمہ نے میدان نعت میں طبع آزمائی کی تو یہ کہہ کے خاموش ہو گئے۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَایُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ بَعْدَ اَزْ خُدَا بُزُرْگ تُوئی قِصَّہ مُخْتَصَر

یعنی اے حسن و جمال کے مالک اور اے نوع انسانی کے سردار آپ کے روئے منیر سے چاند بھی نور کی بھیک مانگتا ہے اور بلا شبہ چاند کو بھی آپ ہی کے نور سے روشنی ملی ہے۔ ورنہ چاند کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اور نور جمال محمدی سے چاند کو کیا نسبت؟

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے
چاند میں تو داغ ہیں اور ان کا چہرہ صاف ہے
لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی آپ کی مدح و ثنا کما حقہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ بس مختصر بات یہ ہے کہ خدا کے بعد سب سے زیادہ عزت و عظمت والے بزرگی اور تقدس والے اعزاز و اکرام والے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں۔

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں فرمایا ہے

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمْ

یعنی اے مسلمان! تو اپنے نبی کے بارے میں وہ بات مت کہنا جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہی۔ باقی اس کے سوا تو اپنے نبی کی مدح و ثنا میں جو کچھ بھی چاہے کہہ ڈال اور نہایت عزم اور یقین کامل کے ساتھ کہتا چلا جا۔ مطلب یہ کہ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، یا خدا کا بیٹا کہا تو مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہے لیکن اس کے سوا بڑی سے بڑی تعریف و توصفی اور اونچی سے اونچی مدح و ثنا جو کچھ کر سکتا ہے وہ سب کچھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے دھڑک کر سکتا ہے۔ انہیں خلفیۃ اللہ الاعظم کہو، مالک رقاب الامم کہو، ساقی کوثر، شافع محشر، مالک کونین، سلطان دارین، قاسم نعمت، مختار جنت، جو کچھ بھی کہا جائے سب جائز و درست ہے بلکہ ان کے درجات رفیعہ و مراتب جلیلہ کے لحاظ سے یہ سب کچھ کم ہی ہے۔

برادران اسلام! درحقیقت سچی بات تو یہ ہے کہ خدا کے محبوب، تاجدار دو عالم ﷺ کی مدح و ثناء کسی بشر سے کماحقہ ممکن ہی نہیں ہے اور یہ حق الیقین رکھیے کہ رحمتہ للعالمین کی مدح و ثناء سوائے رب العالمین کے کوئی کر ہی نہیں سکتا۔

محمد سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شان محمد (ﷺ)

کسی نے اس مضمون کو کتنے اچھے عنوان سے بیان کیا ہے۔

فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ نعت سرور عالم دبیر چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامیں لکھتے
ندا یہ بارگاہ حضرت قدوس سے آئی کہ یہ تو اور ہی شے ہے اگر لکھتے ہمیں لکھتے

بڑے بڑے عارفین و بزرگان دین نے نعت میں سخن گستری اور طبع

آزمائی کی لیکن اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے قلم رکھ دیا اور دم بخود ہو گئے۔ سلطنت شاعری کے مسلم الثبوت بادشاہ حضرت جامی جو عشق رسول کی ایسی بلند منزل پر ہیں کہ اس منزل رفیع کا نظارہ کرنے میں بڑے بڑے صاحبان رفعت کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں۔ بارگاہ رسول کی پر عظمت جناب میں مدح و ثناء کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے ہمت کی تو اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ :-

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یعنی میں اگر ہزاروں مرتبہ مشک و گلاب سے کلیاں کر کے اپنا منہ صاف کرلوں پھر بھی میرا یہ منہ اس قابل نہیں ہو سکتا کہ تعریف تو کجا؟ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا نام نامی بھی اپنی زبان پر لا سکوں۔ اسی طرح ایک دوسرے عاشق رسول نے کتنے والہانہ انداز میں عرض کیا ہے کہ :-

مَاانْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ

لٰکِنْ مدحتُ مقَالتِیْ بِمُحَمَّدٍ

یعنی میں نے بہت کچھ حضور سرور عالم ﷺ کی مدح سرائی اور تعریف و توصیف میں لکھا اور کہا لیکن میرا یہ اعتقاد و یقین ہے کہ میں نے اپنے ان کلمات سے حضور ﷺ کی ذرہ برابر بھی نہ مدح کی ہے نہ کر سکتا ہوں۔ بلکہ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نام نامی و اسم گرامی لے کر میں اپنے کلام کو اس قابل بنالوں کہ وہ لائق تعریف و تحسین بن جائے۔

محمد (ﷺ) برادران اسلام! پروردگار عالم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا نام ہی محمد رکھا۔ محمد کے کیا معنی ہیں؟ سنئے! محمد حَمَّدَ یُحَمِّدُ تَحْمِیْدًا باب تفعیل کا اسم مفعول ہے۔ اس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ مفسرین کرام نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا نام نامی "محمد" اس لئے رکھا لما حمدہ الاولون و الاخرون۔ یعنی تمام اگلوں اور پچھلوں نے آپ کی مدح و ثنا کی اور ازل سے ابد تک ہمیشہ ہر دم آپ کی تعریف و توصیف ہوتی رہے گی۔ چنانچہ آپ سن چکے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار تقریبا انبیاء و مرسلین دنیا میں تشریف لائے اور یہ سب کے سب نبی آخر الزمان خاتم پیغمبران۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا کا خطبہ پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور ان تمام انبیاء کی امتوں نے بھی خدا کے آخری پیغمبر، شفیع محشر ﷺ کے ذکر جمیل اور ان کی ثناء و صفت میں رطب اللسان رہ کر خدا کی خدائی میں پیارے محمد کی مصطفائی کا ڈنکا بجایا اور دونوں جہان میں حامد و محمود ہونے کی سعادت حاصل کی۔

اللہ! اللہ! آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھتی ہے دنیا رتبے کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

صرف دنیا ہی نہیں بلکہ میدان حشر میں بھی جب حضور سرور عالم ﷺ شفاعت کبریٰ کے بلند مقام پر رونق افروز ہوں گے تو تمام اولین و آخرین بلکہ انبیاء و مرسلین آپ کی محبوبیت کبریٰ اور شفاعت عظمیٰ کو دیکھ کر آپ کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کا ایسا ولولہ انگیز خطبہ پڑھیں گے کہ تمام میدان محشر میں پیارے رسول کی شان مصطفائی کا ڈنکا بج جائے گا یہی وہ مقام ہے جس کو قرآن مجید میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا "عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" یعنی اے پیغمبر! وہ وقت قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر جلوہ گر

فرمائے گا کہ تمام اگلے اور پچھلے یک زبان ہو کر آپ کی محبوبیت کی شان کا بیان کرتے ہوں گے اور سارا میدان محشر آپ کی مدح و ثناء کے کیف آور وجد آفرین نغمات قدس سے گونج رہا ہوگا اور ہر طرف یا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْن! یا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْن کی پکار ہوگی۔ اور یا رسُوْلَ اللہِ! اِشْفَعْ لَنا عِنْدَ رَبِّكَ کا غلغلہ بلند ہو رہا ہوگا۔ سچ فرمایا مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمہ نے :

فقط اتنی غرض ہے انعقادِ بزمِ محشر سے کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

سبحان اللہ! آپ دنیا میں بھی محمد ہیں اور آخرت میں بھی محمد ہیں۔ اس جہان میں بھی محمد ہیں اور اس جہان میں بھی محمد ہیں، آپ خالق کے بھی محمد ہیں اور مخلوق کے بھی محمد ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ آپ کا نام ہی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھئے درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ۔

گلدستہ نعت : محترم سامعین! میں عرض کر رہا تھا کہ تمام انبیاء و مرسلین حضور رحمتہ للعالمین کی مدح و ثناء کے خطیب و نقیب بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ اب یہ بھی سن لیجئے کہ تمام آسمانی کتابیں بھی نبی آخر الزمان ﷺ کے ذکر جمیل سے اس طرح مالا مال ہیں کہ گویا ہر آسمانی کتاب نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع مجموعہ ہے۔ خود قرآن مجید کو اگر ایمانی نظروں اور محبت رسول کی نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ ہر ہر آیت نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خوشنما و خوشبودار پھول ہے اور پورا قرآن مجید گویا نعت شریف کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک حسین و خوبصورت گلدستہ ہے۔ چنانچہ اس گلدستہ نعت یعنی قرآن مجید کے انہیں خوشنما پھولوں میں سے ایک حسین و خوشنما اور رنگین پھول سورۂ انبیاء

کی وہ آیت کریمہ بھی ہے جو میں نے خطبہ کے بعد آپ بزرگوں اور بھائیوں کے سامنے تلاوت کی ہے۔ یعنی

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ.

بزرگان قوم و برادران ملت! اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! غور کرنے کا مقام ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں جب اپنا تعارف فرمایا تو فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. یعنی اے بندو! تمہارا اللہ وہ ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ”رب“ کے معنی پالنے والا اور العلمین کے معنی سارے جہان۔ یعنی خدا کے سوا ساری خدائی العلمین ہے تو رب العلمین کے معنی یہ ہوئے کہ زمین و آسمان، مکان و لامکان، سارے عالم، تمام جہان کا پروردگار اور کل سنسار کا پالنہار اللہ ہے اور جب خداوند قدوس نے اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کا تعارف فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ یعنی اے میرے بندو! میرے رسول کو اس طرح پہچانو۔ کہ وہ رحمتہ للعالمین سارے جہان کے لئے رحمت ہے۔

اَللّٰهُ اَکْبَرُ قرآن مجید نے فرمایا کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمتہ للعالمین ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خدا سارے جہان کا پالنے والا ہے اور رسول سارے جہان کے لئے رحمت ہیں۔ خدا جن جن چیزوں کو پالتا ہے۔ رسول ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہوا کہ جہاں جہاں خدا کی ربوبیت و کبریائی ہے بلاشبہ وہاں محمد کی مصطفائی بھی ہے اور جو جو چیزیں خدا کی خدائی میں داخل ہیں۔ یقیناً وہ سب چیزیں پیارے مصطفیٰ ﷺ کی کالی کالی رحمت

والی کملی میں پناہ لینے والی ہیں۔ اب آپ بتا دیجئے کہ کون سی چیز ایسی ہے جو خدا کی ربوبیت اور پرورش میں داخل نہیں ہے؟ زمین و آسمان، مکان و لامکان کل عالم، سارا جہان خدا کی پرورش میں ہے، پہاڑوں کی چوٹیوں پر اگنے والا ننھا سا پودا ہو یا سمندروں کی گہرائیوں میں رہنے والا بغیر ہاتھ پاؤں کا کیڑا ہو، عالم جن و انس ہو یا عالم ملائکہ، نباتات، جمادات، حیوانات کا عالم ہو، یا کائنات فضا کی مخلوقات، عالم دنیا ہو یا عالم آخرت سب کے سب خدا کی ربوبیت و پرورش میں ہیں۔ اس لئے یہ سب کے سب رحمتہ للعالمین کی رحمت کے بھی بھکاری ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمتہ للعالمین جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ محمد کی مصطفائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرش مجید کی چوٹی پر۔ حوران بہشت کی پتلیوں پر، انبیاء و مرسلین اور ملائکہ و مومنین کے دلوں اور زبانوں پر، جنت کے درختوں، پتوں، پھولوں، پھلوں پر، ہر جگہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی تحریر ہے سچ فرمایا کسی مداح رسول نے ؎

سلطان جہان محبوب خدا تری شان و شوکت کیا کہنا
ہر شے پہ لکھا ہے نام ترا، ترے ذکر کی رفعت کیا کہنا

کیونکہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمتہ للعالمین۔ جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے۔ ہر جگہ محمد کی مصطفائی ہے۔

گرونانک کی چوپائی برادران اسلام! اس مضمون پر کہ ہر ہر شے میں نام محمد کی مصطفائی موجود ہے گرونانک جی کی ایک چوپائی یاد آئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

نام جس وستو کا کرو تم چوگنے داؤ دو ملا کے پچگن کچے بیسے بھاگ اکاؤ
باقی بچے تو نوگن کیجے پیچھے دوئی ملاؤ نانک اس بدھ ہر شے میں تم نام محمد پاؤ

مطلب یہ ہے کہ تم دنیامیں کسی چیز کے نام کا عدد نکال کر اس کو چار سے ضرب دو۔ پھر اس میں دو ملا کے پانچ سے ضرب دو۔ پھر اس پورے عدد کو بیس سے تقسیم کر دو۔ پھر تقسیم کے بعد جو عدد بچ رہے اس کو نو سے ضرب دے کر دو ملادو تو بانوے کا عدد نکل پڑے گا۔ جو محمد کا عدد ہے اے نانک! اس طرح تم ہر شے میں محمد کا نام پاؤ گے۔ مثلاً جدید ایک لفظ ہے جس کا عدد (۲۱) ہے اس کو (۴) سے ضرب دو تو (۸۴) ہوا۔ پھر اس میں (۲) ملادیا تو (۸۶) ہو گیا۔ پھر اس کو پانچ سے ضرب دیا تو (۴۳۰) ہو گیا۔ اب (۴۳۰) کو (۲۰) سے تقسیم کیا تو (۱۰) بچ رہا۔ اب اس کو (۹) سے ضرب دیا تو (۹۰) ہو گیا۔ پھر اس میں دو ملادیا تو (۹۲) ہو گیا اور یہی محمد کے نام کا عدد ہے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ؎

رحمت رسول پاک کی ہر شے پہ عام ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نام ہے (ﷺ)

ایک نکتہ : حضرات! اس مضمون سے ایک نکتہ یاد آیا کہ ہر شے پر جب لا الٰہ الّا اللّٰہُ مُحمّدٌ رَسُولُ اللّٰہ کی تحریر کا جلوہ نظر آرہا ہے اور خداوند کریم نے ہر چیز پر اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرمادیا تو اس سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے سامانوں پر اپنا نام کندہ کراتے ہیں۔ مثلاً آپ نے اپنی گھڑی پر اپنا نام محمد علی لکھوایا اور اسی گھڑی پر سوئٹزرلینڈ کی کمپنی کا نام بھی لکھا ہے اب اس گھڑی کو دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لے گا اور پہچان لے گا کہ اس گھڑی کا بنانے والا سوئٹزرلینڈ کی کمپنی والا ہے مگر اس وقت اس گھڑی کا مالک محمد علی ہے۔ بلا تشبیہ اسی طرح ہر چیز لا الٰہ الّا اللّٰہُ مُحمّدٌ رَسُولُ اللّٰہ کی تحریری تجلی فرما

کر پروردگار عالم نے یہ اشارہ فرمادیا کہ اے دنیاو آخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو! اور اے جنت النعیم کے جمالستان کا نظارہ کرنے والو! تم ہر چیز پر لاالہ الااللہ لکھادیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ ہے اور محمد رسول اللہ پڑھ کر یہ یقین کر لو کہ خدا کی عطا سے اس وقت اس چیز کے مالک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

خداوند قدوس نے اپنے حبیب ﷺ کو دونوں عالم کا مختار بنادیا ہے جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں نعمت کونین سے سرفراز اور دولت دارین سے مالامال فرمائیں۔

برادران ملت! پروردگار عالم جل جلالہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو کیسے کیسے "تصرفات کی قدرت عطا فرمائی ہے" اس کا کچھ اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے قلوب خدا کی توحید کا خزانہ اور جن کے سینے محبوب خدا کی محبت کا مدینہ ہیں۔ وہ آنکھیں جو نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت سے بھی جگمگا رہی ہیں ان سے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے اختیارات و تصرفات کا حال پوچھو! چودھویں صدی کے وہ نام نہاد مسلمان کہلانے والے جو حضور سید المرسلین ﷺ کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہنے کو اسلام کی بنیاد قرار دیئے ہوئے ہیں انہیں پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شان محبوبیت کی کیا خبر؟ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیارات و تصرفات کا جلوہ دیکھنا ہو تو شمع نبوت کے پروانے صحابہ کرام کی حق بین نگاہوں سے دیکھو۔

اللہ اللہ! صحابہ! کون صحابہ؟ صحابہ وہ خوش نصیب مسلمان جنہوں نے اپنی ایمانی نگاہوں سے رحمتہ للعالمین کے جلال و جمال نبوت کو دیکھا اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ وہ صحابہ جن کے سامنے جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا اور جنہوں نے قرآن کو صاحب قرآن سے پڑھا سنا اور سمجھا۔ وہ صحابہ جن کی مدح و ثناء کا خطبہ قرآن مجید نے پڑھا اور ارشاد فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ یعنی اسلام کی حمایت و نصرت اور بانی اسلام ﷺ کی جاں نثاری و خدمت گزاری میں سب سے اول اور سب سے آگے قدم بڑھانے والے مہاجرین و انصار۔ آپ بارگاہ رسالت کے ان مقربین اور سچے موحدین سے پوچھئے کہ جناب رسالت ماب ﷺ کے تصرفات و اختیارات کا کیا عالم ہے۔

جنتی ربیعہ : حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں۔ یہ تہجد کے وقت اکثر حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی اور مسواک پیش کیا کرتے تھے ایک دن ان کے جذبہ عقیدت پر رحمت عالم کے دریائے رحمت کو جوش آگیا اور ارشاد فرمایا کہ سل (مسلم ج ص ۱۹۳ او مشکوۃ ص ۸۴) یعنی اے ربیعہ! تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! اللہ اکبر، مسلمانو! غور کرو! یہ بات کون کہہ سکتا ہے کہ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔ یقیناً یہ بات وہی شخص کہنے کی ہمت کر سکتا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں سب کچھ ہو کیونکہ جو خود کسی چیز کا مالک و مختار نہ ہو۔ بھلا وہ کس طرح دوسرے سے کہہ سکتا ہے کہ تم جو چاہو مجھ سے مان لو! ربیعہ نے رحمت عالم کا ارشاد سنا۔ اگر ربیعہ کی جگہ کوئی چودھویں صدی کا مسلمان کہلانے والا بد مذہب ہوتا تو کہہ دیتا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے کس طرح

مانگ سکتا ہوں؟ غیر اللہ سے تو کسی چیز کا مانگنا شرک ہے میں تو بس اللہ سے مانگوں گا مگر برادران ملت! حضرت ربیعہ صحابی تھے۔ وہابی نہیں تھے ان کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے شرک مٹانے کے لئے تشریف لائے تھے اگر غیر اللہ خصوصا محبان خدا سے کسی چیز کو مانگنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کس طرح فرماتے کہ تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو! کیا توبہ نعوذ باللہ بانی اسلام ﷺ شرک کی تعلیم دے سکتے ہیں؟ حضرت ربیعہ کا ایمان تھا کہ یہ محبوب خدا ہیں۔ یہ باذن اللہ مالک ملک خدا و قاسم جملہ عطا ہیں۔ اس لئے بے دھڑک عرض کر دیا کہ اسئلك مرافقتك في الجنة یعنی یارسول اللہ ﷺ میں حضور سے جنت میں حضور کی خدمت گزاری و جاں نثاری کا سوال کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! مسلمانو! آپ نے غور کیا؟ کہ ربیعہ نے حضور ﷺ سے کیا چیز مانگی؟ کیا جنت مانگی؟ جی نہیں! جنتیں تو آٹھ ہیں۔ اعلیٰ بھی اور ادنیٰ بھی۔ ربیعہ نے صرف جنت نہیں مانگی۔ بلکہ بہشت اعلیٰ جنت الفردوس کا وہ محل مانگا جو رب العالمین نے خاص رحمتہ للعالمین کے لئے تیار فرمایا ہے کیونکہ ربیعہ بہشت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت گاری طلب کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ میں بمبئی میں رہوں اور میرا خادم کلکتہ میں رہے تو وہ بھلا میری کس طرح خدمت کر سکتا ہے؟ خدمت گزاری تو جبھی ہو سکتی ہے کہ آقا جس محل میں ہو غلام بھی اسی محل میں رہے۔ ربیعہ جب جنت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی غلامی و خدمت کا سوال کر رہے ہیں تو اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ وہ حضور علیہ السلام سے اسی محل کا سوال کر رہے ہیں جو خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

برادران ملت! دیکھئے! حضرت ربیعہ کتنی بڑی چیز مانگ رہے ہیں۔ اللہ

اکبر! سلمان دو جہاں کا فردوسی محل اپنی سکونت کے لئے طلب کر رہے ہیں۔ مسلمانو! اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کچھ بھی اختیار نہ ہوتا تو آپ صاف صاف فرما دیتے کہ اے ربیعہ! میری اتنی قدرت کہاں؟ کہ میں تجھے جنت کا یہ محل عطا کر دوں۔ مگر مسلمانو! جس طرح آسمان میں ستارے چمک رہے ہیں اسی طرح کتابوں میں یہ حدیث چمک رہی ہے آنکھ سے دیکھ لو! جان لو! پہچان لو! کہ محبوب خدا نے حضرت ربیعہ کو نہ ڈانٹا، نہ جھڑکا، نہ اپنی عاجزی اور تہی دستی کا اظہار کیا بلکہ انتہائی سنجیدگی اور پورے اطمینان کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ او غیر ذالک یعنی اے ربیعہ! تیری یہ مراد تو میں تجھے عطا کر چکا۔ بول! کیا اور بھی تیری کوئی تمنا ہے؟ تو میں تیری وہ آرزو بھی پوری کر دوں! سبحان اللہ! اپنے ایک غلام کو سرکار دو جہاں نے بہشت بریں کا اعلیٰ محل عطا فرما دیا اور ابھی دریائے رحمت اس قدر جوش میں ہے کہ فرما رہے ہیں کہ اے ربیعہ! اس کے سوا اگر اور بھی تجھ کو مانگنا ہے تو مانگ لے! سبحان اللہ! کیوں نہ ہو؟ خدا کی خدائی میں کون سی وہ نعمت ہے جو رحمۃ للعالمین کی کالی کالی رحمت والی کملی میں موجود نہیں ہے؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور کا ارشاد گرامی سن کر حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ هو ذلك یا رسول الله یعنی یا رسول اللہ! ﷺ اس کے سوا اور کوئی میری تمنا نہیں ہے کہ جنت الفردوس میں حضور والا کی غلامی اور خدمت کا شرف حاصل ہو جائے۔ حضور کی غلامی مل گئی تو سارا جہان مل گیا۔ آپ کے در کی گدائی مل گئی تو کونین کی بادشاہی و شہنشاہی مل گئی۔

دونوں عالم میرے اک حرف دعا میں غرق تھے
جب خدا سے کر رہا تھا میں سوال مصطفٰی

برادران اسلام! شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ حضرت ربیعہ سے بڑی غلطی ہوگئی کہ انہوں نے اور کچھ نہیں مانگا۔ جنت میں مصطفائی محل تو مل ہی گیا تھا دنیائی بادشاہی بھی مانگ لیتے تو دنیا اور آخرت کی سلطنت کے تاجدار بن جاتے۔ مگر نہیں نہیں! میرے عزیزو اور دوستو! حضرت ربیعہ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی وہ نہایت ہی دانا اور نہایت ہی ہوشیار تھے وہ جانتے تھے کہ **اللّٰہ یعطی و انما انا قاسم** یعنی اللہ ہر نعمت کا عطا فرمانے والا ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر نعمت کے بانٹنے والے ہیں تو جب انہوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا قرب خاص پا لیا تو ان کا ایمان تھا کہ جب مجھے پیارے مصطفٰی کی مصطفائی مل گئی تو پھر خدا کی ساری خدائی مل ہی گئی کیونکہ ہر نعمت اسی در سے تقسیم ہونے والی ہے تو پھر اب کسی دوسری نعمت کو طلب کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

خدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ہوشیار لونڈی: حاضرین محترم! مجھے اس وقت بغداد شریف کی ایک حکایت یاد آگئی ایک مرتبہ ہارون رشید خلیفہ بغداد نے ایک نمائش منعقد کرائی۔ جس میں سلطنت بھر کے نوادرات و عجائب نمائش کے لئے رکھے گئے۔ جب نمائش ختم ہوئی تو بادشاہ نے اعلان کرادیا کہ میرے خدام اور غلاموں میں سے جو شخص جس چیز پر

ہاتھ رکھ دے گا وہی اس کا مالک ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی پیٹو اور حریص لوگ تو لذیذ و خوش ذائقہ مٹھائیوں کی طرف دوڑ پڑے۔ فرنیچروں اور سامانوں کے دلدادہ اپنی اپنی پسند کے فرنیچروں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ سونے چاندی کے طلبگاروں نے درہم و دینار اور زیورات پر چھاپہ مارا۔ غرض تمام لونڈی و غلام اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ٹوٹ پڑے مگر ایک لونڈی ساری نمائش کا چکر لگاتی رہی اور کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا بلکہ ہر طرف سے گھوم پھر کر آئی اور ہارون رشید بادشاہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے نادان لونڈی! اتنی بڑی نمائش گاہ میں تو نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا اور میری پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ لونڈی نے جواب دیا کہ اے بادشاہ! آپ کا قول ہے کہ جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے وہی اس چیز کا مالک ہے۔ اے بادشاہ! میں نے پوری نمائش گاہ میں گشت کیا مگر میں نے غور کیا کہ اگر میں سونے چاندی پر ہاتھ رکھتی ہوں تو مجھے صرف سونا چاندی ہی ملے گا اور اگر میں لباس اور فرنیچروں پر ہاتھ رکھتی ہوں تو صرف لباس اور فرنیچر ہی میرے ہاتھ آئے گا۔ غرض جس چیز پر ہاتھ رکھوں گی صرف وہی چیز مجھے ملے گی تو میری عقل نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ میں اس پر ہاتھ رکھ دوں کہ وہ اگر مجھے مل گیا تو ساری نمائش کیا چیز ہے؟ پوری سلطنت کا سارا سامان مجھے مل جائے گا اس لئے میں نے اے بادشاہ! آپ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیا کہ آپ میرے ہو گئے تو پوری عباسی سلطنت کا جاہ و جلال میری مٹھی میں ہو گا اور ایسی ایسی سینکڑوں نمائشوں کے نوادرات میرے قدموں کی ٹھوکر کا فٹ بال بنے ہوں گے۔ ہارون رشید نے یہ فیصلہ کر دیا کہ سب سے زیادہ عقلمند یہی لونڈی ہے!

تو برادران ملت! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

فرمایا کہ اے ربیعہ! تم کچھ اور بھی مانگ لو تو ربیعہ نے یہی جواب دیا کہ هُوَ ذٰلِكَ یعنی یارسول اللہ ﷺ جب حضور کا در دولت مجھے مل گیا تو دولت دارین کا سارا سامان بلکہ دونوں جہان مجھے مل گئے۔ لہذا اب کسی دوسری نعمت کے طلب کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ ربیعہ کے اس حسن عقیدت واخلاص کو دیکھ کر سرکار دو جہاں ﷺ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ فَاَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (مشکوۃ ۸۴) یعنی اے ربیعہ! تم کثرت سے نماز پڑھ کر اپنی ذات پر میری اعانت کرو تاکہ میں اپنے وعدے کے مطابق جنت الفردوس کے مصطفائی محل میں تم کو اپنی خدمت کے لئے معین کر کے تمہیں اپنی نوازشوں کی دولتوں سے مالامال کر کے بازار آخرت کا سب سے نرالا پونجی پتی، سب سے بڑھ کر مالدار، بلکہ سلطنت آخرت کا ایک خاص تاجدار بنا دوں۔

حضرات! کیوں نہ ہو؟ اجی یہ تو سلطان دارین و تاجدار کونین ہیں۔ یہ اگر اپنے کسی غلام کو جنت بخش دیں تو اس میں کون سے تعجب کا مقام ہے؟ ان کے غلامان غلام کو رب العالمین نے ایسی محبوبیت اور ایسے ایسے تصرفات کی قدرت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے نیاز مندوں کو باذن الٰہی جنت کا محل عطا فرما دیتے ہیں۔

بہلول دانا: مشہور واقعہ ہے کہ حضرت بہلول دانا مجذوب شہر بغداد سے باہر ریتلے میدان میں ریت کے گھروندے بنا رہے تھے۔ ملکہ بغداد زبیدہ وہاں سے گزری اور عرض کرنے لگی کہ حضرت یہاں میدان میں آپ کیا بنا رہے ہیں؟ بہلول دانا نے نہایت لاپروائی سے جواب دیا کہ میں یہاں جنتی محل بنا رہا ہوں۔

زبیدہ نے کہا کہ کیا آپ کوئی محل میرے ہاتھ بھی فروخت کریں گے؟ بہلول دانا کہنے لگے۔ ہاں ہاں! میں بناتا بھی ہوں اور بیچتا بھی ہوں۔ زبیدہ بولی کہ اچھا! تو پھر ایک محل آپ مجھے دے دیجئے۔ جو قیمت آپ فرمائیں میں دینے کو تیار ہوں بہلول دانا نے فرمایا کہ جاؤ! تیس درہم میں ایک محل میں نے تمہارے ہاتھ بیچ دیا۔ خوش عقیدہ ملکہ زبیدہ تیس درہم اس مجذوب درویش کے قدموں پر ڈال کر روانہ ہو گئی گھر جا کر اپنے شوہر ہارون رشید شاہ بغداد سے یہ ماجرا بیان کیا تو بادشاہ زبیدہ کے بھولے پن پر ہنس دیا مگر جب رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدان محشر قائم ہے اور جنتی محلات نظروں کے سامنے ہیں۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک محل پر ملکہ بغداد زبیدہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ مردوں کی تو عادت ہی ہوتی ہے کہ بیوی کی ہر چیز کو وہ اپنی ہی سمجھتے ہیں۔ ہارون رشید یہ سمجھ کر محل میں داخل ہونے لگا کہ یہ تو میری بیوی زبیدہ ہی کا محل ہے مگر فرشتوں نے دھکا دے کر بیک بینی و دو گوش باہر نکال دیا اور کہا کہ میاں! یہ دنیا نہیں ہے کہ شوہر بیوی کی ہر چیز پر اپنا قبضہ جمالیتا ہے۔ یہ عالم آخرت ہے۔ یہاں دنیا کا دستور نہیں چلے گا۔ یہاں تو جو چیز جس کی ہے وہی اس پر قابض ہو سکتا ہے۔ ہارون رشید منہ لٹکائے چلے آئے مگر جب آنکھ کھلی تو ایک سناٹا چھا گیا اور زبیدہ کے جنتی محل خریدنے اور پھر اس پر اپنے ہنس دینے کا واقعہ یاد آ گیا۔ مارے افسوس و ندامت کے پریشان دماغ ہو گیا اور رات کاٹنا دوبھر ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی اپنا خواب زبیدہ سے بیان کیا اور کہا کہ جلد مجھے بہلول دانا کی خدمت میں لے چل میں بھی ایک محل خریدوں گا۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں بہلول دانا کے درویشی دربار میں پہنچے اور دیکھا کہ آپ بدستور ریت کے گروندے نہایت انہماک کے ساتھ بنائے جا رہے ہیں۔ ہارون رشید بولا کہ حضور

میں بھی ایک جنتی محل خریدوں گا۔ بہلول دانا نے جواب دیا کہ ہاں ہاں تم بھی خرید لو! ہارون رشید نے کہا کہ حضور کتنی قیمت دوں! فرمایا کہ ایک محل کی قیمت تین ہزار درہم۔ ہارون رشید کہنے لگا کہ حضور آپ نے تو بلیک مارکیٹ میں ہندوستان کے بنیوں کو بھی مات کر دیا۔ ابھی کل ہی تو آپ نے میری بیوی زبیدہ کو تین درہم میں ایک محل دیا ہے اور آج مجھ سے تین ہزار مانگ رہے ہیں۔ بہلول دانا نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ بھائی تمہاری بیوی نے بغیر دیکھے ہوئے محل خریدا تھا اور تم تو دیکھ بھال کر خرید رہے ہو اس لئے دام بڑھ گئے۔ ہارون رشید کے دل پر چوٹ لگی انتہائی شرمندہ ہوا۔ سبحان اللہ! محبوبان خدا کے اختیارات و تصرفات کا کیا کہنا۔ سچ کہا کسی خوش عقیدہ شاعر نے ۔

اس در کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان جہاں کی جھولی کو
محتاج کا جب یہ عالم ہے۔ مختار کا عالم کیا ہوگیا؟

پڑھئے درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

برادران اسلام! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمتہ للعالمین یعنی جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ مصطفیٰ کی مصطفائی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین و آسمان بلکہ سارے جہان کی ہر ہر چیز جس طرح خدا کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اسی طرح ہر ہر چیز پیارے مصطفیٰ ﷺ کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔ چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ کُلُّ شَیْءٍ يَّعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا کَفَرَةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ یعنی ان انسانوں اور جنوں کے سوا جو کافر ہیں ہر ہر چیز مجھے اللہ کا رسول مانتی ہے چنانچہ معجزات نبوت کی

روایات بتا رہی ہیں کہ زمین، پانی، آگ، ہوا، چاروں عناصر اور ان کے سوا تمام کائنات عالم مدنی تاجدار کی فرمانبردار ہیں۔

فرماں بردار زمین : کون نہیں جانتا؟ کہ وقت ہجرت جب سراقہ بن مالک نے سو اونٹ کے انعام کا لالچ دل میں لئے ہوئے رحمتہ للعالمین کو قتل کرنے کی غرض سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے مدینہ منورہ کے راستے میں مقدس اونٹنی کے بالکل قریب پہنچ کر حملہ آور ہونا چاہا تو سرکار دو جہاں نے شاہانہ کروفر اور سلطانی وقار کے ساتھ ہی حکم صادر فرمایا یا ارضُ خُذیہ اے زمین اس کو پکڑ لے بس اس فرمانشاہی کا صادر ہونا تھا کہ فوراً زمین نے تعمیل حکم کی اور سراقہ کا گھوڑا گھٹنوں تک پتھریلی زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ انتہائی لاچاری کے عالم میں شہنشاہ دو جہاں سے پناہ وامان کی بھیک مانگنے لگا۔ رحمتہ للعالمین جن کے سینے میں ایسا رحیم و کریم دل تھا جس میں ساری خدائی کا درد بھرا ہوا تھا۔ سراقہ کی لاچاری و گریہ زاری پر آپ کو رحم آ گیا اور زمین کو حکم دے دیا کہ یا ارضُ اُترُکیہ اے زمین سراقہ کو چھوڑ دے۔ چنانچہ زمین نے چھوڑ دیا اور سراقہ کا گھوڑا زمین پر چلنے لگا۔ لیکن حرص وہوس کا برا ہو کہ پھر سراقہ کی نیت بدل گئی اور دوبارہ جونہی حملہ کا ارادہ کیا پھر دربار رسالت سے زمین کو حکم ہوا یا ارض خذیہ اے زمین اس کو پکڑ لے چنانچہ سراقہ کا گھوڑا ران یا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور سراقہ پہلے سے بھی زیادہ گڑ گڑا کر امان طلب کرنے لگا اور پھر سرکار نے اپنا سلطانی حکم صادر فرما دیا کہ یا ارضُ اُترُکیہ سراقہ کا گھوڑا زمین سے باہر نکل گیا۔ لیکن سراقہ خوف ودہشت سے کانپ رہا تھا اس کو رحمتہ للعالمین کی خداداد قوت و نبوت کا یقین ہو چکا تھا اور اس

نے سمجھ لیا کہ آج مکہ سے ہجرت کرنے والا یہ مسافر عنقریب فاتح مکہ ہو گا۔ اس وقت میری اس بے ادبی کو شمع رسالت کے پروانے بھلا کس طرح معاف کریں گے؟ عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے امن کا پروانہ تحریر فرما دیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر دوسرا کوئی شخص آپ کی تلاش میں آتا ہو گا تو میں اس کو واپس لوٹا دوں گا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے امن کا پروانہ تحریر کر کے سراقہ کو دے دیا۔ (کتب سیر)

حضرات یہ واقعہ دلیل روشن ہے کہ زمین جس طرح رب العالمین کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اسی طرح وہ رحمتہ للعالمین کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے کیوں نہ ہو کہ خدا رب العالمین ہے اور رسول رحمتہ للعالمین۔ جہاں جہاں خدا کی خدائی ہے ہر جگہ مصطفیٰ کی مصطفائی بھی ہے۔

زمین کی ٹھکرائی ہوئی لاش: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وحی لکھتا تھا اچانک یہ بدنصیب مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے حق میں فرما دیا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں خود اس زمین پر پہنچا اور بچشم خود دیکھا کہ اس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی اور لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اس کو بار بار دفن کیا مگر زمین اس کو قبول نہیں کرتی اور اس کی لاش کو باہر نکال پھینکتی ہے۔ (الکلام المبین)

حضرات! یہ دونوں واقعات اس بات کی دلیل ہے کہ زمین حضور ...

الصلاۃ والسلام کی تابع فرمان ہے اور زمین پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو تصرف کی قدرت من جانب اللہ حاصل ہے۔

حضرات! یہ تو عنصر خاک پر تصرف ہے۔ اب آیئے پانی پر تصرف کا بھی ایک جلوہ آپ کو دکھادوں!

پانی دودھ بن گیا: ابن سعد سالم بن ابی الجعد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک مشک پانی بھر کر صحابہ کی ایک جماعت کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس مشک کو لے لو! یہ تمہارے راستے کا توشہ ہے۔ صحابہ ایک منزل پر پہنچ کر جب بھوک سے بے تاب ہو گئے تو اس مشک کا منہ کھول کر دیکھا تو کیا نظر آیا؟ کہ پوری مشک دودھ سے بھری ہوئی ہے اور مشک کے منہ پر مکھن جما ہوا ہے۔ صحابہ نے مکھن کھایا اور دودھ نوش فرما کر سیراب ہو گئے۔

(الکلام المبین)

سبحان اللہ! پانی بھی حضور کی نبوت کا مصدق اور تابع فرمان ہے۔ آپ پانی کو دودھ بن جانے کا حکم دیں تو پانی دودھ بن جاتا ہے۔ حضرات! مٹی اور پانی پر تصرف تو آپ نے سن لیا۔ اب آگ اور ہوا پر تصرف کی بھی ایک ایک مثال سن لیجئے۔

حضرت انس کا دستر خوان: مشہور واقعہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ و تابعین کو دعوت کھلائی اور جب دستر خوان میں داغ دھبے پڑ گئے تو آپ نے اس دستر خوان کو آگ سے بھرے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

جملہ مہماناں ازیں حیراں شدند
انتظار دود کندوری بدند

یعنی تمام مہمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور سب لوگ اسی انتظار میں تھے کہ اب دستر خوان جلے گا اور دھواں نکلے گا۔ مگر ہوا یہ کہ۔

بعد یک ساعت برآورد از تنور
پاک و اسپید و ازاں او ساخ دور

یعنی تھوڑی دیر کے بعد اس دستر خوان کو تنور سے نکالا تو وہ صاف و سفید اور تمام میل کچیل سے صاف ہو گیا تھا۔

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نسوزید و منقی گشت نیز

یعنی قوم نے پوچھا کہ اے پیارے صحابی! کیا وجہ ہے؟ کہ یہ دستر خوان آگ میں نہیں جلا بلکہ صاف و سپید ہو گیا۔

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں
بس بمالید اندریں دستار خواں

یعنی حضرت انس نے فرمایا کہ اس کے نہ جلنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دستر خوان میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے دست مبارک و دہن شریف کو صاف فرمایا ہے اس لئے احتراماً آگ اس کو نہیں جلاتی ہے بلکہ صاف و ستھرا کر دیتی ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد انتہائی جوش محبت و جذبہ عقیدت کیساتھ اپنے والہانہ انداز میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب　با چنیں دست و لبے کن اقتراب
چوں جمادے راچنیں تشریف داد　جان عاشق را چہا خواہد کشاد

یعنی اے جہنم کی آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل! تو بھی مقدس ہاتھ اور مبارک ہونٹ سے نزدیکی حاصل کر! ارے! جب ایک بے جان کپڑے کو پیارے مصطفیٰ کے ہاتھوں اور لب مبارک کے قرب نے یہ شرف و اعزاز بخش دیا تو اگر کوئی شخص عاشق رسول ہو جائے اور اس کا سینہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا مدینہ بن جائے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اس پر کیسے کیسے شرف و اعزاز کے دروازے کھل جائیں گے اور اس کی عزت و عظمت کا مقام کتنا بلند سے بلند تر ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! آگ اس درجہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی مطیع و فرمانبردار ہے کہ جن کپڑوں کو سرکار دوجہاں نے اپنا ہاتھ اور منہ لگایا ان کپڑوں کو بھی احتراماً آگ نہیں جلاتی۔ برادران اسلام! آگ پر مصطفائی تصرّف کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

خوفناک آندھی غزوہ احزاب میں جب کفار کے لشکر جرار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تھا ایک دن سرکار دوعالم ﷺ نے خبر دی کہ آج رات میں ایک ایسی خطرناک آندھی آئے گی کہ جو شخص کھڑا ہو گا وہ اڑ جائے گا۔ یہی آندھی ان کفار کے خیموں کو اکھاڑ پھینکے گی اور ان کے گھوڑوں کو آپس میں ٹکرا دے گی۔ چنانچہ فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مطابق یہ ہلاکت خیز آندھی آئی۔ جس نے لشکر کفار کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور سالار لشکر اس خوفناک آندھی کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلا۔

برادران اسلام! یہی وہ آندھی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں رب العالمین نے اس طرح فرمایا۔ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَاءَ تْکُمْ جُنُوْدًا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝

یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو! جب تم پر بہت سے لشکر حملہ آور ہوئے تھے! تو ہم نے ان کے اوپر ایک آندھی اور ایسے لشکروں کو بھیج دیا جنہیں تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔ حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آندھی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُھْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ یعنی پروائی ہوا میری مددگار بنائی گئی اور پچھمی ہوا سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔

برادران ملت! ابھی ابھی آپ نے سنا کہ مٹی، پانی، آگ ہوا سب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے فرماں بردار ہیں۔ مٹی پانی آگ، ہوا یہ اربعہ عناصر کہلاتے ہیں اور یہ مشہور بات ہے کہ تمام کائنات زمین جمادات، نباتات، حیوانات سب کے سب انہیں چار عناصر سے بنے ہوئے ہیں۔ جب یہ چاروں عناصر پیارے مصطفیٰ کے فرمانبردار ہیں اور ان چاروں پر تصرفات رسول کی حکومت ہے تو ثابت ہو گیا کہ تمام کائنات زمین شہنشاہ مدینہ کی فرمانبردار ہے اور سب پر باذن اللہ پیارے محبوب کا تصرف واختیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درخت آپ کے اشارے پر زمین چیرتے ہوئے چلے آئے اور حکم پاتے ہی پھر اپنی جگہ چلے گئے۔ اونٹوں نے، ہرنیوں نے، پرندوں نے آپ سے فریاد کی، پتھروں نے کلمہ پڑھا اور سلام کیا۔

پہاڑ اپنی پشت پر آپ کا قدم دیکھ کر مسرت سے جھوم اٹھا۔

لکڑی کی تلوار : آقا نے جنگ بدر میں حضرت عکاشہ کو ایک خشک لکڑی دی اور اشارہ فرمادیا تو وہ چمکتی ہوئی براق تلوار بن گئی۔ حضرت عکاشہ عمر بھر اسی تلوار سے جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صدیق اکبر کی خلافت میں مرتدین سے جہاد فرماتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اسی طرح غزوہ احد میں عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول کریم ﷺ نے ایک کھجور کی شاخ ان کے ہاتھ میں دے دی جو فوراً تلوار بن گئی۔ یہ تلوار عبداللہ بن جحش کے پاس آخری دم تک رہی اور ان کی وفات کے بعد دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔ (الاکلام المبین)

ٹہنی کی ٹیوب : قتادہ بن نعمان اندھیری رات میں مسجد نبوی سے گھر جانے لگے تو سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں ایک درخت کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ یہ شاخ ایسی روشن ہو جائے گی کہ دس آدمی تمہارے آگے اور دس تمہارے پیچھے چلیں گے اور ساتھ ہی یہ غیب کی خبر بھی دی کہ تم گھر میں پہنچو گے ایک کالی چیز نظر پڑے گی اسے مار کر نکال دینا۔ چنانچہ ان کے گھر تک یہ شاخ ٹارچ کی طرح روشن رہی اور گھر میں ایک کالی چیز نظر آئی جس کو قتادہ نے مار کر پھینک دیا۔ (الاکلام المبین)

حضرت ابو ہریرہ کی تھیلی : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے تھوڑے سے چھوہارے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ ان کو اپنی تھیلی میں رکھ لو اور جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالو! خود کھاؤ! دوسروں کو کھلاؤ! مگر خبردار اس تھیلی کو کبھی جھاڑنا مت۔ یہ چھوہارے کبھی ختم نہ ہوں گے۔ سبحان اللہ! حضور کا حکم پا کر یہ چھوہارے ایسے بابرکت ہو گئے کہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تیس برس تک ان چھوہاروں کو کھاتے اور کھلاتے رہے۔ بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے مگر وہ ختم نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ تھیلی کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑی جس کا عمر بھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدمہ رہا اور وہ نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجے میں یہ شعر پڑھتے رہتے تھے۔

للناس همٌّ ولیٌ فی الیوم همّان

فقد الجرابُ و قتلُ الشیخ عثمان

یعنی سب کو تو آج ایک غم ہے مگر مجھے دو غم ہیں۔ ایک تھیلی گم ہونے کا دوسرے حضرت عثمان کی شہادت کا۔

عزیزان محترم! یہ نورانی واقعات چمکتے ہوئے سورج کی طرح اعلان کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام کائنات رحمۃ للعالمین کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اور سب آپ کے فرمان پر قربان اور ان سب پر آپ کا تصرف علی الاعلان ہے۔ اور ساری مخلوقات الہیہ میں خدا کی خدائی کے ساتھ ساتھ محمد کی مصطفائی کا بھی جلوہ نظر آرہا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ ہو کہ خدا رب العالمین ہے اور حضور رحمۃ للعالمین۔

ترکیب نحوی: حاضرین محترم! وما ارسلنٰک الّا رحمة للعالمین کی تفسیر عرض کر رہا تھا اس آیت میں رحمة للعالمین ترکیب نحوی کے اعتبار سے کیا واقع ہوا ہے؟ یہ ایک علمی اور اہم سوال ہے۔ تو برادران ملت مفسرین کرام سے اس بارے میں دو قول زیادہ مشہور ہیں اول یہ کہ رحمة للعالمین. ارسلنا فعل

کا مفعول لہ ہے۔ دوم یہ کہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن. لٰ ضمیر حاضر سے حال ہے۔ پہلی صورت میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ ہی کی وجہ سے ہم سارے جہان پر رحمت کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ خدا کی ہر ایک رحمت کا سبب ہیں زمین و آسمان کی تخلیق ساری کائنات کا خلعت وجود بخشنا۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کو پیدا کرنا، انبیاء و مرسلین کو مراتب جلیلہ و معجزات کثیرہ عطا فرمانا، تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا، اولیاء کاملین اور شہداء و صالحین کو عظیم المرتبت منازل پر فائز کرنا یہ سب خدا کی رحمتیں ہیں۔ مگر ان سب رحمتوں کا سبب حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہی ہے۔ یہ آیت کریمہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہی ہے کہ اے قرآن پر ایمان لانے والو! اس نکتہ سے غافل مت رہنا کہ خدا کی ساری رحمتیں محبوب خدا ہی کی وجہ سے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو تمام رحمتوں کا سبب بنایا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی نہ آسمان ہوتا نہ سارا جہان ہوتا جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا۔ یقین رکھئے اور ایمان لائیے کہ یہ سب کچھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی کے طفیل میں ہے کیونکہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ ''اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے''۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا در پاک ہے۔ یہی وہ ایمان افروز مضمون ہے جس کی طرف اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے نہایت لطیف اشارہ فرمایا ہے ۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اہل علم اس مضمون کو یوں سمجھ سکتے ہیں۔ نحو پڑھنے والا مبتدی بچہ بھی اس مسئلہ کو جانتا ہے کہ مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے اور مفعول لہ، فعل معلل بہ کا سبب ہوا کرتا ہے تو اس آیت میں جب رحمۃ للعلمین، ارسلنا فعل کا مفعول لہ ، ٹھہرا۔ تو ارسلنا اور رحمتہ دونوں کا فاعل خداوند عالم ہی ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارسال اسی لئے ہوا کہ خداوند قدوس آپ کی وجہ سے سارے جہان پر رحمت فرمائے۔

مقصود نور اوست دگر جملگی ظلام
مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل

دوسرا قول یہ ہے کہ رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ، ك ضمیر حاضر سے حال واقع ہوا ہے اب اس صورت میں آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہان کے لئے رحمت ہیں۔

برادران ملت! ”رحمت“ مصدر ہے۔ جب یہ ك ضمیر حاضر سے حال واقع ہوا تو یہ مصدر یقیناً اسم فاعل رَاحِمًا یعنی رحمت کرنے والے کے معنی میں ہوگا۔ مگر بجائے راحما کے رحمةً مصدر، مبالغہ کے طور پر لایا گیا۔ اب اس آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام رَاحِمْ یعنی سارے جہان پر رحمت فرمانے والے ہیں اور سارا جہان آپ کا مَرْحُوْم” یعنی آپ کی رحمت سے نوازا ہوا ہے۔

یاد رکھئے! کہ ہر مَرْحُوْمْ اپنے رَاحِمْ کا محتاج ہوتا ہے۔ یعنی رحمت پانے والا، رحمت عطا کرنے والے کا محتاج ہوتا ہے۔ رحمت عطا کرنے والا، رحمت پانے والے کا محتاج نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ نے صاف صاف بتا دیا کہ

حضور علیہ الصلاۃ والسلام رحمت فرمانے والے ہیں اور سارا جہاں ان کی رحمت پانے والا ہے لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ سارا عالم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا محتاج ہے اور آپ عالم میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ صرف خدا کے محتاج ہیں اور ساری خدائی آپ کی محتاج ہے۔ اسی مضمون کو عارف رومی نے اپنے عارفانہ انداز میں کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

زیں سبب فرمود حق صلّوا علیہ

کہ محمد بود مُحتاجٌ الیہ

یعنی خداوند عالم نے اسی وجہ سے سارے عالم کو دربار رسالت میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حکم فرمایا کہ سارا عالم شہنشاہ رسالت کا محتاج ہے۔

حاضرین کرام! اب غور کیجئے! اور انصاف فرمائے کہ قرآن تو محبوب خدا کو سارے عالم پر رحمت فرمانے والا اور سارے عالم کو ان کی رحمت کا محتاج بتا رہا ہے اور عارف رومی اعلان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام عالم میں سے کسی کے محتاج نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور سارا عالم ان کا محتاج ہے۔ مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں کہیں یہ لکھتے ہیں کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں" کہیں لکھتے ہیں کہ وہ مجبور ہیں کہیں لکھتے ہیں کہ ان کا مرتبہ قوم کے چودھری یا گاؤں کے زمیندار جیسا ہے۔ (مَعَاذَ اللّٰہ)

سامعین کرام! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ قرآن کا فرمان اور عارف رومی کا اعلان عقیدہ ایمان ہو گا۔ یا صاحب تقویۃ الایمان کا ہذیان۔

بہر کیف اب جب کہ قرآن سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام

سارے عالم پر رحمت فرمانے والے ہیں اور سارا عالم آپ کی رحمت کا محتاج ہے۔
تو پھر یہ نکتہ ذہن میں رکھئے کہ قرآن کریم نے کوئی زمانہ معین نہیں کیا کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے میں سارا عالم حضور کا مرحوم و محتاج ہے اور فلاں وقت اور فلاں زمانے میں نہیں بلکہ قرآن نے رَحْمَةً لِلعالَمِیْنَ کو مطلق رکھا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب سے عالم ہے اور جب تک رہے گا ہر زمانے اور ہر وقت میں سارا عالم آپ کا مرحوم و محتاج ہے اور محتاج رہے گا اور یاد رکھئے! کہ کوئی رحمت پانے والا اس وقت تک رحمت نہیں پا سکتا جب تک رحمت عطا کرنے والا موجود نہ ہو اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ سارا عالم ابھی تک موجود و باقی ہے اور رحمت پا رہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ اس عالم کو رحمت عطا کرنے والے حضور علیہ الصلاۃ والسلام بھی یقیناً موجود، زندہ اور باقی ہیں، اس طرح اسی آیت سے حیات النبی کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اب بھی اپنی قبر شریف میں تمام لوازم حیات کے ساتھ موجود، زندہ اور باقی ہیں۔

حیات النبی برادران اسلام! میں ایک مرتبہ بوستان کا مطالعہ کر رہا تھا کہ نعت میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ شعر نظر سے گزرا۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

یعنی یا رسول اللہ! آپ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے اور دوسری تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں۔ فوراً یہ نکتہ میرے ذہن میں آیا کہ اس شعر میں جناب سعدی مسئلہ حیات النبی پر روشنی ڈال رہے ہیں کیونکہ انہوں نے

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو سارے عالم کی جڑ بتایا ہے اور سارے عالم کو آپ کی شاخ فرمایا اور ایک بچہ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ جڑ پہلے موجود ہوتی ہے اور شاخیں بعد کو۔ یہی وجہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کو خداوند قدوس نے سب سے پہلے موجود فرمایا۔ پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں۔ اسی طرح نور محمدی سے سارے جہان کو پیدا فرمایا اور یہ بات بھی ہر عاقل و نادان جانتا ہے کہ اگر کسی درخت کی جڑ کٹ جائے تو شاخیں فوراً مرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ تو اگر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو مردہ اور مٹی میں مل جانے والا مان لیا جائے تو گویا سارے عالم کی جڑ کٹ گئی۔ پھر سارا عالم کس طرح باقی رہ سکتا ہے ؟ لہذا عالم جب شاخ ہے تو اس کی بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی جڑ یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام بھی زندہ و موجود اور باقی رہیں۔ تو گویا حضرت سعدی کے اس شعر کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اگر موجود نہ رہیں تو سارا عالم بھی موجود نہ رہے گا کیوں کہ جڑ کے وجود سے شاخوں کا وجود ہے اور جڑ کے فنا ہونے سے شاخیں بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اعلی حضرت قبلہ قدس سرہ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

برادران اسلام ! بہر حال حیات النبی کا مسئلہ اہل سنت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل حق کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تمام لوازم حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات جسمانی حیات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیے جاتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور

قسم قسم کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور طرح طرح کے تصرفات فرماتے ہیں اور فیوض و برکات پہنچاتے ہیں اور دنیا میں بہت سے خوش نصیبوں کو اپنی زیارت و دیدار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں ۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے لیکن اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے مبارک اجسام قبروں میں سلامت رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا درود شریف آپ کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے گا؟ قبر میں تو آپ کا جسم شریف بکھر چکا ہوگا۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (مشکوۃ ص ۱۲۱)

اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ (مشکوۃ ص ۱۲۱) یعنی تم یقین رکھو! کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔ کیونکہ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو روزی بھی ملتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِ ھِمْ یُصَلُّوْنَ (انباء الاذکیا) یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیسی کیسی کھلی ہوئی دلیلیں ہیں کہ وفات کے بعد تمام حضرات انبیاء بالخصوص حضور سید الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنی جسمانی حیات کے ساتھ مع تمام لوازم حیات کے زندہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

عالم ماکان ومایکون برادران ملت! آپ اس مضمون پر سیر حاصل تقریر سن چکے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سارے جہاں کو رحمت عطا فرمانے والے ہیں اور سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے اور یہ بھی میں عرض کر چکا کہ سارا عالم ازل سے ابد تک مصطفائی رحمت سے فیض پا تا رہا ہے اور پا تا رہے گا۔ اب یہ نکتہ بھی ذہن نشین کر لیجئے! کہ رحمت فرمانے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جن پر رحمت فرماتا ہے ان کا علم بھی رکھتا ہو۔ کیونکہ رحمت فرمانے والا جن چیزوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا ان پر رحمت کس طرح فرمائے گا! تو اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ازل سے ابد تک ساری کائنات عالم اور تمام مخلوقات الٰہیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں کیونکہ اگر وہ سارے جہان کو نہ جانیں تو پھر سارے جہان پر رحمت کس طرح فرمائیں گے؟ لہٰذا جب یہ ایمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو اس بات کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ آپ عالم العالمین ہیں۔ یعنی آپ سارے عالم کو جانتے ہیں اور سب کو اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا **وَعَلَّمَكَ مَالَمْ**

تکن تعلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا یعنی اے محبوب! اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمادیا ہے جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ کے اوپر بہت ہی بڑا ہے۔ برادران ملت! اب اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو رحمت للعالمین تو تسلیم کرے اور عالم ماکان ومایکون نہ مانے تو وہ ایسا ہے کہ دھوپ اور دن کی روشنی کو تو تسلیم کرتا ہے مگر سورج کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔ پڑھیے درود شریف۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔ بہر کیف! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ فرما کر یہ بتادیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سارے عالم کو اپنی رحمت کا فیض پہنچا رہے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں سارا عالم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت کا محتاج و مرہون منت ہے۔ عالم ملک ہو یا عالم ملکوت، عالم ملائکہ ہو یا عالم جن وانس، جمادات ونبادات کی دنیا ہو یا حیوانات کا عالم، غرض سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے۔ اب آیئے! چند مثالیں بھی عرض کرتا چلوں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت سے عالم کو کس کس طرح حصہ مل رہا ہے۔

حضرت جبرئیل پر رحمت حضرت جبرئیل سردار ملائکہ ہیں مگر یہ بھی مصطفائی رحمت سے فیضیاب ہوئے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل آپ کو میری رحمت سے کیا خاص حصہ ملا؟ تو حضرت جبرئیل عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ (ﷺ) میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لے کر جاتا رہا اور تمام

زندگی خدا کی بندگی کرتا رہا ہوں مگر میں شیطان کا انجام دیکھ کر اپنے خاتمہ کی طرف سے مطمئن نہیں تھا لیکن اے رحمت عالم! میں جب آپ کی خدمت میں وحی لانے لگا تو رب کریم نے میرے بارے میں یہ فرمایا عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْن مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْن. یعنی جبرئیل دربار الٰہی میں صاحب مرتبہ ہیں، مقتداء ہیں، امین ہیں، اس آیت کے نزول کے بعد مجھے اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین ہو گیا۔ آپ کی رحمتوں میں سے مجھے جو یہ رحمت عطا کی گئی یہ سب رحمتوں اور نعمتوں سے میرے نزدیک بڑھ کر ہے۔

مومنین پر رحمت برادران ملت! مومنین پر تو مصطفائی رحمت کا کیا کہنا؟ قرآن مجید نے فرمایا بِالْمُؤمِنِیْنَ رَءُوفٌ رَّحِیْمٌ. یعنی آپ مومنین پر انتہائی مہربانی اور بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ اہل ایمان کی ذرا سی تکلیف رحمۃ للعالمین کو بے چین و بے قرار کر دیتی ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ گواہ ہے کہ امت پر ذرا سی مشقت بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ دنیا و آخرت میں نہایت ہی بلند درجات جو اہل ایمان کو عطا ہوئے یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب رحمۃ للعالمین کی رحمت ہی کا صدقہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ امت سب امتوں سے کمزور، عمریں کوتاہ، اعمال کم، پھر بھی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کا شرف اور خَیْرُ الْاُمَمْ کا خطاب ملا۔ یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی کی رحمت کا صدقہ ہے اور آخرت کے بارے میں تو کیا پوچھنا؟ روایت ہے کہ جس وقت قیامت میں سب اگلی امتیں اور اگلے انبیاء تشریف لے چلیں گے تو ایمان والوں کے ساتھ آگے آگے ایک نور چلے گا اور اگلے انبیاء کے ساتھ ساتھ دو دو نور ہوں گے مگر

جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی امت مومنہ کا گزر ہوگا تو اس شان سے کہ ہر مومن کے آگے آگے دو دو نور چل رہے ہوں گے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ یعنی اس امت کے مومنین کے آگے اور دائیں دو دو نور دوڑتے ہوں گے۔ سب سے پہلے یہی امت دیدار الٰہی سے مشرف ہوگی سب سے پہلے یہی امت جنت میں داخل ہوگی اور ملائکہ ان کا استقبال فرماتے ہوئے تحفہ مبارکباد پیش کریں گے۔ اللہ اکبر! رحمت عالم کی رحمت پر قربان جاؤں ان کی رحمت کا کیا کہنا ؎

ٹوپی جن کے نہ جوتی جن کے
تاج و براق دلاتے یہ ہیں

کفار پر رحمت حضرات! ملائکہ و مومنین ہی پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت محدود نہیں۔ کفار بھی آپ کی رحمت سے محروم نہیں رہے۔ کون نہیں جانتا کہ اگلی امتوں پر ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے دنیا ہی میں عذاب آجاتا تھا اور وہ بالکل برباد کر دی جاتی تھیں۔ قوم عاد کو ہوا اڑا لے گئی۔ قوم ثمود زلزلہ سے برباد کر دی گئی۔ قوم لوط کی بستیاں الٹ پلٹ کر دی گئیں۔ قوم نوح طوفان میں غرق کر دی گئی۔ بنی اسرائیل کے مجرمین خنزیر و بندر بنا کر ہلاک کر دیئے گئے۔ قرآن مجید میں ہے وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدھا قوما اٰخرین (انبیاء) یعنی بہت سی وہ بستیاں جن کے باشندے ظالم تھے ہم نے انہیں چل کر چور چور کر دیا اور ان کے بعد دوسری قوموں کو ان کی جگہ پیدا کر دیا۔ مگر اے برادران ملت آؤ اور رحمۃ للعالمین کی رحمت کا جلوہ دیکھو! کفار مکہ نے کیسے

کیسے ظلم کے پہاڑ توڑے، شرک وبت پرستی کرتے رہے اللہ ورسول پر غلط اور گندی تہمتیں لگاتے رہے اور ایسے ایسے ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیان کا مظاہرہ کیا کہ زمین ان کی بداعمالیوں سے لرزہ بر اندام ہوگئی۔ مگر ان گناہوں اور جرموں کے باوجود نہ ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے نہ ان کی بستیاں الٹ پلٹ کی گئیں، نہ ان کی صورتیں مسخ ہوئیں، بلکہ حد ہوگئی کہ کفار مکہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! اگر قرآن حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے مگر پھر بھی رحمتہ للعالمین کی رحمت نے ان کافروں کو بچالیا اور خداوند عالم نیا اعلان فرمادیا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی چونکہ یہ کفار رحمتہ للعالمین کے زیر سایہ رہتے بستے ہیں اس لئے اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

جدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

غلاموں پر رحمت حضرات! اچھی اچھی باتیں کرنا اور دلفریب مضامین لکھ دینا اور بہتر سے بہتر قانون بنادینا یہ تو بہت آسان ہے مگر اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھادینا یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن رحمتہ للعالمین کی سیرت مقدسہ کا یہ بڑا نادر ونایاب اور انتہائی روشن وتابناک پہلو ہے کہ آپ نے مجمع عام میں جس بات کا حکم دیا اس پر نہ صرف بازار و میدان ہی میں بلکہ اپنے مکان کی بند کوٹھری میں بھی عمل کر کے دکھا دیا۔ حضرات! کون نہیں جانتا کہ عرب بلکہ ساری دنیا میں لونڈی، غلاموں کو جانوروں سے بھی کمتر اور بدتر سمجھا جاتا تھا مگر آؤ! آؤ! رحمتہ

للعالمین کی تعلیم رحمت پر ایک نظر ڈالو! آپ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تمہارے لونڈی غلام تمہارے بھائی ہی ہیں جن کو خدا نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ للہذا خبر دار تم ان کے حقوق کا خیال رکھو! جو تم خود کھاتے ہو اسی میں سے انہیں بھی کھلاؤ! اور جو لباس تم خود پہنتے ہو اسی قسم کا لباس انہیں بھی پہناؤ! اور ان سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو! اور اگر تم ایسے مشکل کاموں کی فرمائش کرو تو خود بھی ان کی مدد میں لگ جاؤ اور ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

(بخاری جلد ا ص ۹)

زید بن حارثہ: حضرات! زید بن حارثہ کا نام تو آپ نے سنا ہو گا؟ یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلام تھے۔ برسہا برس سے ان کے والد ان کے فراق میں رویا کرتے تھے اور تلاش کرتے پھرتے تھے۔ آخر مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی۔ باپ بیٹے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر خوب روئے۔ مہربان باپ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ میرے نور نظر زید کو مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ جتنی رقم طلب کریں میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ رحمت عالم نے فرمایا کہ مجھے قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خوشی زید کو اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو تم اس کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ مگر جب زید کے والد نے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو زید نے رحمت عالم کے جمال نبوت کو ایک نظر دیکھا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے حسن اخلاق اور نیک سلوک کی پرانی یادیں دل میں چٹکیاں لینے لگیں اور زبان حال سے عرض کرنے لگے۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں ۔۔۔ کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال ۔۔۔ جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

زید نے اپنے باپ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اس رحیم و کریم آقا کی غلامی پر ہزاروں آزادیوں کو قربان کرتا ہوں اور اے میرے شفیق باپ! میں کسی حال میں بھی اپنے اس آقا کی چوکھٹ کو نہیں چھوڑ سکتا حارثہ نے اپنے بیٹے زید کی اس والہانہ محبت رسول پر تعجب کرتے ہوئے کہا اے لخت جگر! ؎

مجھ سے نہ پوچھ میرا حال، سن میرا حال کچھ نہیں
تیری خوشی میں خوش ہوں میرا تجھ سے سوال کچھ نہیں

جب حارثہ چلے گئے تو رحمتہ للعالمین نے زید کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا اور آخری دم تک اپنے اس فرزند معنوی کو ایسا نوازا کہ ان کے بیٹے اسامہ کو جو غلام زادے تھے اور اپنے نواسے حسنین کو جو امام زادے تھے۔ دونوں کو اپنے دوش نبوت پر بٹھا کر مجمع عام میں تشریف لاتے تھے۔ شفیق جونپوری مرحوم نے اس انوکھے تاریخی واقعہ کو دو شعروں میں اس طرح سمویا ہے ؎

جس جگہ تذکرہ فخر انام آتا ہے — جلی حرفوں میں اسامہ کا بھی نام آتا ہے
ایک کاندھے پہ ہے لخت جگر شیر خدا — دوسرے کاندھے پر فرزند غلام آتا ہے

برادران ملت! دیکھا آپ نے غلاموں پر رحمتہ للعالمین کی رحمت۔ ایک کندھے پر غلام زادے اور دوسرے کندھے پر امام زادے کو بٹھا کر اپنی امت کو یہ تعلیم فرما رہے ہیں کہ دنیا والو دیکھ لو! رحمتہ للعالمین کی نگاہ رحمت میں غلام کا بیٹا اور بیٹی کا بیٹا دونوں برابر ہیں۔

عورتوں اور بچوں پر رحمت برادران اسلام! عرب بلکہ ساری دنیا میں عورتیں اس قدر بے وقعت تھیں کہ سماج میں ان کا کوئی مقام ہی نہیں تھا اور بے

گناہ بچیاں زندہ در گور کردی جاتی تھیں۔ مگر رحمت عالم نے اپنی تعلیم رحمت سے ایسا انقلاب عظیم پیدا فرمایا کہ دنیا کی ٹھکرائی ہوئی عورت مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہو گئی اور اس کے حقوق قیامت تک کے لئے قائم و محفوظ ہو گئے اور زندہ در گور کی جانے والی بچیاں ساری دنیا کی نگاہ محبت و شفقت کا مرکز بن گئیں۔

اللہ اللہ! عورتوں اور بچوں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میں نماز شروع کرتا ہوں اور یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں گا مگر کسی بچے کی رونے کی آواز میرے کانوں میں آجاتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ بچے کے رونے اور اس کی ماں کی بے چینی پر جو نماز میں شامل ہے مجھے رحم آتا ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۸)

بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں لَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِیْفِ وَ سُقْمُ السَّقِیْمِ لَاَخَّرْتُ الْعتمۃَ اِلٰی ثُلُثِ الَّیْل۔ یعنی اگر بوڑھوں کے بڑھاپے اور بیماروں کی بیماری کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز تہائی رات تک موخر کر دیتا۔ اسی طرح جب اسلامی لشکروں کو روانہ فرماتے تو نہایت سختی کے ساتھ یہ ہدایت فرماتے کہ خبردار! اگر جاؤں اور عبادت خانوں کے راہبوں اور بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں کو کبھی ہرگز ہرگز قتل مت کرنا اور جنگی سپاہیوں کو قتل کے بعد ان کے ہونٹ، ناک، کان وغیرہ مت کاٹنا اور ضعیفوں، کمزوروں، بیماروں کے ساتھ نہایت رحم و کرم کا برتاؤ کرنا۔

جانوروں اور درختوں پر رحمت میرے بزرگو اور بھائیو! رحمت عالم نے صرف انسانوں ہی پر رحم کا حکم نہیں فرمایا بلکہ جانوروں اور درختوں پر بھی آپ اس قدر مہربان تھے کہ اپنی امت کو جانوروں اور درختوں پر بھی رحم کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "خبردار! بے زبان جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو! اور نہ بلا ضرورت انہیں مارو! اور اگر مارنے ہی کی ضرورت پڑ جائے تو ہر گز ہر گز جانوروں کے چہروں پر نہ مارو! اور ان جانوروں کے گھاس چارہ اور دانہ پانی میں ہر گز ہر گز کمی و کوتاہی نہ کرو۔ کسی جانور کو بھوکا پیاسا ذبح مت کرو اور نہ کند چھری سے ذبح کرو۔ بلکہ ہر طرح ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ"۔ درختوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بلا ضرورت ہرے بھرے درختوں خصوصاً پھل والے درختوں کو ہر گز ہر گز مت کاٹو اور ان درختوں کو بھی مت کاٹو جو سر راہ ہیں اور مسافر جن کے نیچے سایہ حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم رحمت برادران ملت! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا کہاں تک شمار کیا جائے اب ایک حدیث سن لیجئے۔ جس سے آپ کو رحمت للعالمین کی تعلیم رحمت کا جلوہ نظر آ جائے گا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ یعنی ؂

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ایک اور حدیث میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳) یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا اللہ اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔

اسلام وسیع مذہب ہے: برادران اسلام! قربان جایئے کہ ہمارا خدا رب العالمین ہے اور ہمارے رسول رحمتہ للعالمین، سبحان اللہ! اسلام کا دامن کتنا وسیع ہے ارے سوچو تو سہی! کہ جس دین کا خدا رب العالمین اور جس دین کے رسول رحمتہ للعالمین ہوں وہ دین کتنا وسیع ہوگا اور کیونکر نہ وہ دین ساری خدائی کا دین ہوگا؟ کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو کہا کرتے ہیں کہ اسلام بہت ہی تنگ نظر مذہب ہے۔ للہ انصاف! ارے جس دین نے خدا کا یہ تصور پیش کیا کہ وہ سارے جہان کا پالنے والا ہے اور جس دین نے رسول کا تعارف ان لفظوں میں کرایا کہ وہ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں کیا وہ دین تنگ نظر ہو سکتا ہے۔ اسلام خدا کو رب المسلمین ہی نہیں مانتا بلکہ اسلام خدا کو رب العالمین مانتا ہے یعنی مسلمان اس خدا کی پرستش کرتا ہے جو صرف مسلمانوں کی کا نہیں بلکہ مسلم، غیر مسلم، ایشیائی، امریکی، آسٹریلین، افریقی، بلکہ جمادات، نباتات، حیوانات بلکہ تمام عالم اور سارے جہان کا پالنے والا ہے اسی طرح اسلام اپنے رسول کو صرف رحمتہ للمومنین ہی نہیں مانتا بلکہ رحمتہ للعالمین مانتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی رسول کی رحمت صرف مومنین ہی تک محدود نہیں بلکہ ان کی رحمت مسلم، غیر مسلم، انسان، جن، ملائکہ، زمین، آسمان بلکہ ساری دنیا اور تمام جہان پر ہے اب کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا دین جس نے خدا اور رسول کا اتنا وسیع تصور پیش کیا وہ دین تنگ نظر ہو سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں! بلکہ اگر دنیا انصاف کی نظروں سے دیکھے تو اسلام کے سوا کوئی دین ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو نہ صرف ساری انسانیت بلکہ تمام کائنات عالم کا دین ہو سکے۔ اسی لئے قرآن مجید نے فرمادیا کہ **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ**

الْاِسْلٰامُ. یعنی دین تو خدا کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

حرف آخر: بہر کیف! برادران اسلام! آپ اچھی طرح سمجھ چکے کہ ہمارے رسول سارے جہان کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور تمام عالم کو اپنی رحمت کی دولتوں سے مالامال فرمادیا اور اپنی انمول تعلیم رحمت کے ساتھ ساتھ رحمت عامہ کے بے شمار عملی نمونے بھی دنیا کے سامنے پیش فرمادیئے۔ لہذا اے برادران اسلام! تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ تم رحمتہ للعالمین کے دامن رحمت سے وابستہ ہو لہذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رسول کے دامن رحمت کی لاج رکھو! اور ہر دم ہر قدم پر خدا کی مخلوق کے لئے اپنے دلوں میں رحم وکرم کا جذبہ رکھو! اور خود بھی اپنے عمل سے دنیا کو بتادو کہ ہم رحمتہ للعالمین کے غلام ہیں اور دنیا والوں کے سامنے رحم وکرم کے ایسے ایسے نمونے پیش کرو کہ تمہارے دشمنوں کے سینوں میں پتھروں سے زیادہ سخت دل بھی تمہاری رحمتوں کو دیکھ کر موم سے زیادہ نرم بن جائیں۔

برادران اسلام! کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے رسول تو غریبوں، مفلسوں، یتیموں، بیواؤں، پڑوسیوں، یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی سراپا رحمت تھے مگر آج تمہارا عمل و کردار کیا ہے؟ سچ کہنا! کیا جب تم اپنے دستر خوانوں پر عمدہ عمدہ اور نفیس ولذیذ غذائیں کھانے کے لئے بیٹھتے ہو تو کیا تمہیں امت رسول کے ان بھوکے غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی یاد آتی ہے جنہیں کئی کئی دنوں سے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ملا ہے؟

ایمان والو! ایمان سے کہنا جب تم دسمبر اور جنوری کی کڑکڑاتی ہوئی

سردیوں میں اپنے نرم نرم گدوں اور گرم گرم لحافوں میں سکھ اور چین کی نیند سوتے ہو تو کیا تمہیں اس وقت اپنی ملت کی وہ غریب بیوائیں بھی یاد آتی ہیں؟ جو اپنے پھونس کے جھونپڑے میں صرف ایک پھٹی پرانی چادر میں لپٹ کر پاؤں سکوڑے ساری رات جاگ کر بسر کر دیتی ہیں۔

اے اولاد والو! تمہیں تمہاری پیاری اولاد کا واسطہ! سچ سچ بتاؤ! جب تم عید کے دن اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر اچھے اچھے کپڑے پہنا کر ان کی انگلی پکڑے ہوئے خوش خوش عید گاہ کو جاتے ہو! تو کیا تمہیں امت رسول کے وہ یتیم بھی یاد آتے ہیں جن کے ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے اور وہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں میں حسرت سے سب کا منہ تک رہا ہے اور دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے کہ کاش آج میرا بھی باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی آج مجھے اسی طرح انگلی پکڑے عید گاہ لے جاتا۔ مگر ہائے کوئی نہیں! جو مجھ یتیم کی خبر گیری کرے۔

آہ! آہ! برادران اسلام! افسوس! ہم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ دیا ان کے مقدس راستے سے دور ہو گئے۔ ہمارے دلوں سے ایمانی رحمت و اسلامی اخوت فنا ہو گئی۔ آج نہ ہمیں غریبوں کی پروا ہے نہ بیواؤں اور یتیموں کا خیال ہے۔ نہ بھوکے پڑوسیوں کا غم ہے۔ پھر ہم بھلا کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے فرمانبردار امتی ہیں۔

للہ! اے برادران اسلام! بہت سو چکے اب جاگو! اور اٹھو اور اپنے دلوں کی دنیا میں ایمانی انقلاب پیدا کرو! اور رحمۃ للعالمین کی سچی اطاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین اور حیات کا شعار بناؤ! اور رحم و کرم، الفت و محبت، مہربانی و اخوت کے چراغوں سے اندھیری دنیا کو روشن کرو اور ساری دنیا کو رحمۃ للعالمین کا پیغام

پہنچادو۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

واخرُ دعوٰنا ان الحمدُ للّٰہ ربُّ العٰلمین۔

وصلّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی خیرِ خلقہٖ مُحمّدٍ و اٰلہ و صحبہٖ اجمعین۔

تیسرا وعظ

سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد الله خالق الارض والسماء والصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء واله الشرفاء و اصحابه النجباء ہ و علی من اتبعهم بالاحسان الی یوم الجزاء. امابعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم.

بسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِی یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِیْلِ. یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِی کَانَتْ عَلَیْهِمْ. فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِی اُنْزِلَ مَعَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورہ اعراف ع ۱۸)

بزرگان ملت! وبرادران اسلام! سورہ اعراف کی ایک آیت کریمہ میں نے آپ بزرگوں اور بھائیوں کے سامنے تلاوت کی ہے۔

معززین حاضرین! یوں تو قرآن مجید کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صاحب ایمان اس کا ایمانی نظروں اور محبت کی نگاہوں سے مطالعہ کرے تو اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ قرآن کی ہر ہر آیت حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثناء کا ایک خوش رنگ وخوش نما پھول ہے اور پورا قرآن مجید گویا نعت پاک کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک حسین وجمیل گلدستہ ہے۔ ہر آیت میں رحمۃ للعالمین کی ثناء وصفت کی تجلیاں نئے نئے رنگ میں جلوہ گر ہیں۔ لیکن سورہ اعراف کی یہ آیت کریمہ جو میں نے ابھی ابھی تلاوت کی ہے اس میں خداوند قدوس نے نعت رسول کے ایسے دس ستارے روشن فرمادیئے ہیں کہ جن کی

چمک و دمک سے مومنین کی دنیائے ایمان میں اجالا ہو جاتا ہے۔ مگر برادران ملت! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ جو شخص ایمانی نظر اور محبت رسول کی نگاہ سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا۔ اسی کو قرآن مجید کی ہر ہر آیت میں مدح رسول کے جلوے نظر آئیں گے۔ بھائیو! بات یہ ہے کہ سب کے سر میں آنکھیں اور سب کی آنکھوں میں نظر بھی ہے مگر نظر نظر میں بڑا فرق ہے۔ محبت کی نظر اور ہے اور عداوت کی نظر اور ہے۔ جناب سعدی فرماتے ہیں ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است
گل است سعدی و در چشم دشمناں خارست

یعنی عداوت کی نظر سے اگر تم کسی کے ہنر کو دیکھو گے تو وہ ہنر تمہیں بہت بڑا عیب نظر آئے گا۔ دیکھو! سعدی پھول ہے مگر دشمنوں کی نظر میں کانٹا نظر آتا ہے کیونکہ وہ محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ عداوت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

بزرگان ملت! دیکھئے قرآن ایک ہی ہے مگر رب العالمین کا فرمان ہے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا یعنی اس قرآن سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے اور بہت سے لوگ ہدایت پائیں گے دیکھئے ایک ہی قرآن کچھ لوگوں کے لئے گمراہی کا نشان اور کچھ لوگوں کیلئے ہدایت کا سامان ہے۔ یہ کیوں؟ اسی لئے! کہ کچھ لوگ اس قرآن کو عداوت کی نظر سے دیکھیں گے اور کچھ لوگ نگاہ محبت سے اس کا مطالعہ کریں گے۔ اسی طرح حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کا چہرہ انور ایک ہی تھا۔ مگر عبداللہ بن سلام نے زندگی میں پہلی مرتبہ جمال نبوت کا نظارہ کیا تو عمر بھر فرماتے رہے کہ وَاللهِ لَقَدْ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔ یعنی

خدا کی قسم! میں نے ایک ہی نظر میں جان لیا، پہچان لیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا رخ انور کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے اور ابو جہل نے ہزاروں مرتبہ اس چہرہ پر نور کا دیدار کیا۔ دن میں دیکھا، رات میں دیکھا، تنہائی میں دیکھا، مجمع میں دیکھا، بار بار دیکھا، ہزاروں بار دیکھا، مگر افسوس! ۔

مریض کفر پر لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ کیوں ؟ اسی لئے اور صرف اسی لئے کہ عبد اللہ بن سلام نے محبت کی نگاہوں سے جمال محمدی کا نظارہ کیا اور ابو جہل نے عداوت کی نظروں سے جمال رسول دیکھا۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ محبت کی نظر اور ہے عداوت کی نظر اور۔

لہٰذا جو شخص محبت رسول کی نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو یقیناً ہر ہر آیت میں رحمتہ للعالمین کی مدح و ثنا کے جگمگاتے ہوئے جلوے نظر آئیں گے اور جو بد نصیب عداوت رسول کی عینک لگا کر قرآن پڑھیں گے وہ آیات قرآنیہ میں نعت رسول کے ایمان افروز نظاروں سے محروم ہی رہیں گے۔ سچ ہے کہ ۔

نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا

ایک بد عقیدہ بڈھا ملاّ برادران اسلام! چند سال پہلے دہلی وغیرہ کی اکثر مساجد میں ترجمہ القرآن کا رواج پڑ گیا تھا اور ہر بدھو، خیرا چند آدمیوں کو لے کر قرآن مجید کا ترجمہ سنایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک بد عقیدہ بڈھا ملا سورہ فاتحہ کا

ترجمہ سنانے لگا اور پہلی ہی آیت **الحمد للہ رب العلمین** کا ترجمہ اس طرح سنایا کہ "تمامی تعریف اللہ ہی کے لئے خاص ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے" ترجمہ تو ٹھیک ہی کیا۔ مگر جب تفسیر شروع کی تو بڑی گرجدار آواز میں داڑھی کھجلا کھجلا کر اس طرح چہکنے لگا کہ "دیکھو بھائیو! پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ تعریف تو بس صرف خدا ہی کی ہے۔ اللہ صاحب کے سوا کوئی تعریف کے لائق ہی نہیں۔ پس اللہ صاحب کے سوا کسی کی تعریف کرنی ہی نہیں چاہئے۔ کوئی کتنا ہی بزرگ کتنا ہی بڑا ہو، ولی ہو، نبی ہو، وہ تعریف کے لائق ہی نہیں ہے۔ نہ اس کی تعریف کرنی چاہئے۔ بدعتی لوگ کبھی پیغمبر صاحب کی تعریف کرتے ہیں، کبھی غوث پاک کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر تم لوگ اے بھائیو! دیکھ لو! کہ الحمد للہ رب العالمین قرآن میں ہے کہ سوا اللہ صاحب کے کوئی تعریف کے قابل ہی نہیں ہے۔ تعریف تو بس اللہ صاحب ہی کی ہے۔ اس لئے اللہ صاحب کے علاوہ کسی کی تعریف مت کرو! ورنہ شرک ہو جائے گا۔ مسلمان بھائیو! شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ شرک سے بچو! دوڑو۔ سر پر پیر رکھ کر بھاگو! ایک غریب سنی بھی اس مجلس میں پہنچ گیا تھا وہ اس بے سر پیر کی بے تکی باتوں کو سنتے سنتے پک گیا تھا۔ جب کٹھ ملا کی تفسیر ختم ہو گئی تو سنی نے بھرے مجمع میں سوال کیا کہ مولوی صاحب! ہمارے نبی کا کیا نام ہے؟ کٹھ ملا ڈانٹ کر بولا کہ تم بالکل ہی جاہل ہو، اتنا بھی نہیں جانتے کہ نبی صاحب کا نام "محمد" ہے۔ سنی نے کہا کہ اچھا یہ بتا دیجئے کہ "محمد" کے معنی کیا ہیں؟ کٹھ ملا ذرا ہکلا کر بولا کہ محمد کے معنی "بہت زیادہ تعریف کیا ہوا"۔ سنی نے کہا کہ جناب! آپ نے تو ابھی ابھی اتنا زور مارا کہ اللہ صاحب کے سوا کسی کی تعریف ہی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تو خود ہی

اپنے محبوب کا نام "محمد" رکھا۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ "خدا کے محبوب بہت زیادہ تعریف کئے ہوئے ہیں۔ یعنی زمین و آسمان والے، فرش و عرش والے، ساری خدائی اور خود خدا ان کی تعریف کر چکا اور کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تعریف کرنا شرک ہے۔ کٹھ ملا سنی کی پکڑ میں آچکا تھا۔ تفسیر بیان کرتے وقت تو منہ سے تھوک کی پھوار جھڑتی تھی مگر اب تھوک گلے میں خشک ہو چکا تھا۔ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا اور لاجواب ہو کر بھاگ نکلا۔

برادران اسلام! دیکھا آپ نے یہ کٹھ ملا قرآن پڑھتا تھا مگر محبت رسول کی نگاہ سے محروم تھا، اس لئے اس کو قرآن میں رسول پاک کی تعریف ہی نہیں ملی اور یہ سنی گو کم علم تھا مگر اس کی آنکھوں میں محبت رسول کی نظر تھی تو اس کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پاک ہی میں نعت پاک کے ہزاروں جلوے نظر آگئے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ محبت کی نظر اور ہے عداوت کی نظر اور۔

افسوس! یہ کٹھ ملا اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ اگر کوئی شخص میری اس چھڑی کی تعریف کرے کہ یہ بہت سبک، نہایت ہی حسین، بہت ہی خوبصورت ہے، تو عزیزو! میری چھڑی کی جس قدر بھی تعریف کی جائے گی در حقیقت یہ چھڑی بنانے والے ہی کی تعریف ہوگی۔ کیونکہ اسی نے اس چھڑی کو اتنی خوبصورت اور حسین، بنایا ہے تو اسی طرح ہم حضور آقائے نامدار، احمد مختار ﷺ کی جس قدر بھی تعریف کریں در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ اسی خلاق ذوالجلال نے اس نبی جمال کو پیدا فرمایا اور اسی نے اپنے محبوب کو حسن و جمال اور ہر کمال میں بے مثال، بنایا۔ لہٰذا جس قدر بھی رحمۃ للعالمین کی تعریف کی جائے گی وہ

درحقیقت رب العالمین ہی کی تعریف ہو گی۔

یاد محمد یاد خدا ہے
کس کی شان گھٹاتے یہ ہیں

بہر کیف برادران ملت! میں نے عرض کیا کہ سورہ اعراف کی اس ایک آیت میں خداوند قدوس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دس اوصاف جمیلہ و فضائل جلیلہ کا بیان فرمایا ہے۔ پہلے آپ اس آیت کریمہ کا ترجمہ سنیے۔ پھر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان دس صفتوں کی تشریح اور ان کا مفصل بیان بھی عرض کردوں گا ارشاد ربانی ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ یعنی وہ لوگ جو غلامی کریں گے اس رسول کی جو غیب کی خبریں دینے والے، امی ہیں، جس کو لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وہ رسول! انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا۔ وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

برادران ملت! یہ پوری آیت مبارکہ کا بامحاورہ سلیس ترجمہ تھا جو آپ سن چکے اب غور فرمائیے کہ آیت پاک کا پہلا ٹکڑا یعنی اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ

النبیَّ الاُمیَّ. یہاں تک تین صفتوں کا ذکر ہے۔ رسول، نبی، امی۔

رسول برادران ملت! رسول کے کیا معنی ہیں؟ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا۔ مگر یاد رکھئے کہ یہ رسول کے لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح شریعت میں رسول اس برگزیدہ اور منتخب خدا کے پیغمبر کا نام ہے جو خدا کی طرف سے نئی کتاب و شریعت کے ساتھ ہدایت کے لئے دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

عزیزان ملت! مرتبہ رسالت وہ باعظمت و بلند مقام ہے کہ انسانیت کے لئے اس سے بلند و بالا مقام لیکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔ اللّٰہُ یصطفی مِن الملائکۃ رُسُلاً وَ من النّاس. انّ اللہ سمیعٌ بصیرٌ"۔ (سورہ حج) یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادہ تمام فرشتوں یا تمام انسانوں میں سے چن کر منصب رسالت کے لئے انتخاب فرمالیتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یجْعَلُ رسلتہ. یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے؟ اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ حاضرین محترم! ان دونوں آیتوں کے مضمون سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے ان ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چن چن کر اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔

برادران ملت! اب آپ سوچئے کہ کسی شخص کو کسی منصب کے لئے چن

لینے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ دیکھئے ہم اپنی لڑکیوں کے لئے داماد چنتے ہیں، ہم اپنے لڑکوں کے لئے دلہن چنتے ہیں، ہم اپنے تجارتی فرم کے لئے منیجر چن کر منتخب کرتے ہیں۔ آپ بتائیے! اس چن لینے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اس کا مطلب یہی تو ہوتا ہے کہ ہم اپنی طاقت بھر اپنے علم کے مطابق سو دو سو لڑکوں یا لڑکیوں یا تجارتی ماہروں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر، چھان بین کر، پوری تحقیقات کے بعد چنتے اور منتخب کرتے ہیں اور چنتے وقت پوری پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے داماد، یا ہماری بہو، یا ہمارے منیجر میں کمال ہی کمال ہو۔ ذرہ برابر بھی کوئی برائی نہ ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ چونکہ ہماری نظر محدود، ہمارا علم کوتاہ، ہمارا ماحول مختصر ہے اس لئے ہمارا چنا ہوا گو ساری دنیا سے اچھا تو نہیں ہوتا مگر پھر بھی سو دو سو سے تو اعلیٰ افضل اور اچھا ہی ہوتا ہے۔ لیکن سوچئے تو سہی! اللہ تعالیٰ جو خلاق عالم ہے، جو عالم الغیب والشہادہ ہے، جو ساری دنیا کا سمیع و بصیر، جو سارے جہان کا علیم و خبیر ہے، جب وہ اپنے علم و قدرت و ارادہ کے مطابق کسی کو چنے گا، پھر دس، بیس، ہزار، دو ہزار میں سے نہیں بلکہ تمام انسانوں میں سے جس کو چنے گا، پھر کسی معمولی عہدے کے لئے نہیں، بلکہ عہدہ نبوت و رسالت اور اپنی خلافت و نیابت کے لئے جس برگزیدہ و معظم شخص کو چنے گا وہ شخص کتنا بلند درجہ اور کس قدر عظیم المرتبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا باکمال بلکہ سراپا کمال شخص ہوگا۔

لہٰذا سمجھ لو! کہ ایک رسول کا مرتبہ کتنا بلند و بالا اور کس قدر عظمت والا ہوگا اور یہ بھی یقین کر لو! کہ رسول جب خدا کا برگزیدہ اور چنا ہوا ہوتا ہے تو رسول یقیناً وہی شخص ہوگا جو تمام نقائص و عیوب سے پاک ہو اور اس میں کمال ہی کمال ہو یعنی جب رسول جب خدا کا برگزیدہ اور چنا ہوا شخص ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ بے عیب خدا

اپنی خلافت و نیابت کے لئے ہر گز ہر گز کسی عیب دار شخص کو نہیں چن سکتا۔
سبحان اللہ! یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ۔ وَلٰکِنَّ
اللّٰہُ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چنے ہوئے رسولوں
میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور پر چن لیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام ملائکہ
اور تمام انسانوں میں سے تو اللہ تعالیٰ رسولوں کی مکرم و معظم ہستیوں کا انتخاب
فرماتا ہے۔ پھر اپنے ان چنے ہوئے رسولوں میں سے بھی اس نے چن کر ایک
خاص رسول کو منتخب فرمالیا ہے۔

برادران ملت! ان چنے ہوئے عظیم المرتبت رسولوں کی جماعت میں
سے منتخب خاص رسول کون ہے؟ تو آپ یقین کیجئے کہ وہ رسول اعظم و خلیفہ اللہ
الاکرم وہی رسول مکرم ہیں جنہیں اس آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ
یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ یاد رکھے کہ الرسول پر "الف لام" عہد خارجی کا ہے
یعنی اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہیں اور وہی رسول ہیں جو سب
رسولوں میں سے خاص طور پر چنے ہوئے رسول ہیں یعنی گلشن رسالت کے سب
سے حسین پھول، جناب رسول مقبول ہادی السبل، سید الرسل، خاتم النبیین،
رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ، محمد ﷺ۔

برادران ملت! اب غور کیجئے اور سوچئے! کہ بے شمار ملائکہ اور لاتعداد
انسانوں میں سے کچھ بے عیب و باکمال ہستیوں کو خداوند قدوس نے اپنی رسالت و
نیابت کے لئے چنا۔ پھر ان چنے ہوئے رسولوں میں سے اس نے اپنے محبوب سید
المرسلین ﷺ کو خاص طور پر چن لیا۔ تو پھر سردار انبیاء، محبوب کبریا ﷺ کے
جاہ و جلال، ان کے فضل و کمال، ان کے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا؟! اور ان کے

مراتب جلیلہ و فضائل جمیلہ کی شان بے مثالی کی کیا انتہا ہوگی۔ سبحان اللہ!
اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا:

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیا، اولیا سے رسل　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھئے جسے　　ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس　　ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاج دار　　تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

پڑھئے درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

بزرگان ملت! یہی وہ مضمون ہے جس کو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ۔ یعنی یہ رسولوں کی جماعت ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ ایسے بھی رسول ہیں جن سے خداوند قدوس نے کلام فرمایا اور کچھ تو ایسے عظیم الشان ہیں کہ رب العزت نے ان کے بے شمار درجات بلند فرمادیئے۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں وہ رسول جن سے خداوند عالم نے کلام فرمایا وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ اور وہ رسول جن کے درجات عالیہ بے شمار ہیں وہ محبوب کردگار احمد مختار ﷺ ہیں۔

برادران اسلام! خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے شرف ہم کلامی کی معراج سے سرفراز فرمایا اور اپنے حبیب صاحب لولاک

سیار افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معراج دنی فتدلی میں فاوحی الی عبدہ مااوحی کے انداز خطاب کے ساتھ اپنے شرف کلام سے نواز کر سلطنت عزت واکرام کا تاجدار بنایا۔ مگر آیئے معراج موسوی و معراج محمدی اور کلام موسوی و کلام محمدی کا فرق دیکھئے۔ اور کلیم اللہ و حبیب اللہ کے تفاوت درجات کی منازل کا نظارہ کیجئے۔

معراج موسوی : بزرگان ملت! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج ہم کلامی کا مقام کوہ طور ہے جو زمین پر ہے اور معراج محمدی کی منزل بالائے عرش ہے جو آسمانوں کے اوپر ہے۔ گویا ان دونوں معراجوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند قدوس نے حکم فرمایا کہ وہ خود چل کر کوہ طور پر تشریف لائیں اور چالیس دن روزہ رکھیں اور چالیس راتوں میں عبادت کریں۔ چنانچہ جب چلہ پورا ہو گیا تو خداوند عالم نے ان کو اپنے شرف ہم کلامی سے نواز کر اپنی ایک تجلی کا جلوہ دکھا دیا چنانچہ رب العزت جل جلالہ خود ارشاد فرماتا ہے۔ ولما جاء موسی لمیقاتنا و کلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک یعنی جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آگئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنا دیدار عطا فرما۔ میں تجھ کو دیکھوں گا۔ خداوند ذوالجلال نے جواب میں فرمایا لن ترانی یعنی اے موسیٰ علیہ السلام تمہاری آنکھوں میں ہمارے جمال و جلال باکمال کے دیکھنے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔ اس لئے تم ہرگز ہرگز ہمارا دیدار نہیں کر سکتے۔ مگر پھر بھی حضرت حق جل مجدہ نے اپنے پیغمبر اولوالعزم کا دل نہیں

توڑا اور ارشاد فرمایا کہ ولٰکن انظرْ الی الجبل فاِن استقرّ مکانہ فسوف ترانی۔ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام آپ پہاڑ کی طرف نظر جمائیے اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر بر قرار رہا تو تقریباً آپ کو ہمارا دیدار حاصل ہو جائے گا۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ اس کو قرآن ہی کی زبان سے سنئے! فلمّا تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکّا وّ خرّ موسٰی صعقا۔ یعنی جب رب تبارک و تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی۔ تو پہاڑ اس تجلی کی تاب نہ لا کر چور چور ہو کر زمین پر بکھر گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایسی والہانہ کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ دنیائے ہوش و خرد سے بے نیاز ہو کر اپنے کیف و حال میں مستغرق ہو کر کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر لیٹ گئے۔ پھر جب کیفیت استغراق میں افاقہ ہوا تو بولے۔ قرآن فرماتا ہے۔ فلمّا افاق قال سُبحٰنک تُبتُ الیک و انا اوّلُ المُؤمنین۔ (اعراف) یعنی عرض کیا کہ اے اللہ! تو پاک ہے اور میں اب کبھی بھی تیرے دیدار کا سوال کرنے سے تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

معراج محمدی: برادران ملت! یہ تھی کلام موسوی و معراج کلیم کی ایک جھلک جو آپ نے ملاحظہ کی۔ اچھا اب آیئے اور کلام محمدی و معراج حبیب کا بھی ایک جلوہ دیکھئے اور یہ شعر ورد زبان کیجئے۔

ہیں کلیم طور موسیٰ، ہے شرف یہ بھی، مگر

دم میں سیر لامکاں معراج اسریٰ اور ہے

اللہ اکبر! مہمان عرش عظیم خود سے نہیں جاتے بلکہ رب العرش ملین سدرۃ المنتہیٰ کو بھیج کر انہیں بلاتا ہے اور بے شمار اعزاز و اکرام کیساتھ اپنی بارگاہ

قدس میں مہمان بنا کر اپنے قرب خاص میں مقرب بارگاہ بنا کر شرف ہم کلامی سے مشرف فرماتا ہے اور اپنے دیدار کی دولت سے مالامال فرماتا ہے۔ سبحان اللہ! کلام حبیب کی منظر کشی قرآن سے پوچھو۔ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ ثُمَّ دنی فتدلّٰی. فَکَانَ قَابَ قوسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی . یعنی محبوب خدا بارگاہ کبریا میں اس قدر قریب سے قریب تر ہوئے کہ دو کمانوں کا فرق رہ گیا۔ یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ اور دیدار کا یہ عالم ہے کہ مازاغ البصرُ و ما طغی، لقدْ رای مِنْ ایت ربّہِ الْکُبْرٰی۔ کہ نہ نگاہ جھپکی، نہ نظر بھٹکی اور خدا کی آیات کبریٰ کا دیدار و نظارہ فرما لیا۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

لیکن اے پیارے حبیب! آپ نے صرف تجلی اور روشنی ہی نہیں دیکھی بلکہ آپ نے تو عین ذات الٰہی کا اپنے سر کی آنکھوں سے دیدار فرمایا مگر نہ آپ کی آنکھ جھپکی نہ نظر بہکی، نہ کیفیت سے مغلوب ہوئے بلکہ پورے ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ لذت دیدار سے لطف اندوز ہو کر مسکراتے ہی رہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی نظر : برادران اسلام! لیکن یاد رکھئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے صرف تجلی الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔ مگر پھر بھی اس دیدار تجلی سے ان کی آنکھوں کو کس قدر نورانی کمال حاصل ہوا؟ یہ سننے کے قابل ہے۔ شفاء قاضی عیاض میں ایک حدیث ہے کہ کَانَ یَبصُرُ النَّمْلَۃَ السَّوْدَاءَ فِی اللَّیْلَۃِ الظُّلْمَاءِ مِنْ عشرۃِ فَرَاسِخَ، یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بصارت کا یہ عالم ہو گیا تھا

کہ وہ کالی چیونٹی کو اندھیری رات میں تیس میل کی دوری سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر جس آنکھ نے صرف نور الٰہی کی تجلی دیکھی۔ جب اس آنکھ کی نورانیت وبصارت کا یہ عالم ہے کہ اس کو ایک کالی چیونٹی گھٹاٹوپ اندھیری رات میں تیس میل کی دوری سے نظر آجائے، تو پھر اس آنکھ کی نورانیت وبصارت کا کیا عالم ہوگا؟ جس نے خدا کی عین ذات کو دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی۔ نہ نگاہ کج ہوئی نہ نظر بہکی۔

برادران ملت! حق تو یہ ہے کہ جس آنکھ سے خدا نہیں چھپا اس آنکھ سے خدا کی خدائی کب چھپ سکتی ہے؟ اس لئے سبز گنبد کے مکین حضور رحمتہ للعالمین ﷺ اگر عرش وفرش، مکان ولامکان، سارے عالم، تمام جہان کو بیک وقت اپنی نگاہوں سے دیکھ لیں تو اس میں کون سا تعجب کا مقام ہے؟

برادران ملت! حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کا مسئلہ آج گاؤں گاؤں میں اس پر سر پھٹول ہو رہی ہے اور ہر بدھو، خیراتی اور کٹھ ملے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب کے انکار کا گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کج فہموں کو کون سمجھائے کہ بھائی! غیب کے کیا معنی ہیں؟ غیب کے معنی چھپا ہوا۔ ہر چھپی ہوئی چیز غائب ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ چھپی ہوئی چیز کیا ہے؟ اجی سب سے زیادہ چھپی ہوئی چیز خدا کی ذات ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام خدا کی ذات کو غیب الغیب کہتے ہیں۔ یعنی وہ تمام چھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چھپا ہوا ہے اور ایسا چھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔ ایک مرتبہ کسی شاعر نے خداوند قدوس کی شکایت کرتے ہوئے لکھ مارا کہ

تیرے چھپنے سے پڑے دیر و حرم کے جھگڑے
تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

شاعر صاحب جھوم جھوم کر یہ شعر گنگنا رہے تھے اور خداوند قدوس کی شکایت کر رہے تھے کہ خداوندا! تیرے چھپنے ہی کی وجہ سے یہ مسجد و مندر کے جھگڑے کھڑے ہو گئے اگر تو پردہ اٹھا کر اپنا جمال دکھادے تو مسجد کا ملا اور مندر کا پجاری دونوں تیرے ہی آگے سر بسجود ہو جائیں اور مسجد و مندر کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ کسی صاحب حال صوفی نے سنا تو اس کو جلال آگیا کہ ابے او بے دال کے "بودم"! چپ! کیا بکتا ہے؟

یہی بہتر ہے کہ پردہ میں وہ روپوش رہے
وہ اگر پردہ اٹھا دے تو کسے ہوش رہے

ارے خدا کی ذات غیب الغیب ہے۔ وہ سب چھپے ہوؤں میں سب سے بڑھ کر چھپا ہوا ہے۔

اسے کون دیکھ سکتا؟ وہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

مطلب یہ ہے کہ خداوند قدوس کی ذات غیب الغیب ہے اور سب کی آنکھیں اس کے دیدار پر انوار سے عاجز و لاچار ہیں۔ مگر سبحان اللہ! محبوب خدا کی آنکھ وہ بے مثل و بے مثال آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب یعنی خدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ برادران ملت! اس آنکھ سے خدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑں درود

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلاَ یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی خدا ہر غیب کا جاننے والا ہے اور وہ ہر اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا لیکن اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں خود حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَ عَرَفْتُ عنّی شب معراج میں اللہ عزوجل نے اپنا دست کرم میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی۔ پھر ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں نے پہچان بھی لیا ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا یعنی اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

ایک دیوبندی طالب علم : حضرات! مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ ایک مرتبہ میں نے تقریر میں یہ مضمون بیان کر دیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہر امتی اور ہر جنتی و دوزخی کا علم رکھتے ہیں اور سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔ رات میں تقریر ہوئی اور صبح کو دیوبندیوں میں ایک ہل چل مچ گئی۔ یاروں نے ایک منچلے طالب علم کو سکھا پڑھا کر میرے پاس بھیج دیا۔ طالب علم نے نہایت بے باکی کے

ساتھ مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے رات میں یہ کہا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر دوزخی و جنتی کو پہچانتے ہیں۔ تو کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ہندوستان کے تمام بھنگیوں کا علم تھا؟ کہ وہ کتنے اور کون کون ہیں؟ اس بے ادبانہ سوال پر میری رگوں میں ایمانی خون کھولنے لگا اور میں نے کہا کہ تم اس سوال کو اس طرح بھی پوچھ سکتے تھے کہ کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ہندوستان کے تمام سیدوں کا علم ہے؟ مگر خواہ مخواہ تمہارا دماغ سنڈاس ہی میں کیوں پہنچ گیا اور تمہیں بھنگی ہی کی فکر کیوں پڑ گئی؟ طالب علم نے شرمندہ ہو کر کہا کہ بہر حال میرا سوال یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہر جنتی اور دوزخی کو پہچانتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا کہ صاجزادے! تم پڑھتے کیا ہو؟ کہنے لگا مشکوۃ شریف وغیرہ میں نے کہا واہ واہ! جب تو یار تم قریب المولوی ہو۔ میں نے فورا مشکوۃ شریف منگائی اور باب الایمان بالقدر کی فصل ثانی میں تیسری حدیث نکال کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہاں سے پڑھو! حدیث یہ تھی کہ

کتنے جنتی، کتنے دوزخی : حضور علیہ الصلاۃ والسلام کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو؟ کہ یہ دونوں کتابیں کون سی ہیں؟ حاضرین صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بغیر حضور کے بتائے ہم کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔ **فَقَالَ لِلَّذِی فِی یَدِہِ الْیُمْنٰی ھٰذَا کِتَاب" مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ فِیْہِ اسْمَاءُ اَھْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَاءِ ھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰی اٰخِرِ ھِمْ فَلَا یُزَادُ فِیْھِمْ وَلَا یُنْقَصُ مِنْھُمْ اَبَدًا،** یعنی حضور علیہ الصلاۃ

والسلام نے اپنے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں اور آخر میں میزان کل اور پوری فہرست کا ٹوٹل بھی لکھا ہوا ہے۔ لہذا اب اس میں کوئی کمی ہوگی نہ زیادتی۔ ثُمَّ قَالَ لِلَّذِی فِی شِمَالِهِ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَاءِ هِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰی اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ اَبَدًا یعنی پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے لئے فرمایا کہ یہ رب العالمین کی جانب سے آئی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں تمام دوزخیوں کے نام اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کا نام لکھا ہوا ہے اور آخر میں سب ناموں کی میزان کل اور پوری تعداد کا ٹوٹل بھی تحریر ہے لہذا اب اس میں لکھے ہوئے ناموں سے کم یا زیادہ ایک شخص بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔

طالب علم نے جب پوری حدیث پڑھ لی تو میں نے کہا کہ تم نے دیکھا؟ تمام جنتیوں اور جہنمیوں کی فہرست مع ان کی ولدیت اور خاندان کے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس موجود ہے۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ ہندوستان کے بھنگی اگر جنتی ہیں تو پھر انہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام جانتے ہیں اور اگر جہنمی ہیں تو پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کا علم ہے بہر حال اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ہر جنتی اور ہر دوزخی کا علم ہے۔ میری یہ تقریر سن کر طالب علم حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ حضور ہم نے یہ حدیث پڑھی مگر ہمارے اساتذہ نے اس حدیث کی ایسی توضیح نہیں کی۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس وسیع علم کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میاں! یہ

کون سی نئی بات ہے؟ قرآن مجید میں کتنی جگہ تم نے پڑھا کہ وَیَکْتُمُوْن ما انزل اللّٰہُ یعنی علمائے یہود نبی آخر الزمان کی ان نشانیوں کو جو توریت میں ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں اپنی قوم سے ہمیشہ چھپاتے رہے۔ اسی طرح آج بھی جن بد نصیبوں کے دلوں میں عظمت مصطفیٰ کا چراغ گل ہو چکا ہے۔ وہ فضائل رسول کی آیتوں اور حدیثوں کو کہاں بیان کرتے ہیں؟ مگر یاد رکھو! ؎

کیسے چھپیں انوار رسول
چاند پہ کس نے ڈالی دھول

دشمنان رسول فضائل و کمالات نبوت پر لاکھ پردہ ڈالیں۔ ہزار بار ان کی شان گھٹائیں۔ مگر زمین و آسمان زبان حال سے ببانگ دہل اعلان کر رہی ہیں اور آیات بینات و احادیث کے شواہد اہل ایمان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آگاہ کر رہے ہیں کہ اے اہل ایمان! تم دشمنان رسول سے کہہ دو! کہ تم ہرگز ہرگز نبی مکرم و رسول معظم کی شان نہیں گھٹا سکتے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا　　جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نبی آخر الزمان،، خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے "الرسول" فرما کر یہ اعلان فرما دیا کہ میرا محبوب تمام رسولوں میں ایک خاص الخاص رسول ہے جس کو تمام رسولوں میں سے چن کر خداوند عالم نے بھیجا ہے پھر اس رسول کی عظمت شان کا بیان کس زبان میں طاقت ہے کہ کر سکے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں　　خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

برادران ملت! آگے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ''الرسول'' کی طرح ''النبی'' پر بھی ''الف لام'' عہد خارجی لاکر مولیٰ عزو جل نے اعلان فرمادیا کہ پیارے حبیب خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ یعنی جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔

''النبی'' اس آیت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی دوسری صفت ہے لیکن بہت سے لوگ نبی کے معنی نہیں جانتے لہذا آیئے میں آپ کو اس مجلس میں ''نبی'' کے لغوی واصطلاحی معنی بھی بتادوں۔ تاکہ آپ کو مرتبہ نبوت کی عظمت و جلالت کا کچھ حال معلوم ہو جائے۔ دیکھئے! اصطلاح شریعت میں ''نبی'' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو خداوند عالم نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور لغت میں لفظ ''نبی'' جو ''فعیل'' کے وزن پر ہے۔ صاحب مدارک التنزیل فرماتے ہیں کہ یہ لفظ یا تو ''نبو'' ''سے مشتق ہے یا ''نباء'' '' سے۔ ''نبو'' '' کے معنی بلند ہونا اور نباء'' کے معنی خبر دینا اور یہ بھی یاد رکھئے کہ فعیل کا وزن اسم فاعل و اسم مفعول دونوں کے لئے آتا ہے تو اب ہم اگر اس لفظ کو نبو'' سے مشتق مانیں اور فعیل کو اسم فاعل کے معنی میں لیں تو نبی کا ترجمہ ہوا'' بلند مرتبہ والا'' اور اگر ہم اسم مفعول کے معنی میں لیں تو نبی کا ترجمہ یہ ہوا کہ ''بلند مرتبہ دیا ہوا''۔ سبحان اللہ! لفظ نبی کے مفہوم ہی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ نبی وہ شخص ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ پھر اللہ اکبر! وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں

کا بھی رسول جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! ؎

ہے شاہوں کو بھی وجہ نیک نامی

شہِ خوباں ترے در کی غلامی

برادران ملت! دربار رسول سے غلامان سرکار کو کیسے کیسے بلند رتبے ملے۔ سرکار دو جہاں نے اپنی شمع نبوت کے پروانوں کو دین و دنیا کی کیسی کیسی نعمتوں، سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالامال فرمادیا اس کا کچھ اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔

جنتی بلال : حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حبشی غلام تھے۔ نہ کوئی عزت تھی نہ وقار۔ مکہ کی گلیوں میں ذلیل و خوار پھرتے تھے مگر جب غلامی رسول کا پٹا اپنے گلے میں ڈال کر مسلمان بن گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس قدر نوازا کہ بڑے بڑے مراتب و درجات ان کے قدموں کی ٹھوکر پر قربان ہونے لگے۔ ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَالِی یَا بِلَالُ قَدْ وَجَدتُّ خَشْخَشَتَکَ اَمَامِی فِی الْجَنَّۃِ۔ یعنی کیا معاملہ ہے اے بلال! کہ میں جب جنت کی سیر کو گیا تو میں نے تیرے قدموں کی آہٹ اپنے آگے آگے پائی۔ یعنی جس طرح چوب دار خادم بادشاہ کے آگے آگے چلتے ہیں۔ اے بلال! میں نے دیکھا کہ تو جنت میں خادم و چوب دار کی حیثیت سے میرے آگے چل رہا ہے۔ بلال عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ﷺ اور تو

میرا کوئی خاص عمل نہیں ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ میں دن رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت تحیۃ الوضوء ضرور پڑھ لیتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اے بلال! یہ تمہارے اسی عمل کی برکت ہے۔ سبحان اللہ! بلال جیسے ایک حبشی غلام کو اتنا بلند مرتبہ مل گیا جو جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جنت الفردوس میں حضور سلطان کونین کے چوبدار بن کر آگے آگے چل رہے ہیں۔ یہ صرف غلامی رسول ہی کا صدقہ ہے اور دربار مصطفیٰ ہی کا عطیہ ہے ورنہ کہاں بلال اور کہاں جنت الفردوس میں سلطان کونین کی چوبداری کا اعزاز؟ حضرت بلال اسی نوازش رسول ہی کی بدولت اتنے معظم و مکرم ہو گئے کہ بڑے بڑے صحابہ اور مہاجرین و انصار سیدنا بلال کہا کرتے تھے اور جب بلال مدینہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے تھے تو وہ اکابر صحابہ جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ نور بصیرت بھی تھا بلال کا چہرہ دیکھ کر زبان حال سے پکار اٹھتے تھے۔

بدر اچھا ہے فلک پر نہ ہلال اچھا ہے چشم بینا ہو تو دونوں سے بلال اچھا ہے

کسی شاعر نے ایک مرتبہ بلال بن عبداللہ رئیس کی مدح میں یہ کہہ دیا کہ

بلالُ بنُ عبدِاللہ خیرُ بلالٖ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مصرع سنکر آپے سے باہر ہو گئے اور انتہائی جلال میں فرمایا کہ "کذبت یا عبداللہ" یعنی اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔

بلالُ رسولِ اللہ خیرُ بلالٖ

یعنی بلال بن عبداللہ سب سے اچھا بلال نہیں ہے بلکہ خدا کی اس زمین پر اور خدا کے اس آسمان کے نیچے سب سے اچھا بلال رسول اللہ کا بلال ہے۔

حضرات یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حضرت بلال کو مسجد نبوی کے موذن ہونے کا عزاز حاصل تھا مگر چونکہ یہ حبشی تھے اس لئے عربی حروف کو صحیح مخارج سے کما حقہ ادا نہیں کر سکتے تھے "ح" کی جگہ "ہ" ادا کرتے تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

آں بلال صدق در بانگ نماز
حی را ھی ہمی خواند از نیاز

یعنی حضرت بلال اذان میں حی علی الصلوۃ کی جگہ ہی علی الصلوۃ کہتے تھے۔

تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست
ایں خطا اکنوں کہ آغاز بنا است

صحابہ نے عرض کیا کہ اے پیغمبر! یہ ٹھیک بات نہیں ہے کہ ابھی اسلام کی ابتدا ہے ایسے وقت میں اتنی غلط اذان دینے والا موذن مناسب نہیں ہے۔

اے نبی واے رسول کردگار
یک موذن کہ بود افصح بیار

اے نبی اور اے خدا کے رسول! ایک ایسا موذن مقرر فرمائیے جو بہت زیادہ فصیح ہو تا کہ اس کی اذان میں بہت زیادہ کشش ہو۔

خشم پیغمبر بجوشید و بگفت یک دو رمزے از عنایات نہفت
کائے خساں! نزد خدا ھیِ بلال بہتر از صد حی وحی و قیل وقال

یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا غیظ و غضب جوش میں آگیا اور انتہائی غصہ میں اپنی عنایات خاص سے وہ ایک راز کی بات فرما کر یہ فرمادیا کہ اے کم ہمتو! تمہیں کیا خبر کہ بلال کا ھی علی الصلوۃ تمہارے سینکڑوں حی حی اور قیل و قال سے خدا کے

نزدیک بہتر ہے اور زندگی بھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو موذن ہونے کے اعزاز پر بر قرار رکھا۔ سبحان اللہ! رسول کے درپاک سے کون سی وہ نعمت ہے جو نہیں ملتی؟ سچ ہے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے دربار گوہر بار سے دونوں جہان کی نعمتیں اور دولتیں ملتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جوان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں اور "نا" کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

برادران ملت! دربار رسول کے عطیات کا ذکر آگیا ہے تو آیئے! اس کے اور بھی چند نمونے ملاحظہ فرمالیجئے! کہ رسول کریم سے غلاموں کو کیسی کیسی نعمتیں عطا ہوئیں۔

سر، یا شفاخانہ حنظلہ بن حزیم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دریائے رحمت جوش میں تھا۔ سرکار دو جہاں نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ دیا اور دعائے برکت فرمادی۔ اب حنظلہ کا یہ حال تھا کہ آدمی ہو یا جانور کسی کو پھوڑا ہو یا ورم، حضرت حنظلہ صرف اپنا سر اس مریض کے جسم پر لگا دیتے اور مریض کو فی الفور شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ (الکلام المبین)

سو برس کا جوان عمرو بن ثعلبہ جُہنی مقام سیالہ میں مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے بہادر اور جاں نثار شخص تھے۔ سرکار دو عالم کو ان پر پیار آگیا اور ان کے سر اور داڑھی پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔ عمرو بن ثعلبہ سو برس کی عمر پا کر دنیا سے گئے مگر ان کے سر یا داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا اور آخری دم تک شباب قائم رہا۔ (الکلام المبین)

جوان بڑھیا اسی طرح زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر ایک مرتبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے پانی چھڑک دیا اس کی برکت سے عمر بھر جوانی کی رونق ان کے چہرے پر برقرار رہی۔ نہایت ہی ضعیفہ ہو چکی تھیں مگر چہرے پر جوانی کا جمال بدستور رہا (الکلام المبین)

سو بچوں کا باپ : حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے مال و اولاد کی دعا فرمادی تو ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا اور کثرت اولاد کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اولاد کا شمار ایک سو سے زائد ہے۔ (الکلام المبین)

قتادہ کی آنکھ : حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جنگ احد میں لڑتے تھے کہ اچانک ان کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ بہہ کر رخسار پر آگئی۔ سرکار دو عالم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو حلقۂ چشم میں رکھ دیا اور دست مبارک پھیر دیا۔ وہ آنکھ بالکل اچھی ہو گئی بلکہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور روشن رہی (الکلام المبین)

برادران ملت! مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ جب قتادہ بن نعمان کے پوتے عاصم بن

عمر بن قتادہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز کے دربار میں پہنچے اور امیر المومنین نے ان کا حسب نسب دریافت فرمایا تو آپ نے تڑپ کر فخریہ لہجے میں اپنے تعارف کے لئے یہ دو شعر پڑھ دیئے۔

انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ فردت بکف المصطفیٰ ایما رد

فعادت کما کانت لاول امرھا فیا حسن ما عین و یا حسن مارد

یعنی میں اس شخص کا فرزند ہوں کہ جس کی آنکھ (جنگ احد میں) بہہ کر رخسار پر چلی آئی تھی تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کو اس کی جگہ پر واپس لوٹا دیا تو وہ آنکھ پہلے ہی جیسے ہو گئی۔ تو واہ رہے! اس آنکھ کا حسن اور واہ رے! حضور کا آنکھ کو لوٹا دینا، امیر المومنین یہ سن کر بے حد متاثر ہوئے اور عاصم بن عمر بن قتادہ کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کیا۔ (الکلام المبین)

الغرض بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرمادیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحب مراد کی مراد پوری فرمادی۔ کسی کو جنت بخش دی۔ کسی کو جنہم سے نجات کا پروانہ عطا فرمادیا۔ کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا کسی کو مال و اولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ کسی کو عزت دارین کا تاج پہنادیا۔ کسی کو صدیق بنادیا۔ کسی کو فاروق بنادیا کسی کو غنی کر دیا۔ کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔ مگر بھائی صحیح ڈھنگ سے مانگنے والا چاہئے۔ سچ ہے۔

در رسول سے اے راز کیا نہیں ملتا
کوئی پلٹ کے نہ خالی گیا مدینے سے

برادران ملت! میں عرض کر چکا کہ نبی میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ

نبو" سے مشتق ہے۔ یہ آپ سن چکے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ "نبی" نباء" سے مشتق ہے۔ اس بنا پر نبی کا ترجمہ ہوا خبر دینے والا یا خبر دیا ہوا" اب سوال یہ ہے کہ نبی کن چیزوں کی خبر دیتا ہے؟ کیا نبی اپنے زمانے میں ہونے والے واقعات کی خبریں دیتا ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ تو نامہ نگاروں اور خبر رساں ایجنسیوں کا کام ہے۔ ایسی خبروں کے لئے نبی کی کیا ضرورت ہے؟ اچھا! تو کیا نبی اس بات کی خبر دیتا ہے"؟ کہ شکر میٹھی ہے اور مرچ کڑوی ہے، عطر خوشبودار ہے اور کول تار بدبودار، کوا کالا ہے اور بگلا سفید، ڈھول کی آواز بھدی ہے اور سرنگی کی آواز سریلی، لوہا سخت ہے اور موم نرم، آگ گرم ہے اور برف ٹھنڈی، ہرگز نہیں! ان چیزوں کی خبر دینا یہ نبی کا کام نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کو تو ہم اپنے پانچوں حواس زبان، ناک، آنکھ، کان، ہاتھ سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ان خبروں کے لئے نبی کی کیا ضرورت ہے؟ اچھا تو نبی اس بات کی خبر دینے آتا ہے کہ دو اور دو مل کر چار ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں! کیونکہ اتنی بات تو ہم اپنی بداہت عقل سے جان سکتے ہیں۔ پتہ چلا کہ نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں اور نہ وہاں عقل کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارك التنزيل نے فرمایا کہ والنَّبِیُّ مِنَ النَّبَالِاَ نَّه' يُخبِرُ عَنِ اللّٰه تعالٰی یعنی نبی "نبا" سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی سائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا تلك من انباء الغيب نوحيها اليك یعنی اے پیغمبر! یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمہاری جانب بھیجتے ہیں۔ اسی لئے

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے ترجمۃ القرآن میں یا ایھا النبی کا ترجمہ اس طرح فرمایا کہ "اے غیب کی خبریں دینے والے" اور مولوی عبدالحفیظ بلیاوی فاضل دارالعلوم دیوبند نے بھی اپنی کتاب مصباح الغات میں نبی کا یہی ترجمہ لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔ (مصباح اللغات ص ۸۳۵)

نبی اور علم غیب برادران اسلام! معلوم ہوا کہ غیب کی خبر دینا نبی کے مفہوم میں داخل ہے۔ لہذا جو شخص حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نبی تو مانتا ہے مگر ان کی غیب دانی کا انکار کرتا ہے تو وہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی شخص آگ کو آگ تو مانتا ہے مگر اس کے گرم ہونے کا انکار کرتا ہے مگر یاد رکھئے کہ آگ کی حرارت کا انکار کرنے والا در حقیقت آگ ہی کا منکر ہے۔ اسی طرح علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر در حقیقت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔

برادران ملت! غیب کی خبروں کا ذکر آگیا تو چند مثالیں بھی سن لیجئے۔

مغلوب غالب ہوگا؟ بادشاہ فارس اور بادشاہ روم کی لڑائی میں بادشاہ روم مغلوب ہو گیا۔ کوئی نہیں کہتا تھا کہ رومی دوبار غالب ہو سکیں گے۔ مگر غیب دان نبی نے قرآنی زبان میں اعلان فرمادیا کہ الٓمٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ یعنی رومی مغلوب تو ہو گئے مگر وہ چند ہی برس میں عنقریب غالب ہو جائیں گے چنانچہ نو برس کے اندر ہی رومی غالب ہو گئے۔

کون کب اور کہاں مرے گا؟ جنگ بدر میں لڑائی سے ایک دن پہلے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک چھڑی سے میدان جنگ میں لکیریں کھینچ کھینچ کر فرمادیا کہ کل ابو جہل اس جگہ مرا پڑا ہوگا اور امیہ کی لاش اس لکیر کے پاس ہوگی۔ اس طرح تمام صنادید قریش جو جنگ میں مقتول ہونے والے تھے ایک دن پہلے ہی ان کی موت کی خبر دی اور مرنے کی جگہ بھی بتادی۔

ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ حضور کی چچی ام الفضل ایک دن سامنے سے گزریں سرکار دو جہاں نے فرمایا کہ چچی جان! تمہارے اس حمل سے بیٹا پیدا ہوگا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس پیدا ہوا اور ام الفضل ان کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی اور اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں ڈالا اور عبداللہ نام رکھا اور فرمایا کہ لے جاؤ! یہ خلفاء کے باپ ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہوا کہ خلفائے بنی عباس سب کے سب عبداللہ بن عباس ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور پانچ سو برس سے زیادہ آپ کی اولاد نے سلطنت کی (الکلام المبین)

کون پہلے اور کون بعد کو مرے گا؟ جنگ موتہ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے لشکر کا امیر زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان کسی کو امیر چن لیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی واقعہ ہوا کہ تینوں صاحبان اس

لڑائی میں شہید ہوئے پھر لوگوں نے حضرت خالد بن الولید کو سردار چن لیا اور ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ موتہ میں یہ جنگ جاری تھی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام مدینے میں بیٹھے ہوئے ان لوگوں کی شہادت کی خبر دیتے رہے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (الکلام المبین)

ابوذر کا کفن: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو ان کی بیوی رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا کہ روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا کہ میں کیوں نہ روؤں؟ تمہاری وفات جنگل میں ہو رہی ہے اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی۔ ابوذر نے فرمایا مت روؤ! جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں مرے گا اور اس کے جنازے پر مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں مرنے والا شخص میں ہی ہوں اس لئے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو! یہ کہہ کر حضرت ابوذر انتقال فرما گئے۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ اچانک کچھ سوار آگئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور حضرت ابوذر کو اسی کفن میں آنے والے مسلمانوں نے دفن کیا۔

حضرت علی کی شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اگلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی وہ سرخ رنگ کا آدمی تھا جس کا نام قدار بن ثعلب تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر ڈالا تھا اور اس امت کا سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ تمہاری داڑھی خون سے رنگین ہو

جائے گی اور تم شہید ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے آپ کی پیشانی پر تلوار ماری اور آپ کا خون بہہ کر داڑھی پر آگیا اور اسی زخم سے آپ شہید ہو گئے۔ (الکلام المبین)

اُمّی : حضرات! "الذین یتبعون الرسول النبی الامی" میں رسول اور نبی کے معنی تو آپ ایک حد تک سمجھ چکے۔ اب تیسری صفت "امی" ہے۔ "امی" کے یہاں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ "ام القریٰ" یعنی مکہ مکرمہ کی طرف نسبت ہے۔ نبی آخر الزمان امی ہیں۔ یعنی 'ام القریٰ' مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ دوسرے معنی "امی" کے یہ ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی استاد سے نہیں پڑھا چونکہ آپ محبوب کبریا ہیں۔ اس لئے غیرت خداوندی نے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے اور خود رب العالمین ہی نے آپ کو تمام علوم اولین و آخرین کا عالم بنا دیا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ "من ادبك یا رسول اللہ" یعنی یا رسول اللہ! (ﷺ) کس نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی؟ تو ارشاد فرمایا کہ "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" یعنی میری تعلیم و تربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم و تربیت فرمائی ہے معلوم ہوا کہ رحمتہ للعالمین کا استاد رب العالمین کے سوا کوئی نہیں ہے اور جس کا استاد رب العالمین ہو اسے پھر دنیا میں کسی استاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا:

ایسا امی کس لئے منت کش استاد ہو　　کیا کفایت اس کو اقراء ربک الاکرم نہیں

سبحان اللہ! کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا۔ مگر اعلم الخلق ہیں و **یعلمھم**

الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ یعنی سارے جہان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔
حضرت جامی اس نکتہ کو کتنے حسین پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت

بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب نہ کبھی کسی مکتب میں گئے نہ کبھی کوئی تحریر لکھی
مگر اپنے چشم وابرو کے ایک اشارے سے سینکڑوں مدرسین کو سبق پڑھا دیا۔

مبشر توریت اور انجیل : حضرات! پروردگار عالم نے اپنے محبوب کی
چوتھی صفت کو اس طرح بیان فرمایا الَّذِی یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ
وَالْاِنْجِیْلِ یعنی نبی آخر الزمان کا ذکر جمیل لوگ توریت وانجیل میں لکھا ہوا پائیں
گے۔ نبی آخر الزمان کی نشانیاں یوں تو تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہیں مگر خاص
کر توریت وانجیل میں ایسے ایسے فضائل وکمالات مذکور ہیں کہ اہل کتاب کا بچہ بچہ
آپ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کو جانتا پہچانتا تھا۔ قرآن گواہ ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا
یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ یعنی اہل کتاب رسول کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس
طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی بعثت سے پہلے ہی
آپ کا وسیلہ پکڑ کر خدا سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ قرآن میں ہے
وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنی اہل کتاب کفار سے
جنگ کے وقت اس طرح دعائیں مانگتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ
فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ نَعْتَہٗ فِی التَّوْرٰۃِ یعنی اے اللہ! نبی آخر الزمان کے
وسیلہ سے ہماری مدد فرما جن کی صفت ہم توریت میں پاتے ہیں۔ (مدارک)

اوامر و نواہی پروردگار عالم نے حضور کی پانچویں اور چھٹی صفت کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ **یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ** یعنی وہ رسول اعظم خدا کے بندوں کو ہر اچھی چیز کا حکم دیں گے اور ہر بری چیز سے منع فرمائیں گے۔

اور ساتویں اور آٹھویں صفت کا ذکر فرماتے ہوئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا **وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ** یعنی وہ رسول تمام ستھری چیزوں کو حلال ٹھہرائیں گے اور تمام گندی چیزوں کو حرام فرمائیں گے۔

اچھائی اور برائی کی کسوٹی : سبحان اللہ! اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ اچھائی اور برائی کا معیار کیا ہے؟ کون چیز اچھی اور کون چیز بری ہے؟ تو خوب سمجھ لو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کا حکم دے دیا یا جس چیز کو حلال فرما دیا وہ یقیناً اچھی ہے اور جس سے منع فرما دیا یا حرام فرما دیا وہ بلاشبہ بری ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی چیز کی برائی یا اچھائی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی ہے تو تم یقین کر لو کہ یہ تمہاری عقل کی کوتاہی اور سمجھ کا قصور ہے۔ یاد رکھو تمہاری عقل و سمجھ ہزار بار غلطی کر سکتی ہے مگر فرمان مصطفیٰ ہرگز ہرگز کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ زمین پھٹ سکتی ہے اور ایک دن پھٹ جائے گی آسمان ٹوٹ سکتا ہے اور ایک دن ٹوٹ جائے گا سارا جہان مٹ سکتا ہے اور ایک دن مٹ جائے گا۔ مگر خدا کی قسم فرمان مصطفیٰ نہ مٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے۔

ہزاروں فلسفیوں کی چناں چنیں بدلی
نبی کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

دیکھ لو! اسلام نے شراب کو حرام ٹھہرایا تو یورپ اور امریکہ کے مدعیان عقل ہنستے تھے کہ نبی اسلام نے شراب جیسی پر لطف و کیف آور چیز کو حرام ٹھہرا کر انسانیت پر بڑا ظلم کیا۔ مگر جب یورپ و امریکہ کی عقلیں حد بلوغ کو پہنچیں تو انہیں سورج کی طرح نظر آگیا کہ واقعی پونے چودہ سو برس پہلے جو نبی رحمت نے شراب کو "ام الخبائث" تمام برائیوں کی جڑ بتا کر حرام فرمایا تھا وہ انتہائی حکیمانہ فیصلہ تھا۔ آج سارا یورپ، پورا امریکہ۔ تمام ایشیا خصوصاً ہندوستان بلبلا رہا ہے اور چیخ رہا ہے کہ شراب بندی کرو! اور انسانیت کو اس ام الخبائث کی بلائے عظیم سے نجات دو۔

مسلمانو! دیکھا آپ نے؟ آج جب عقل انسانی ترقی کی منزل پر پہنچی تو اسی کو اچھا کہا جس کو رسول عربی نے اچھا کہا تھا اور اسی کو برا کہا جس کو رسول عربی نے برا کہا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھائی اور برائی کا صحیح معیار اور سچی کسوٹی فرمان رسول ہی ہے۔

انسانیت کا محسن اعظم : برادران ملت! اچھا اب آیئے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نویں صفت کا جلوہ دیکھئے ارشاد ربانی ہے۔ **ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم** یعنی وہ رسول انسانوں کے بوجھ اور گلے کے پھندوں کو اتار دیں گے!

بزرگان ملت! نبی آخر الزمان کی بعثت و تشریف آوری سے قبل دنیا طرح طرح کے غلط رسم و رواج کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی اور مذہب کے نام پر ایسی ایسی بھاری بھرکم پابندیاں انسان پر لاد دی گئی تھیں کہ انسانیت ان کے بوجھ

سے دب کر بلبلا رہی تھی۔ مشرکانہ مراسم کی جکڑبندیاں اور یہودیوں کی محرف شریعت کی مشکلات اور کٹھنائیاں انسانیت کے نازک گلے کا طوق اور پشت کا ناقابل برداشت بوجھ بنی ہوئی تھیں۔ مگر نبی آخر الزمان نے تشریف لا کر مشرکانہ رسوم اور ننگ انسانیت، جکڑبندیوں کا جوا انسانیت کی گردن سے اتار پھینکا اور برسوں کی روندی اور کچلی ہوئی انسانیت کو سربلند کر کے معراج ترقی پر پہنچا دیا اور انسانیت کو اس کی فطری حریت کا تخت و تاج دوبارہ بخش دیا اور انسان کو اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی لعنت سے نجات دلائی اور پادریوں اور راہبوں کی مصنوعی خدائی کے بتوں کو پاش پاش کر کے انسان کو صرف ایک خدائے واحد کا پرستار بنا دیا۔ جاہلوں اور گنواروں کو کتاب و حکمت کا معلم اور کنکروں، پتھروں کو ہیرے اور موتی سے زیادہ قیمتی اور ذروں کو رشک آفتاب بنا دیا۔ جن کے ہاتھوں میں اونٹوں کی مہار تھی ان کے ہاتھوں میں قوموں اور ملکوں کی قسمت کی باگ دوڑ عطا فرما دی۔ ظلم و عدوان کی اندھیری دنیا میں عدل و انصاف کے چراغوں سے چراغاں کر دیا۔ اندھوں کو آنکھیں ملیں۔ بہروں کو سماعت نصیب ہوئی۔ گونگے اعلان حق کے نقیب بن گئے۔ مورتیوں، پتھروں، درختوں دریاؤں سے ڈر کر ان کے آگے جبین عبودیت ٹیک دینے والے انسان کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ عطا فرما کر تمام جھوٹے خداؤں کے خوف وہراس سے نڈر بنا دیا اور انسان کو اس نعرہ حق کا علمبردار بنا دیا کہ اے انسان! تو صرف خدا کے لئے ہے اور ساری خدائی تیرے لئے ہے۔

عرب کے لوگ بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ عورتوں پر ظلم ڈھاتے تھے۔ لونڈیوں اور غلاموں پر ستم کے پہاڑ توڑتے تھے اور ان جرائم کو اپنے

لئے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔ مگر رحمت عالم نے ان کا مزاج بدل دیا کہ وہ یتیم بچوں کی پرورش اور عورتوں پر رحم و کرم اور لونڈیوں، غلاموں پر ترس کھانے کو شرافت انسانیت کا اعلیٰ معیار سمجھنے لگے۔

نافع الخلائق، دافع البلاء برادران ملت! اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام "نافع الخلائق" بھی ہیں اور "دافع البلاء" بھی۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو "دافع البلا" کہنا شرک قرار دیتے ہیں۔ کیا تکلیفوں کے بوجھ کو اتار دینا اور مصیبتوں کے پھندوں کو گلے سے جدا کر دینا۔ یہ نفع پہنچانا اور بلاؤں کا دفع کرنا نہیں ہے؟ پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نافع الخلائق اور دافع البلاء کہنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے؟ بھائیو! ہمارا تو قرآن پر ایمان ہے۔ اس لئے ہم تو آخری سانس تک یہی عقیدہ رکھیں گے۔

رافع، دافع، نافع، شافع — کیا کیا رتبے پاتے یہ ہیں
شافع امت، نافع خلقت — رافع رتبے بڑھاتے یہ ہیں
دافع، یعنی حافظ و حامی — دفع بلا فرماتے یہ ہیں

لطیفہ مگر بھائیو! بات یہ ہے کہ وہابی ملا اہل علم کی ملاقات سے بہت کتراتے ہیں۔ یہ تو بھولے بھالے بے علم مسلمانوں کا شکار کرتے ہیں۔ آپ نے مرغ بھیڑیا اور شیر کا قصہ تو سنا ہی ہوگا۔ صاحبو! ایک مرغ تھا وہ روزانہ کھا پی کر ایک درخت کی اونچی شاخ پر بیٹھ کر بانگ دیا کرتا تھا۔ ایک بھیڑیے نے مرغ کو دیکھا تو منہ میں پانی آ گیا مگر بھیڑیا درخت پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔ سوچا کہ کسی اور طریقے سے تو یہ شکار ہاتھ نہیں آ سکتا لہٰذا اس بھولے مرغ کو دین کے نام پر بلانا چاہئے

چنانچہ بھیڑیا درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا اور بولا کہ مرغا میاں! ماشاء اللہ تم نے اذان بہت اچھی دی۔ اچھا! اب اترو! ہم تم ایک ساتھ نماز پڑھ لیں۔ مرغ بھیڑیے کی نیت کو سمجھ گیا کہ یہ نماز کے نام پر بلا کر مجھے چٹ کر جائے گا۔ مرغ درخت پر سے دیکھ رہا تھا کہ ایک شیر چشمے پر پانی پی رہا ہے اور وہ یقیناً پانی پی کر اسی درخت کے نیچے آرام کے لئے آئے گا۔ مرغ نے بھیڑیے کو جواب دیا کہ بہت اچھا ملا جی! ذرا ٹھہریے! اذان ہو چکی ہے اور امام صاحب وضو کر رہے ہیں۔ امام صاحب کو آجانے دیجئے پھر جماعت سے نماز ہو گی۔ بھیڑیا کھڑا رہا اتنے میں شیر آپہنچا۔ اب بھیڑیے نے جو شیر کی صورت دیکھی تو بھاگ نکلا۔ مرغ بولا۔ ارے ارے ملا جی کہاں چلے؟ آیئے! نماز پڑھ لیجئے! امام صاحب آگئے۔ بھیڑیا بھاگتے ہوئے بولا کہ بھائی میرا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ وضو کرنے جا رہا ہوں۔

دیکھا آپ نے بھیڑیا مرغ کے سامنے تو نماز کی تبلیغ کرتا ہے مگر جب شیر سامنے آجاتا ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بس یہی حال وہابی ملاؤں کا ہے کہ جاہلوں کو نماز و کلمہ کے نام پر بلا کر وہابیت کا انجکشن دے کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں مگر جب کسی اہل علم سے ان کا مقابلہ ہو جاتا ہے تو ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم اختلافی مسائل پر بحث نہیں کرتے۔ ہم تو صرف کلمہ اور نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔

صاحب النور خیر! حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نو صفتوں کا ذکر تو آپ سن چکے۔ اب دسویں صفت کا بیان فرماتے ہوئے اس آیت میں ارشاد فرمایا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ

اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم و نصرت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان پر نازل کیا گیا ہے تو وہی لوگ بامراد ہیں۔

حضرات! اس آیت میں فرمایا گیا کہ قرآن نور ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام صاحب نور ہیں اور دوسری آیت میں ہے کہ قَدْ جَاءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام خود نور ہیں۔ اس میں ایک بڑا لطیف نکتہ ہے دیکھیے نور کے معنی ہیں اَلظَّاهِرُ بِنَفْسِهٖ وَالْمُظْهِرُ لِغَيْرِهٖ یعنی نور وہ شے ہے جو خود تو روشن ہو اور دوسروں کو روشن کر دے۔ رب العزت جل جلالہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نور کا خطاب دے کر بتادیا کہ اگر تم قرآن کو سمجھنا چاہتے ہو تو قرآن کو نور مصطفیٰ۔ یعنی حدیث رسول کی روشنی میں پڑھو اور اگر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے کمالات نبوت کا جلوہ دیکھنا ہو تو نور قرآن کی روشنی میں ذات پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھو یاد رکھو! اگر نور نبوت یعنی احادیث کریمہ کی روشنی سے الگ ہو کر قرآن کو سمجھنا چاہو گے تو تم ہرگز ہرگز قرآن کو نہیں سمجھ سکتے اور اسی طرح اگر نور قرآن کی روشنی کو چھوڑ کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات پاک کو سمجھنا چاہو گے تو ہرگز ہرگز کمالات نبوت کے جلوے تمہیں نظر نہیں آسکتے۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

رسول اللہ کی مدحت کلام اللہ سے پوچھو
کلام اللہ کی عظمت رسول اللہ سے پوچھو

فلاح کی چار شرطیں عزیزان ملت! مومن کی فلاح اور کامیابی دارین کے لئے خداوند کریم نے اس آیت میں چار شرطیں رکھی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس

نبی پر ایمان لائیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس نبی کی تعظیم کریں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس نبی کی نصرت کریں۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ قرآن پر عمل کریں۔

ایمان پہلی شرط ایمان ہے۔ ایمان کے کیا معنی ہیں؟ حضرات! ایمان عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ "مان لینا" یعنی خدا اور رسول کو سچے دل سے مان لینا یہ ایمان ہے۔ برادران اسلام! آپ نے غور کیا؟ ایمان نام ہے مان لینے کا۔ دیکھئے! ایک تو ہے کسی کو جان لینا اور پہچان لینا۔ یہ اور بات ہے۔ اور مان لینا یہ اور بات ہے۔ یاد رکھئے کہ رسول کو صرف جان لینے اور پہچان لینے سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ مومن جبھی ہو سکتا ہے کہ رسول کو جان پہچان کر دل سے مان بھی لے قرآن مجید میں ہے کہ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم یعنی توارت وانجیل پڑھنے والے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ نبی آخرالزمان۔ خاتم پیغمبران یہی ہیں مگر یہ اہل کتاب مومن کیوں نہیں کہلائے؟ اس لئے کہ یہ لوگ رسول کو صرف جانتے پہچانتے تھے۔ دل سے مانتے نہیں تھے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ جاننا اور چیز ہے اور ماننا اور چیز ہے۔ میاں! ماننے والے کی تو شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ماننے والا جب کسی کو مان گیا تو پھر مان گیا ماننے والے کو دنیا کی کوئی طاقت برگشتہ نہیں کر سکتی۔ ننھا سا کیڑا پروانہ بلب کی روشنی کو مان گیا ہے۔ اب یہ روشنی مکان میں ہو یا دکان میں، سڑک پر ہو یا میدان میں۔ شادی کی مجلس میں ہو یا غمی کی۔ پروانہ اڑتا، گرتا، پڑتا فوراً اس روشنی پر دوڑ پڑتا ہے اور اس بلب سے سر ٹکرا ٹکرا کر اپنے عشق و محبت کا اظہار کرنے لگتا ہے اب تم اس پروانے کے سامنے وعظ کہو، ڈراؤ، دھمکاؤ، توپ بندوق سے فائر کرو، بم گراؤ یا

ایٹم بم برساؤ، یہ پروانہ اپنے محبوب بلب کو چھوڑ کر ہر گز ہر گز فرار نہیں ہو سکتا بلکہ ہر حال میں ڈٹا رہے گا اور سر ٹکرا ٹکرا کر اپنی زندگی کی آخری سانس اپنے محبوب پر قربان کر دے گا اور صبح کو اس کی ننھی سی لاش بے گور و کفن پڑی ہوئی زبان حال سے اعلان کر رہی ہو گی کہ دنیا والو! دیکھ لو۔ ماننے والے کی یہی شان ہوتی ہے ۔

فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہر گز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

مسلمانو! پروانے کی لاش ایک پیغام دیتی ہے کہ دنیا والو! اگر تم کسی کو مان لینے کا دعویٰ رکھتے ہو تو میرے جیسا جگر پیدا کرو۔ اگر واقعی تمہارے سر میں کسی کا سودا ہے تو میرے جیسا سر پیدا کرو۔ اپنے محبوب پر مر مٹو! کٹ مرو! ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ! مٹ جاؤ! مگر کسی کو مان لیا ہے تو پھر مان لیا۔

تیر کھانا ہے جگر پر تو جگر پیدا کر
سر کٹانے کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

برادران ملت! ایمان اور رسول کے ماننے کا دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں مگر رسول کو سچا ماننے والا وہی ہے۔ جو رسول کو اس طرح مان لے جس طرح پروانہ روشن بلب کو مانتا ہے۔ کہ کیسی بھی مصیبت آئے۔ آفتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ آسمان پھٹ پڑے۔ زمین دھنس جائے، موت آجائے۔ دم نکل جائے، مگر ۔

فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے، موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہر گز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

[illegible]

خون میں نہا [illegible] جب وقت آئے دین پر یوں حق ادا کرو

برادران اسلام! یہ ہے ایمان اور یہ ہے رسول کے مان لینے کا مطلب

جس کو قرآن کریم نے فرمایا کہ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ خداوند کریم ہمیں اور تمہیں یہ ایمان حقیقی نصیب فرمائے۔ (آمین)

بھائیو! دنیا ایمان، ایمان چلاتی پھرتی ہے۔ مگر تمہیں کیا خبر؟ کہ ایمان کیا ہے؟ ایمان بڑی کٹھن چیز ہے سچ کہا ہے کسی نے

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

تعظیم رسول : بہر کیف میں عرض کر رہا تھا کہ فلاح دارین کے لئے خداوند قدوس نے چار شرطیں رکھی ہیں۔ جن میں سے پہلی شرط خدا کے رسول پر ایمان لانا ہے جو آپ سن چکے ہیں۔ اب دوسری شرط کیا ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ دوسری شرط تعظیم رسول ہے۔ یعنی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ایسا آفتاب و ماہتاب سینے میں چمکنے لگے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات، ان کی صفات ان کے دن، ان کی رات۔ ان کے عمل، ان کی بات، غرض ان کی ہر ہر چیز کی ساری کائنات سے بڑھ کر تعظیم و توقیر کرے۔ اجی! حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات و صفات کا تو کیا کہنا؟ یہ تو ان کی ذات و صفات ہیں۔ میاں! شرط ایمان تو یہ ہے کہ جن جن چیزوں کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت و تعلق ہے ان کی بھی تعظیم و توقیر کرے۔ یعنی ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کی ازواج مطہرات، ان کے شہر، ان کے محراب و منبر، دیوار و در غرض ان کی ہر ہر چیز کے اعزاز و اکرام کا سکہ اپنے قلب پر اس طرح بٹھائیے، جیسا کہ کسی عاشق رسول نے کہا ہے کہ

بہ زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

یعنی یارسول اللہ! جس جس زمین پر آپ کے پائے مبارک کا نشان ہوگا برسہا برس آنکھ والے اس زمین پر خدا کا سجدہ کرتے رہیں گے!

عزیزان ملت! آج میں تمہیں تعظیم رسول کے نمونے کہاں سے دکھاؤں؟ آج تو بے دینوں کا دور ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ چھوٹوں میں بڑوں کا ادب نہیں رہا۔ جاہلوں میں عالموں کا ادب نہیں رہا۔ شاگردوں میں استاد کا ادب نہیں رہا۔ مریدوں میں پیران کبار کا ادب نہیں رہا اور خدا کا قہر و غضب ہے کہ آج امتیوں میں اپنے نبی کا بھی ادب نہیں رہا۔ تو آج میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ کس طرح تعظیم رسول کرنی چاہئے؟ مگر ہاں۔ آؤ! میں تمہیں دور صحابہ کی سیر کراؤں اور بتاؤں کہ صحابہ کرام جو سب سے اعلیٰ درجے کے مسلمان اور صاحب ایمان تھے وہ کس طرح رسول کی تعظیم کرتے تھے؟ ۶ھ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام عمرہ کا احرام باندھ کر چودہ سو صحابیوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور آپ میدان حدیبیہ میں اتر پڑے۔ عروہ بن مسعود ثقفی جو کفار میں سب سے زیادہ معمر و معزز شخص تھا۔ مکہ مکرمہ سے میدان حدیبیہ میں آتا ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے کچھ گفتگو کرکے پھر مکہ مکرمہ جا کر حرم کعبہ میں کفار کو جمع کرکے اپنا چشم دید حال بیان کرتا ہے جو سننے کے قابل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے مکہ والو! محمد سے مت ٹکراؤ۔ میں میدان حدیبیہ سے یہ منظر دیکھ کر آرہا ہوں کہ **فَوَاللّٰہِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ**

و جلدہٗ۔ یعنی خدا کی قسم جب بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکھار کر
تھوکتے ہیں تو آپ کے لعاب دہن کو صحابہ زمین پر نہیں پڑنے دیتے ہیں۔ بلکہ وہ
کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑتا ہے اور وہ صحابی اس کو بطور تبرک اپنے چہرے
اور بدن میں مل لیتا ہے و اذا امرھُم ابتدرُوا امرہٗ اور وہ جب کسی کو کسی بات کا
حکم فرماتے ہیں تو سب کے سب ان کے حکم کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں
اور ہر ایک یہی کوشش کرتا ہے کہ میں سب سے پہلے حکم کی تعمیل کروں و اذا
توضّا کا دُوا یقتتلُون علی وضُوئہٖ اور جب وضو کرتے ہیں تو صحابہ ان کے
وضو کے دھوون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ اس طرح والہانہ
جذبات عقیدت و جوش محبت کے ساتھ غسالہ وضو کو لوٹتے ہیں کہ میدان میں
تلوار چل پڑے گی اور وہ کٹ مریں گے۔ و اذا تکلّم خفضُوا اصواتھم اور
جب وہ کوئی کلام فرماتے ہیں تو چودہ سو انسانوں کا لشکر ہے مگر سب ایک دم
خاموش اور ہمہ تن گوش ہو کر ان کا کلام سنتے ہیں وما یحدُون الیہ النّظر
تعظیما لہٗ یعنی کوئی بھی آنکھ بھر کر ان کی طرف نظر نہیں ڈالتا بلکہ کمال تعظیم کی
وجہ سے نیچی نیچی نظروں اور کنکھیوں سے ان کے جمال نبوت کا نظارہ کرتے ہیں
ایْ قوم واللّٰہ و فدتُ علی المُلوکِ و وفدتُ علی قیْصر و کسری و
النّجاشیْ و اللّٰہ ان رایتُ ملکا قطّ یُعظمُ اصحابہٗ کما یُعظمُ اصحابُ
محمّدٍ مُحمّدًا (بخاری جلد ۱ ص ۳۷۹) یعنی اے میری قوم! خدا کی قسم میں
بہت سے بادشاہوں کے درباروں میں باریاب ہو چکا ہوں اور میں وہ شخص ہوں کہ
قیصر بادشاہ روم اور کسریٰ بادشاہ ایران اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا دربار دیکھ چکا ہوں
لیکن خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اپنے بادشاہ کی

اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد کے صحابہ محمد کی کرتے ہیں۔ ﷺ

مسلمانو! آپ نے عروہ بن مسعود ثقفی کی تقریر سن لی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اے اہل مکہ تم حضرت محمد ﷺ سے جنگ مت کرو کیونکہ ان کے ساتھ ایسے جاں نثاروں کا لشکر ہے کہ جو ان کے تھوک اور وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتا تو بھلا ان کے خون کو کس طرح زمین پر گرنے دے گا؟

برادران اسلام! دیکھا آپ نے تعظیم رسول کا ایک منظر؟ یہ صحابہ ہیں۔ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا اور ان لوگوں نے قرآن کو خود صاحب قرآن سے پڑھا۔ ان سے زیادہ قرآن کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ بھی قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا۔ کیونکہ اگر صحابہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے ہی جیسا ایک بشر سمجھتے تو ان کے تھوک اور وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے اور ایسی تعظیم و تکریم نہ کرتے کہ شاہان عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے مگر آج کل کے کچھ ملا بات بات پر قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھتے رہتے ہیں اور یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا رتبہ تو بڑے بھائی کے برابر ہے کیونکہ وہ بشر تھے۔ ہم بھی بشر ہیں۔ ان کو خدا نے بڑائی دی تو وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی۔ کہاں صحابہ کی وہ تعظیم رسول اور کہاں آج کل کے بے ادبوں کی یہ بے ادبی!

نصرت رسول: بہر حال اب فلاح کی تیسری شرط بھی سن لیجئے۔ ارشاد ہوا، فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ یعنی ایمان و تعظیم کے ساتھ رسول کی

نصرت بھی کی۔ مطلب یہ ہے کہ فلاح ونجات کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مومن، اپنی جان، اپنے مال، اپنے تن، من، دھن سے ہر دم، ہر قدم پر رسول کی نصرت وحمایت بھی کرے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے جیسا کہ آپ سن چکے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ادنی اشارے پر جان ومال سب قربان کر دیا۔ مکہ مکرمہ میں ہزاروں کی دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے، حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ جب تیر وترکش لے کر ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو اہل مکہ نے گھیر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ مکہ والو! تمہیں معلوم ہے کہ میرا نشانہ خطا نہیں کرتا۔ دیکھو! میرے ترکش میں جتنے تیر ہیں۔ جب تک میں ایک ایک تیر تمہارے جسموں میں پیوست نہ کر لوں گا تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔ میں اس وقت لڑنا نہیں چاہتا ہوں بلکہ فراق رسول میں بے قرار ہو کر مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں۔ میری ہزاروں کی دولت میرے گھر کے فلاں فلاں کونے میں دفن ہے۔ جاؤ! اس کو لے لو۔ مگر میرا راستہ مت روکو۔ یہ سن کر لالچی راستے سے ہٹ گئے اور اس پروانہ رسول نے شمع نبوت کے پاس پہنچ کر زندگی کی آخری سانس خدمت ونصرت رسول میں قربان کر کے دم لیا۔

ایک مرتبہ سرکار مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرام سے نصرت اسلام کے لئے مال طلب کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ۔

اک دن رسول پاک نے اصحاب سے کہا — دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

ارشاد سن کے فرط طرب میں عمر اٹھے — اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

لائے غرض کہ مال رسول خدا کے پاس — ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

بولے حضور سرور عالم، کہ اے عمر! — اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار

چھوڑا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تونے مال — مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

بولے کہ نصف مال ہے فرزند و زن کا حق — باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا — جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفاشعار — ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہے اعتبار

بولے حضور چاہئے، فکر عیال بھی — کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اسی طرح ہجرت کی رات میں یار غار صدیق جاں نثار، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی پشت پر لے کر نوکیلے پتھروں کی چٹانوں اور ناہموار وادیوں کو روندتے ہوئے پنجوں کے بل چل کر غار ثور میں پہنچتے ہیں اور غار میں پہنچ کر سرکار نامدار احمد مختار ﷺ کے سر مبارک کو اپنی ران پر رکھ کر سلا دیتے ہیں اور خود سانپ کے بل پر اپنی ایڑی لگا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ سانپ بار بار رفیق یار کے پاؤں میں ڈس رہا ہے۔ مگر واہ رے نصرت رسول و جاں نثاری مصطفیٰ کا شاہکار کہ ایڑی کو سانپ چبا رہا ہے مگر پاؤں نہیں ہلاتے کہ محبوب پروردگار کی نیند میں خلل پڑ جائے گا۔

برادران ملت! دیکھا آپ نے! یہ ہیں نصرت و جاں نثاری رسول کے وہ

جلوے کہ جن کو آفتاب و ماہتاب کی آنکھوں نے نہ کبھی پہلے دیکھا ہو گا۔ نہ قیامت تک دیکھیں گی! پڑھیے درود شریف اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم۔

قرآن کی پیروی: برادران گرامی! فلاح و کامیابی کی چوتھی شرط بھی سن لیجئے وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِی اُنْزِلَ مَعَہٗ یعنی قرآن مجید کے احکام کی پوری پوری اتباع و پابندی بھی فلاح و نجات کے لئے ضروری ہے۔ مومن کا ہر قدم، ہر عمل قرآن مجید کے مطابق ہو اور بال برابر بھی کبھی قرآن مجید کی خلاف ورزی نہ ہو تو ارشاد ربانی ہے کہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی ان مومنین کے سروں پر فلاح دارین کا تاج رکھا جائے گا اور یہ لوگ خداوند قدوس کے غفران و رضوان کی دولتوں سے مالامال کر دیئے جائیں گے۔

برادران اسلام! حقیقت تو یہی ہے کہ ہم مسلمانوں کی تباہی و بربادی اور ذلت و خواری کا سبب ہی یہی ہے کہ ہم تارک قرآن ہو گئے۔ ہم نے قرآن پاک کی مقدس تعلیمات کو ٹھکرا دیا اور یہود و نصاریٰ کے طریقوں پر چل پڑے ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے بزرگ واسلاف یہی کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر سارے عالم میں معزز و مکرم تھے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت و تاج ان کی ٹھوکروں سے پامال ہوتے تھے اور سارے جہان پر ان کی شوکت و سطوت کا پرچم لہراتا تھا۔ ان کے نعرہ تکبیر سے پہاڑوں کے دل لرز جاتے تھے۔ یہ جدھر رخ کرتے تھے آسمان سے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ اتر کر ان کے قدموں کا بوسہ لیا کرتی تھی۔ عزت و عظمت ان کی لونڈی غلام تھی اور بادشاہی و سلطنت

ان کے قدموں کی ٹھوکر کا نام تھا۔ مگر آہ! آہ! برادران عزیز! آج ہم ذلیل و خوار ہیں بے یار و مددگار ہیں۔ غلامی و بے چارگی کی بلا اور ذلت و نکبت کا عفریت ہمارے سروں پر مسلط ہے۔ آج ہم دربدر ذلیل ترین مخلوق کفار و مشرکین سے امان و حفاظت کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں مگر ہر جگہ سے ٹھکرائے جاتے ہیں اور کوئی ہمارے کاسہ گدائی میں ایک ٹکڑا بھی نہیں ڈالتا۔ یہ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ کس لئے ہوا؟ سن لو! اس لئے اور صرف اس لئے کہ ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

برادران اسلام! قرآن کریم خداوند قدوس کی وہ آخری مقدس کتاب ہے جس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے کہ اس پر عمل کر کے انسان دونوں جہان میں کامیاب و بامراد ہو سکتا ہے۔ اس لئے میرے بزرگو اور بھائیو! للہ آپ قرآن مجید کو اپنے اسلاف کی طرح پھر سینے سے لگائیے اور اس کی مقدس تعلیمات پر عمل کر کے اپنی سیرت، اپنے عمل، اپنے کردار میں سچے مسلمان بن جائیے۔ پھر دیکھئے کہ یہی آسمان آپ پر رحمت کی بارش برسائے گا اور یہی زمین آپ کے لئے خیر و برکت کے خزانے اگل دے گی اور اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر رب العزت آپ کو وہ عزت و شوکت عطا فرمائے گا کہ روئے زمین کے سلاطین آپ کی غلامی پر فخر کریں گے۔ برادران ملت! ہم سنیں یا نہ سنیں مگر حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان بلکہ سارا جہان زبان حال سے ہر آن ہم کو یہ لرزہ بر اندام کرنے والی صدا سنا رہا ہے کہ اے مسلمان! تیری ہلاکت۔ تیری بربادی کا فقط ایک ہی سبب ہے کہ ؎

تو غلام شہ امم نہ رہا
چشم عالم میں محترم نہ رہا

لیکن زمین وآسمان سے دن رات، صبح وشام خدا کا یہ پیغام نشر ہو رہا ہے کہ اے مسلمان! تو مایوس نہ ہو۔ تو بیمار ضرور ہے مگر قرآنی شفاخانہ میں تیرا بہترین علاج موجود ہے۔ تو برباد ضرور ہو چکا ہے مگر تیری آبادی کی تدبیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اے مسلمان! بس تو صاحب ایمان بن جا سچا مسلمان بن جا اور محبت و عظمت رسول کا چراغ اپنے دل میں روشن کر لے اور قرآن کی پیروی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لے۔ پھر یقین رکھ! کہ تیرے لئے خداوند قدوس کا وعدہ ہے کہ ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ کی آیت قرآن میں اس طرح چمک رہی ہے جس طرح آسمان میں ستارے چمکتے ہیں کہ عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔

برادران محترم! اگر آج بھی ہم دولت ایمان کے دھنی بن جائیں تو یقیناً خداوند قدوس کائنات عالم کو ہمارے لئے مسخر فرمادے گا اور ہم کو عزت واقتدار کا تاجدار بنادے گا! مسلمانو! یقین رکھو کہ یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے کہ ؎

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

واخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العلمین و صلی اللہ تعالی علیہ خیر خلقہ محمد والہ و صحبہ اجمعین

جا سکتی۔ چنانچہ سنار نے کسوٹی کا پتھر نکالا اور ہر ایک کے سونے کو کسوٹی پر کس کر بتادیا کہ تمہارا سونا کھرا ہے اور تمہارا کھوٹا ہے۔

حضرات! بالکل یہی مثال ہے کہ آج کروڑوں انسان سینہ تان تان کر اعلان کر رہے ہیں کہ میں سچا مسلمان، میں سچا مسلمان! لیکن سورہ توبہ کی یہ آیت کھرے کھوٹے ایمان کی پہچان کے لئے بہترین کسوٹی ہے جو فیصلہ کر دیتی ہے کہ کس کے ایمان کا سونا کھرا اور کس کے ایمان کا سونا کھوٹا! کون سچا مسلمان ہے اور کون جھوٹا۔

برادران ملت! اس مجمع میں جتنے لوگ حاضر ہیں میں جس سے بھی سوال کروں گا کہ تم کون ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ تو یقیناً سب یہی کہیں گے کہ میں مسلمان ہوں اور میرا دین اسلام ہے۔ میں خود بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہوں اور میرا پڑوسی بھی مجھ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔ میں حکومت کے نزدیک بھی مسلمان ہی ہوں۔ چنانچہ مردم شماری کے دفتروں میں، میونسپلٹی کے پیدائش اور موت والے رجسٹروں میں غرض ہر جگہ میں مسلمان ہی لکھا جاتا ہوں۔

لیکن برادران ملت! کبھی ہم نے اس پر بھی غور کیا کہ ساری دنیا تو ہمیں مسلمان کہتی ہیں مگر خدا اور رسول بھی ہمیں مسلمان کہتے ہیں یا نہیں؟ تمہارے دنیاوی رجسٹروں اور دفتروں میں تو ہم مسلمان لکھے ہوئے ہیں مگر خدائی اور مصطفائی دفتروں میں بھی ہم مسلمان لکھے ہوئے ہیں یا نہیں؟ یاد رکھئے کہ ساری دنیا ہمیں مسلمان کہے یا نہ کہے، لیکن اگر خدا کہہ دے کہ تو مسلمان ہے اور رسول کہہ دیں کہ تو مسلمان ہے تو ہم بلاشبہ مسلمان ہیں اور اگر خدا اور رسول کے نزدیک ہم مسلمان نہیں تو پھر گو ساری دنیا ہمیں مسلمان کہے مگر ہم مسلمان نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الْاَصْفِیَاءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاءُ کُمْ وَ اَبْنَاءُ کُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (توبہ)

برادران اسلام! ایک مرتبہ بآواز بلند بارگاہ نبوت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیجئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

برادران ملت! سورہ توبہ کی یہ آیت کریمہ جو ابھی ابھی میں نے خطبے کے بعد تلاوت کی ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کے لئے ایمان کا امتحان لینے کے لئے ایک اعلیٰ معیار اور بہترین کسوٹی ہے۔

حضرات! ایک مرتبہ بہت سے لوگ اپنے ہاتھوں میں سونا لئے ہوئے سنار کی دکان پر چلارہے تھے کہ میرا سونا سب سے اچھا، میرا سونا سب سے کھرا، سنار بولا کہ ٹھہرو! شور مت کرو میں ابھی ابھی صندوقچی میں سنگ کسوٹی نکالتا ہوں۔ یہ کالا پتھر فوراً فیصلہ کردے گا کہ کس کا سونا کھرا ہے اور کس کا سونا کھوٹا؟ اور فیصلہ بھی اتنا سچا اور قطعی کہ دنیا کی کسی عدالت میں بھی اس کی اپیل نہیں کی

مصنوعی مجنوں کے ہاتھ پر رکھ دیا اور اندر جا کر بولی کہ اے لیلیٰ! ہم تو سمجھتے تھے کہ تیرا ایک ہی مجنوں ہے۔ مگر آج پتہ چلا کہ تیرے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مجنوں ہیں۔ لیلیٰ نے کہا۔ غلط بالکل غلط! میری پیاری لونڈی! افسوس تو نے مجنوں کو نہیں پہچانا۔ میرا مجنوں تو صرف ایک ہی ہے۔ اچھا! اے لونڈی! اب تو اس تھالی میں ایک چھری رکھ کر پھر جا اور اعلان کر کہ جو مجنوں ہو وہ آگے بڑھے۔ آج لیلیٰ نے اپنے مجنوں کے بدن کا ایک بوٹی گوشت مانگا ہے۔ لونڈی تھالی میں چھری رکھ کر سرپوش سے چھپا کر باہر نکلی۔ یار لوگ حلوہ کھا کر ابھی ہونٹ چاٹ ہی رہے تھے کہ دوسرا تھال دیکھ کر سب کی باچھیں کھل گئیں اور دل ہی دل میں خوش ہونے لگے کہ اب میٹھے کے بعد ذائقہ بدلنے کے لئے نمکین آیا ہو گا۔ لونڈی نے پکارا کہ مجنوں کون ؟ آپ جانتے ہیں کہ بگڑی ہوئی عادت بری چیز ہے۔ پھر سب نے سارس کی طرح گردن لمبی کر دی اور چونچ پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے کہ میں مجنوں، میں مجنوں۔ لونڈی نے بڑی متانت سے کہا کہ اچھا! جو صاحب مجنوں ہیں وہ آگے بڑھیں۔ یہ تھالی ہے اور یہ چھری! آج لیلیٰ نے مجنوں کے بدن کا ایک بوٹی گوشت مانگا ہے۔ یہ سننا تھا کہ کوئی سر کھجانے لگا۔ کوئی ٹوپی درست کرنے لگا۔ کوئی بغلیں جھانکنے لگا۔ کوئی اوپر دیکھنے لگا کوئی نیچے گھورنے لگا۔ سب کھسکنے لگے۔ تو چل میں آیا۔ میں چلا تم بھی آؤ۔ غرض چند منٹ میں تمام حلوہ خور مجنوں رفو چکر ہو گئے۔ مگر ایک دبلا پتلا انسان! چہرہ زرد، بال الجھے، غبار میں اٹا ہوا آگے بڑھا اور چھری ہاتھ میں لے کر بولا کہ اے لونڈی! اتنا اور بتا دے کہ میری پیاری لیلیٰ نے میرے بدن کے کس حصے کی بوٹی طلب کی ہے ؟ لونڈی خاموش رہی تو یہ جانباز کہنے لگا کہ اچھا! لے۔ میں اپنے بدن کے ہر حصے کی ایک ایک بوٹی کاٹ کر رکھ دیتا ہوں نہ معلوم

میرے بزرگو اور بھائیو! اس موقعے پر مجھے ایک کہانی یاد آگئی۔ ذرا غور سے سنیئے!

لیلیٰ مجنوں کی کہانی جس زمانے میں لیلیٰ مجنوں کا بڑا چرچا تھا۔ ایک دن غریب مجنوں مصیبت کا مارا لیلیٰ کے دروازے پر آگیا۔ ہزاروں تماشائیوں کا ہجوم لگ گیا۔ اتنے میں لیلیٰ کی کسی سہیلی نے لیلیٰ سے کہا کہ اے لیلیٰ تیرا عاشق مجنوں بھوکا پیاسا تیرے دروازے پر آگیا ہے۔ تو نے اپنے عاشق کی کوئی خاطر تواضع نہیں کی، لیلیٰ کو رحم آگیا اس نے ایک تھالی میں سرپوش سے چھپا کر اپنے مجنوں کے لئے حلوہ بھیجا۔ لونڈی جو تھالی لے کر مکان سے باہر نکلی تو کیا دیکھا کہ ہزاروں کا مجمع ہے وہ غریب بھیڑ میں پہچان نہ سکی کہ مجنوں کون ہے؟ لونڈی نے پکارا کہ مجنوں کون؟ مجنوں کون؟ کسی منچلے نے پوچھا کہ بی بی! کیا کام ہے مجنوں سے؟ لونڈی بولی کہ لیلیٰ نے اپنے مجنوں کے لئے حلوہ بھیجا ہے۔ حلوے کا نام سنتے ہی سب کے منہ میں پانی آگیا۔ بھائیو! حلوہ چیز ہی ایسی ہے کہ اس کا نام سنتے ہی چاہے شب برات کا حلوہ پکانے والے ہوں یا حلوے کے منکر سب ہی ریشہ خطمی ہو جاتے ہیں۔ سب گردن اٹھا اٹھا کر بلکہ بہت سے تو پنجوں پر کھڑے کھڑے ہو ہو کر للچائی نظروں سے حلوے کی تھالی کو گھورنے لگے اور آخر ایک شخص بول پڑا کہ میں مجنوں ہوں۔ ادھر لاؤ حلوہ! دوسرا بولا میں مجنوں، تیسرا بولا میں مجنوں، پھر تو ہر طرف سے یہی آواز آنے لگی کہ میں مجنوں، میں مجنوں! گویا مجمع میں مجنوں کا ہیضہ پھوٹ پڑا۔ اور دھوتی، لنگوٹی، پاجامہ، پتلون ہر لباس میں مجنوں ہی مجنوں نظر آنے لگے۔ غریب لونڈی حیران رہ گئی اور تھوڑا تھوڑا حلوہ سب

فرماتا ہے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآءُ کُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ یعنی اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا اور تمہاری کمائی کے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم لائے وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

عزیزان گرامی! اس آیت میں ایسی آٹھ چیزوں کی فہرست ہے کہ جن سے انسان کو فطری محبت اور قلبی لگاؤ ہوتا ہے۔ یہ آٹھوں چیزیں یعنی باپ، بیٹا، بھائی، بیوی، کنبہ، مال، دکان، مکان ایک طرف ہیں اور دوسری طرف تین چیزیں ہیں یعنی اللہ، رسول، راہ خدا میں جہاد، اب ارشاد ربانی ہے کہ اے مسلمانو! اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت تمہارے دلوں میں ان تین چیزوں کی محبت سے زیادہ اور بڑھ کر ہے تو پھر سمجھ لو کہ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ رحمت الٰہی و نعمت خداوندی کا کوئی حصہ تمہیں نصیب ہو بلکہ تم اتنے سنگین مجرم و خطاکار ہو کہ تمہیں قہر قہار اور غضب جبار کا انتظار کرنا چاہئے جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ گویا تمہارا ایمان، تمہارے طغیان و عصیان کی وجہ سے برباد و غارت ہو چکا اور تم اس قابل ہو چکے کہ تم پر قہر الٰہی کی بجلیاں گر پڑیں اور تم دنیا میں ذلیل و خوار

میری لیلیٰ نے کہاں کی بوٹی طلب کی ہے؟ یہ کہا اور اپنی ایک بوٹی کاٹ کر تھالی میں رکھ دی۔ لونڈی گھبرا کر تھالی لے کر بھاگی اور لیلیٰ کے سامنے تھالی رکھ کر کھڑی ہوگئی۔ لیلیٰ نے بڑے ناز و انداز کے ساتھ فخریہ لہجے میں کہا کہ اے لونڈی! لے دیکھ لے! یہ ہے میرا مجنوں۔ یہ ہے میرا مجنوں!

برادران ملت! دیکھا آپ نے ایک ہزار انسانوں نے مجنوں ہونے کا دعویٰ کیا مگر سچا مجنوں، واقعی مجنوں، حقیقی مجنوں وہی ٹھہرا جس کی لیلیٰ نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ یہ ہے میرا مجنوں۔ تو بزرگو اور بھائیو! اسی طرح آج لاکھوں کروڑوں انسان مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر خدا کی قسم! سچا مسلمان واقعی مسلمان وہی ہوگا جس کو خدا کہہ دے کہ تو مسلمان ہے جس کو رسول کہہ دیں کہ تو مسلمان ہے ؎

توحید تو جب ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

برادران اسلام! آج کی مجلس میں مجھے یہی عرض کرنا ہے کہ سچا مسلمان کون ہے؟ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کھرے اور کھوٹے مسلمان کی پہچان کے لئے ایک اعلیٰ معیار اور بہترین کسوٹی ہے اس کسوٹی پر جس مسلمان کا اسلام پورا اترا تو سمجھ لو کہ وہ خدا اور رسول کے نزدیک مسلمان ہے اور جس کا اسلام اس کسوٹی پر فیل ہوگیا تو یقین کرلو کہ اگرچہ ساری دنیا اس کو مسلمان کہتی ہے مگر وہ خدا اور رسول کے نزدیک مسلمان نہیں!

برادران گرامی! آپ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ سنئے۔ رب العزت جل جلالہ ارشاد

وولَدِہٖ و النّاس اجْمَعِیْنَ. یعنی اس وقت تک کوئی تم میں سے مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ بلکہ تمام جہان کے انسانوں سے بڑھ کر محبوب خدا کے ساتھ محبت نہ کرے۔ (مشکوۃ ص ۱۲)۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے اعلی ہے
محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پدر، مادر، برادر، مال و جان اولاد سے پیارا

برادران ملت! در حقیقت محبت رسول ہی مدار ایمان ہے۔ اسلامی احکام کا لاکھ پابند ہو، نمازی بھی ہو، حاجی بھی ہو، غازی بھی ہو۔ لیکن اگر اس کا سینہ محبت رسول کا مدینہ نہیں ہے تو ہرگز ہرگز وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے منافقین نمازی بھی تھے، حاجی بھی تھے، میدان جہاد کے غازی بھی تھے۔ میاں! ہم لوگ تو بہت معمولی اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ مگر یہ منافقین تو امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں پنج وقتہ مسجد نبوی کے اندر نماز ادا کرتے تھے۔ مگر کیا وجہ ہے؟ کہ قرآن کریم نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وما ھم بمومنین یعنی یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ برادران ملت! منافقین کیوں مومن نہیں کہلائے؟ بس یہی وجہ تھی کہ ان کے دلوں میں محبت رسول کی روشنی نہیں تھی اس لئے یہ لوگ عمر بھر دولت ایمان سے محروم ہی رہے اور ان لوگوں کے روزہ و نماز، حج و زکوۃ وغیرہ تمام اعمال صالحہ غارت و اکارت ہو گئے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اور آخرت میں عذاب نار کے حق دار بن جاؤ اور اگر ان تین چیزوں کی محبت ان آٹھ چیزوں کی محبت پر غالب ہے تو پھر یقین رکھو کہ تم صاحب ایمان ہو، تم سچے مسلمان ہو اور تم بلاشبہ دونوں جہان میں خدا کے رضوان و غفران اور اس کے فضل واحسان کے حق دار ہو کیونکہ تم نے اپنی فطری و قلبی محبوب چیزوں کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کر دیا تو پھر اس کی جزا میں خداوند سبحان تمہیں دنیا میں اپنے فضل ورضوان اور آخرت میں دار الجنان کی دولتوں سے مالامال کر دے گا۔

برادران ملت! بہر حال عشق و محبت کے ترازو میں ان آٹھ چیزوں کو ایک پلڑے میں اور تین چیزوں کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر یہ دیکھنا ہے کہ کون سا پلہ جھکا ہوا اور بھاری ہے؟ اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت کا پلہ بھاری ہے تو تمہارا ایمان کھرا اور سچا ہے اسی لئے میں نے عرض کیا کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کھرے اور کھوٹے ایمان کی پہچان کے لئے بہترین کسوٹی ہے۔ اب اسی کسوٹی پر ہمیں اپنے اپنے ایمانوں کے سونے کو کس کر دیکھنا ہے کہ ہمارے ایمان کا سونا کھرا ہے یا کھوٹا۔

برادران ملت! باپ، بیٹے، بھائی، کنبہ وغیرہ سے محبت کرنے کو اسلام نے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ حکم دیا کہ **صلوا الارحام** یعنی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان سے الفت و محبت رکھو۔ مگر سوال اس وقت کا ہے کہ جب اللہ و رسول کی محبت کا ان چیزوں کی محبت سے ٹکراؤ ہو تو اس وقت اسلام کا کیا حکم ہے؟ تو برادران ملت! اس وقت اسلام کا حکم یہی ہے کہ ان تمام چیزوں کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ **لَایُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ**

کرے۔ مگر یاد رکھئے کہ جو شخص رسول سے محبت کرے گا وہ یقیناً اللہ سے بھی محبت کرے گا کیونکہ یہ اللہ ہی کے رسول ہیں اور جب اللہ و رسول سے محبت کرے گا تو جہاد فی سبیل اللہ سے بھی ضرور محبت کرے گا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ محبت رسول تینوں محبتوں کی جامع اور اصل الاصول ہے!

برادران ملت! ایک خاص بات سن لیجئے۔ یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے مگر قرآن میں ارشاد ہے کہ **مَن یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ** یعنی جس نے رسول کی اطاعت کرلی اس نے خدا کی اطاعت کرلی۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ جس نے خدا کی اطاعت کرلی اس نے رسول کی اطاعت کرلی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے کتنے نفیس انداز میں اس مضمون کو ادا فرمایا ہے کہ ؎

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز ۔۔۔ اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے ۔۔۔ اور حفظ جاں تو جاں فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز ۔۔۔ پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔۔۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

دیکھئے اپنی جان کی حفاظت کو اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض فرمایا ہے۔ مگر یار غار رسول حضرت صدیق اکبر نے محبت و اطاعت رسول میں اس فرض کو ترک فرمادیا۔ سانپ غار ثور میں انہیں ڈستا رہا مگر انہوں نے اپنا پاؤں نہیں ہٹایا کہ محبوب خدا کی نیند میں خلل پڑ جائے گا۔ اسی طرح فاتح خیبر علی حیدر نے منزل صہبا میں جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کی ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے تو سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر قضا ہو گئی مگر آپ نے

یعنی اے مسلمان! تو اپنے کو مصطفیٰ ﷺ کے دربار عظمت و محبت تک پہنچادے اور یقین رکھ کر دین نام ہی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات گرامی کا یادرکھ! کہ اگر تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار عظمت و محبت تک نہ پہنچ سکا اور غلام مصطفیٰ نہ بن سکا تو پھر تجھ میں اور ابو لہب میں کچھ فرق نہیں رہے گا! اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

برادران اسلام! اسی مضمون کو قرآن مجید نے اس آیت میں پیش فرمایا ہے کہ احبَّ الیکُم من اللّٰہ و رسُولہ و جھاد فی سبیلہ یعنی اللہ کی محبت، رسول کی محبت، جہاد کی محبت، ان تینوں کی محبت کا سارے جہان کی محبت سے بڑھ کر ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے لئے واجب الاعتقاد اور لازم العمل قرار دے دیا ہے۔

مگر برادران ملت! ان تینوں محبتوں میں اگر غور کیجئے تو محبت رسول ایسی ہے کہ تینوں محبتوں کی جامع اور اصل الاصول ہے۔ دیکھئے! اگر کوئی شخص صرف اللہ سے محبت کرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رسول اور جہاد سے بھی محبت کرے۔ کیونکہ اللہ سے تو کفار و مشرکین بھی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ مگر رسول اور جہاد کی محبت ان کے دلوں میں کہاں ہے؟ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کرنے والے کے لئے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رسول سے بھی محبت

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! متی السّاعۃ یعنی یا رسول اللہ! (ﷺ) قیامت کب آئے گی ؟ ارشاد فرمایا کہ ما اعددتَ لھا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے ؟ صحابی نے عرض کیا ما اعددت لھا اَلَّا انی احب اللّٰہ و رسُولہٗ (مشکوۃ ص ۴۲۶) یارسول اللہ! (ﷺ) میرے پاس اس کے سوا اور کوئی تیاری نہیں ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

نہ طاعت پر نہ تقویٰ پر نہ زہد و اتقا پر ہے
ہمارا ناز جو کچھ ہے محمد مصطفیٰ پر ہے

سرکار دو جہاں نے یہ سن کر فرمایا انت مع من احببت یعنی تم اطمینان رکھو کہ تم جس کے ساتھ محبت رکھتے ہو۔ قیامت کے دن اسی کے ساتھ رہو گے۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو اسلامی زندگی میں کبھی بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی جتنی خوشی اس وقت ہوئی جب سرکار مدینہ نے یہ خوشخبری سنائی کہ جو دنیا میں رسول پاک سے محبت کرے گا وہ قیامت میں رسول کی کالی کالی رحمت والی کملی کے زیر سایہ رہے گا۔ بخاری شریف کی روایت میں حضرت انس کا یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ آپ نے یہ بشارت سن کر فرمایا۔ فانا احبّ النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و ابا بکر و عمر و ارجُوا ان اکُون معھُم بحبّی ایّاھم و ان لّم اعمل بمثل اعمالھم (بخاری جلد ا ص ۵۲۱) یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر سے محبت رکھتا ہوں۔ لہذا میں یہ امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میں ان لوگوں کے ساتھ ہی میں رہوں گا۔ اگرچہ میرا عمل بھی ان حضرات کے اعمال کے برابر نہیں ہو سکتا!

پاؤں نہیں اٹھایا اور محبوب خدا کی نیند میں خلل نہیں پڑنے دیا۔ اللہ اکبر! صدیق اکبر نے محبت و اطاعت رسول میں جان بچانے کا فرض چھوڑ دیا اور علی حیدر نے محبت و اطاعت رسول میں نماز عصر خدا کے فرض کو ترک کر دیا۔ مگر ان دونوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا۔ بلکہ صدیق اکبر کے زخم پر لعاب دہن لگا کر رحمتہ للعالمین شفا عطا فرماتے ہیں اور خداوند قدوس سکینہ نازل فرماتا ہے اور مولائے کائنات کے لئے لب پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کلمات جاری ہوتے ہیں کہ اِنَّ علیًا کان فی طاعة اللّٰه و طاعة رسوله یعنی علی، اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں تھے پھر اشارہ فرماتے ہیں تو ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے اور شیر خدا نماز عصر ادا فرماتے ہیں۔ برادران ملت! حضرت صدیق اکبر اور علی حیدر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل اعلان کر رہا ہے کہ مَنْ یُّطع الرَّسُوْل فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهُ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

برادران ملت! یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کی مقدس زندگی اور ان کے طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پاکباز مومنین سب اعمال سے زیادہ محبت رسول ہی کو اہمیت دیتے تھے۔

قیامت کی تیاری حضرات! مجھے اس وقت ایک حدیث یاد آگئی۔ ایک مرتبہ ایک بھولے بھالے دیہاتی صحابی ذوالخویصرہ یمانی رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں

نوجوان انصاریوں کا یہ جملہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے گوش مبارک تک پہنچ گیا اس وقت آپ نے قاصد بھیج کر تمام انصار کو بلایا اور فرمایا کہ حدیث بلغنی عنکُم اے انصاریو! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے میرے کان میں آئی ہے؟ تو انصار کے سمجھ دار اور بڑے بوڑھوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے جو صاحبان فہم و فراست ہیں انہوں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ مگر چند نوخیز لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اما ترضون ان یذھب النّاس بالاموال و انتُم ترجعُون الی رحالکُم برسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالوا بلی یارسُول قد رضینا (مشکوٰۃ ص ۲۶۱) یعنی اے گروہ انصار! کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھر مال و دولت لے کر جائیں اور تم جب اپنے گھر جاؤ گے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے۔ یہ ندا میں مکہ والوں یا دوسرے لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا بلکہ میں تمہارے ساتھ مدینہ چلوں گا۔ تو تم بتاؤ اور جواب دو کہ تمہیں مال و دولت گھر لے جانے میں زیادہ مسرت حاصل ہو گی یا رسول اللہ کو ساتھ لے کر گھر جانے میں تم زیادہ خوش رہو گے؟ یہ سن کر محبت رسول کا سیلاب انصار کے دلوں سے امنڈ کر آنکھوں میں آ گیا۔ سب کی آنکھیں نم ہو گئیں اور سب کا یہی جواب تھا کہ

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
انصار کے لئے ہے خدا کا رسول بس

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اونٹ، یہ بکریاں، یہ سونا چاندی، یہ سارا مال آپ دوسروں کو دے دیجئے ہمیں تو اللہ کا رسول چاہئے کیونکہ یہ وہ دولت

بہر حال برادران ملت! محبت رسول وہ دولت بے بہا ہے کہ ایک مومن کے لئے زمین و آسمان کے خزانوں میں اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ مگر آج جبکہ مال و زر اور متاع دنیا کی محبت عفریت بن کر مومنین کے قلب و دماغ پر مسلط ہو چکی ہے میں کس طرح تمہیں سمجھاؤں؟ کہ محبت رسول سے بڑھ کر کوئی انمول دولت نہیں۔ لیکن ہاں! صفحات تاریخ پر ستاروں کی طرح چمکنے والے صحابہ کرام کی محبت رسول کے چند نمونے تمہارے سامنے پیش کردوں تو امید ہے کہ ان کی نورانیت سے تمہارے دلوں کی دنیا میں کچھ اجالا پیدا ہو جائے گا اور تمہیں بھی یہ نظر آجائے گا کہ دونوں جہان کی ساری دولتیں اسی لئے ہیں کہ ان کو ایک محبت رسول کی دولت پر قربان کردیا جائے!

انصار کا ایثار برادران اسلام! جنگ حنین میں بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اور اس دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو اس قدر کثیر مال غنیمت عطا فرمایا کہ سب کو مالا مال فرمادیا۔ ایک مجاہد کو سو سو اونٹوں کی قطار عنایت فرمادی۔ لیکن یہ عجیب بات ہوئی اس جہاد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب جتھوں کے مجاہدین کو تو مالا مال فرمادیا مگر شمع نبوت کے خاص پروانوں یعنی جماعت انصار کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دی، یہ منظر دیکھ کر کچھ نوجوان انصاریوں کے منہ سے نکل گیا کہ **يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ** یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے کہ آپ قریشیوں کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں کچھ نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے۔

خدائی گواہی ہے، خدا گواہ ہے کہ اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں بھی وہ کلمہ حق لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے اور زبان حال سے اعلان کرتے جاتے تھے کہ:

میں مصطفیٰ کے جام محبت کا مست ہوں
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

حضرت عمار آگ کے کوئلوں پر: اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو پہلے چوب اور کوڑوں کی مار سے کفار نے نڈھال کر دیا۔ پھر آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر یہ استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اسی حالت میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب سے گزرے تو عمار نے یارسول اللہ کہہ کر آپ کو پکارا۔ عمار کی یہ مصیبت دیکھ کر رحمت عالم کے سینے میں شیشے سے زیادہ نازک دل صدموں سے چور چور ہو گیا اور فرمایا یا نارُ کُونی برْدًا وّسلما علی عمّار کما کنت علی ابْراھیم۔ یعنی اے آگ! تو عمار پر اس طرح ٹھنڈک اور سلامتی والی بن جا جس طرح تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی تھی۔ رحمت عالم حضرت عمار کے زخموں پر ہاتھ پھیرتے تھے کہ عمار طیب و مطیب یعنی پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔ (اکمال)

حضرت خباب کی جلی ہوئی پیٹھ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ حضرت خباب صحابی رضی اللہ عنہ کی پیٹھ نظر آگئی آپ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا

ہے کہ اس سے بڑھ کر زمین و آسمان کے خزانوں میں کوئی دولت نہیں۔ پڑھئے درود شریف۔

اللهم صل على سيدنا محمد و على ال سيدنا محمد و بارك وسلم.

حضرات! یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ علیہم اجمعین نے اپنا تن من دھن سب قربان کر دیا مگر رحمتہ للعالمین کے دامن رحمت کو نہیں چھوڑا۔ مارے گئے، آگ میں جلائے گئے، قتل کئے گئے، سولی پر لٹکائے گئے اور ان پر ایسی ایسی مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے کہ اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے بھی قدم اکھڑ جاتے، ہمالیہ ہوتا تو اس کے بھی پائے استقلال میں لغزش آجاتی، مگر عاشقان رسول کے سینوں میں وہ دل تھا کہ تمام آلام و مصائب کو برداشت کر لیا اور ہنستے کھیلتے انگاروں پر لیٹ گئے اور پھانسیوں کے تختوں پر چڑھ گئے۔ اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیا اور اپنی زندگی کی آخری سانس قربان کر دی، مگر محبت رسول کی دولت کو اپنے سینے کے صندوق اور دل کی تجوریوں سے لٹانا گوارا نہیں کیا!

حضرت بلال کا استقلال : اللہ اللہ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا؟ ان کے گلے میں ظالموں نے رسی کا پھندا ڈالا ان کی مقدس پیٹھ پر اس قدر کوڑے برسائے کہ پشت مبارک لہولہان ہو گئی۔ ان کے اس سینے پر جس کے نیچے وہ نورانی دل تھا جس میں محبت رسول کے ہزاروں دیپک جل رہے تھے کافروں نے اتنا وزنی پتھر رکھ دیا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل پڑی۔ پھر چلچلاتی دھوپ میں گرم گرم ریت پر زخمی پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر زمین گواہ ہے، آسمان گواہ ہے،

حضرت زید بن دثنہ کی شہادت : حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے دھوکا دے کر گرفتار کر لیا اور مکہ لے جا کر صفوان بن امیہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ صفوان کا باپ امیہ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اس کے دل میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی۔ اس نے حرم کے باہر لے جا کر حضرت زید کو قتل کرایا۔ ہزاروں تماشائی جمع تھے۔ عین شہادت کے وقت ابو سفیان نے پوچھا کہ اے زید! خدا کی قسم سچ کہنا کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ ہم تم کو سولی سے اتار لیں "اور تمہارے بدلے تمہارے رسول کو سولی پر لٹکا دیں" یہ سن کر عاشق رسول کے سینے میں دل پھٹ گیا۔ آنکھیں نم ہو گئیں۔ مگر آپ نے نہایت جرات کے ساتھ یہ جواب دیا ۔

مجھے ہو ناز قسمت پر اگر نام محمد پر یہ سر کٹ جائے اور تیرا یہ ادنیٰ پا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا، پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

حضرت زید کا جواب سن کر ابو سفیان کہنے لگا کہ میں نے بہت سے محبت کرنے والوں کو دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! جیسی محبت محمد کے ساتھیوں کو محمد سے ہے۔ اس کی مثال دیکھنے میں نہیں آئی۔ صفوان کے غلاموں نے تلوار مار مار کر حضرت زید کو شہید کر دیا۔ آخری سانس تک حضرت زید نے اپنے ماں باپ اور بچوں کو یاد نہیں کیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا ۔

یہ حالت ہے اب سانس لینا گراں ہے
مگر آپ کا نام وردِ زباں ہے

کہ اے خباب! یہ تمہاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین! آپ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ ننگی تلوار لے کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا۔ مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نکلا۔ امیر المومنین حضرت خباب کی مصیبت سن کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے خباب! کرتا اٹھاؤ! میں تمہاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ یہ پیٹھ کتنی مقدس و مبارک ہے؟ جو محبت رسول کی بدولت آگ میں جلائی گئی! (طبقات ابن سعد ج ۳ تذکرہ خباب)

بی بی سمیہ کا خون ناحق: عمار بن یاسر کی ماں بی بی سمیہ ایک مسکین عورت تھی لیکن محبت رسول کی دولت سے مالا مال تھیں۔ ایک دن ابو جہل زہر میں بجھا ہوا نیزہ لے کر آیا اور دھمکایا کہ سمیہ! تو کلمہ اسلام کو چھوڑ دے۔ یہ پیکر ایمان ایک ظالم و سفاک انسان کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئی اور زور زور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے لگی۔ ابو جہل لعین نے اس مومنہ کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے پار ہو گیا اور بی بی سمیہ خون میں لت پت ہو کر زمین پر گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا ایک عورت کا خون ناحق ہے جو کافروں نے حرم کی مقدس زمین پر بہایا۔ (ابن الاثیر ذکر تعذیب المستضعفین)

فرمادی کہ بذریعہ وحی سرکار مدینہ کو خبیب کا آخری سلام پہنچا دیا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے "وعلیک السلام یا خبیب" کہہ کر جواب دیا اور صحابہ کرام کو حضرت خبیب کی شہادت سے مطلع فرمایا۔

جب حبیب سولی پر لٹکے ہوئے رحمتہ للعالمین کی یاد میں گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں ۔

بجرم عشق تو ام می کشند غو غائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

یعنی یارسول اللہ! (ﷺ) اس کے سوا اور میرا کوئی جرم نہیں ہے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں اور اسی جرم میں آج میں قتل کیا جارہا ہوں۔ مگر مجھے موت کا غم نہیں ہے ہاں یہ تمنا ضرور ہے کہ کاش، یارسول اللہ (ﷺ) آپ میرے سامنے اس وقت تشریف فرما ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ آپ کی شمع نبوت کا پروانہ کس طرح والہانہ شان کیساتھ اپنی جان قربان کر رہا ہے۔ کفار نے یہ دیکھ کر کہ آخری وقت میں بھی یہ عاشق جاں باز اپنے محبوب ہی کے عشق و محبت کے گیت گا رہا ہے۔ جل بھن کر حضرت خبیب کا منہ سولی سے ایک طرف کو پھیر دیا۔ خبیب نڈھال ہو چکے تھے مگر تڑپ گئے اور بلند آواز سے یہ اشعار پڑھنے لگے :

لَقَدْ جمعَ الْاَحْزابُ حولی والَّبُوا
قبائِلَهُمْ وَ اسْتَجْمَعُوا کُلَّ مَجْمَعٖ

یعنی کفار کی تمام جماعتیں میرے گرد جمع ہو گئی ہیں اور ان لوگوں نے اپنے اپنے قبیلوں کو بھی جمع کر کے پورا پورا مجمع اکٹھا کر لیا ہے۔

حضرت خبیب سولی پر : حضرت خبیب بن عدی مدینہ منورہ کے رہنے والے جانباز انصاری تھے اور جنگ بدر میں حارث بن عامر کافر کو قتل کر چکے تھے۔ یہ بھی دھوکے سے گرفتار کر کے لائے گئے۔ حارث بن عامر کے بیٹوں نے ان کو اندھیری کوٹھڑی میں قید کر کے دانہ پانی بند کر دیا۔ مگر حارث کی بیٹی نے بارہا یہ کرامت دیکھی کہ خبیب انگور کے خوشے ہاتھ میں لئے کھا رہے ہیں حالانکہ اس وقت مکہ تو کیا؟ پورے جزیرۃ العرب میں کہیں انگور کا موسم نہ تھا۔ ان کو بھی اہل مکہ نے حرم کے باہر سولی پر چڑھایا۔ ہزاروں تماشائی اس عاشق رسول کے خاک و خون میں تڑپنے کا منظر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ سولی پر لٹکانے کے وقت آخری تمنا کے طور پر پوچھا گیا کہ خبیب! تمہارا آخری وقت ہے اگر کوئی تمنا ہو تو کہہ دو؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی تمنا نہیں ہے کہ تم مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ مگر بہت ہی مختصر کسی کافر نے پوچھا کہ اے خبیب! یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز تھی۔ تم نے اتنی مختصر کیوں ادا کی؟ فرمایا کہ ظالمو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ میری زندگی کا آخری سجدہ ہے۔ اس لئے گھنٹوں سجدے سے سر نہ اٹھاؤں مگر مجھے خیال آگیا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ لو کہ میں جان کے ڈر سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں اور تم یہ طعنہ نہ دو کہ عاشقان رسول جان کے ڈر سے لمبی نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے میں نے اس نماز کو مختصر ادا کیا۔ کفار آپ کو کھینچتے ہوئے لائے اور سولی پر لٹکا کر دونوں ہاتھوں میں لوہے کی کیل ٹھونک دی۔ آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! کوئی ایسا شخص ہوتا جو تیرے رسول کو میرا آخری سلام پہنچا دیتا۔ خداوند قدوس نے آپ کی تمنا پوری

کو جدھر چاہو پھیر سکتے ہو لیکن میرے سینے میں جو دل ہے تم اس کو مدینے سے ہرگز نہیں پھیر سکتے۔

وذٰلكَ في ذَاتِ الْاِلٰهِ و انْ يَّشاءُ

يبارِكْ على اوْصَالِ شلْوٍ مُمزَّع

یاد رکھو! کہ یہ میری شہادت خدا کی راہ میں ہے۔ اس لئے اگر خدا چاہے گا تو میرے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے بدن کے جوڑ جوڑ کو اپنی برکتوں اور رحمتوں سے سر فراز فرمادے گا۔

آپ ان اشعار کو پر درد واز مگر جرات و جلال کے لہجے میں پڑھ رہے تھے کہ کفار نے ہر چہار طرف سے نیزے مار مار کر آپ کے جسم کو چھلنی بنا دیا اور آپ جام شہادت سے سیراب ہو گئے! اللہ اکبر! ؎

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یعنی ان پاک باز عاشقوں پر خدا اپنی رحمت کی بارش فرمائے کہ ان لوگوں نے محبوب کی یاد میں خاک و خون کے اندر تڑپ تڑپ کہ مرنے کی کتنی اچھی رسم جاری کر دی ہے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کفار کے یہ روح فرسا مظالم، یہ جلادانہ بے رحمیانہ یہ عبرت خیز سفاکیاں بھی ان عاشقان رسول کے قدموں کو متزلزل نہ کر سکیں اور یہ عشاق مصطفیٰ صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر ان ظالموں کے آگے سینہ سپر بن کر ڈٹے رہے اپنا مال و سامان بلکہ جان بھی قربان کر دی۔ مگر محبت رسول کے گوہر آبدار کو داغدار نہیں ہونے دیا اور آخری دم تک ان کا

وقدْ قرّبُوْا ابْناءَ هُمْ و نساءَ هُمْ

و قُرّبْتُ منْ جذْعٍ طويْلٍ مُمنّعٍ

یہ لوگ اپنے بیوی بچوں کو بھی تماشا دیکھنے کے لئے میرے قریب لائے ہیں اور مجھ کو کھجور کے لمبے اور مضبوط تنے پر لٹکا چکے ہیں!

و کُلُّهُمْ یبْدی العداوۃَ جاهدًا

علیّ لانّی فی وثاق بمضْیع

اور سب کے سب بھرپور دشمن ہو کر میرے قتل میں کوشاں ہیں۔ اس لئے کہ میں مقتل میں رسیوں سے جکڑا ہوا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کاش میں بندھا ہوا نہ ہوتا۔ بلکہ میرے ہاتھ میں شمشیر ہوتی تو میں ان دشمنان رسول سے لڑتا ہوا جام شہادت نوش کرتا۔

الی اللّٰه اشکُوا کُرْبتیْ بعْد غُرْبتی

وما جمع الْاحْزابُ لی عنْد مصْرعیْ

اپنی مصیبت، غریب الوطنی اور ان جماعتوں کے ظلم و ستم کی شکایت میں اپنے پروردگار کے دربار کے سوا اور کہیں پیش کرنا نہیں چاہتا۔

ولسْتُ اُبالیْ حیْنَ اُقْتلُ مُسْلمًا

علی ایّ شقّ کان فی اللّٰه مصْرعی

اے کافرو! سن لو میں جب مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ میں کس کروٹ پر مر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تم میرا منہ جدھر چاہو پھیر دو۔ میرا منہ اتر کی طرف پھیر دو، یا دکھن کی طرف، پچھم کی طرف پھیر دو یا پورب کی طرف۔ مگر یاد رکھو کہ تم میرے منہ

شہادت پائی۔ جنگ کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے۔ کوئی شخص پہچان تک نہ سکا۔ ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر لاش کو پہچانا۔ (بخاری غزوہ احد صفحہ ۵۷۸ و مسلم جلد ۲ ص ۱۳۸)

قدم رسول پر شہادت: جنگ احد کی اسی ہل چل اور بد حواسی میں جب مہر رسالت کو ہجوم کفار کے دل بادل نے گھیر لیا اور اس وقت سید المحبوبین نے پکارا کہ ''کون مجھ پر جان دیتا ہے'' تو حضرت زید بن سکن چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لئے بڑھے۔ ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کر دی مگر ایک زخم بھی رحمت عالم کو لگنے نہیں دیا اور زید بن سکن کو تو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی کہ آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ کی روح پرواز کر گئی (مسلم غزوہ احد) سبحان اللہ! اس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان۔

ترے قدموں پہ سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اللہ، اللہ! اس موت کا لطف و مزا تو عاشقان رسول ہی سے پوچھو۔ ہم تو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ:

بچہ ناز رفتہ باشدز جہاں نیاز مندے ۔۔۔ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

یعنی وہ نیاز مند کتنے ناز کے ساتھ دنیا سے گیا ہوگا؟ کہ بوقت وفات جس

یہی نعرہ رہا کہ ۔

جو جاں مانگو تو جاں دیں گے ، جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر نہ ہو گا یہ ہم سے ہر گز نبی کا جاہ و جلال دیں گے

برادران ملت! محبت رسول کے جاں نثاروں کی کون کون سی داستانیں آپ کو سناؤں؟ جنگ احد میں جب گھمسان کا رن پڑا اور جنگ کا نقشہ بگڑ گیا۔ بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے اسی درمیان میں غل مچ گیا کہ رسول شہید ہو گئے اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے اس ہل چل اور اضطراب میں اکثروں نے تو ہمت ہار دی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ نہیں چلتا تھا کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ مجاہدین اسلام نہایت بے جگری کے ساتھ لڑتے جارہے تھے۔ حضرت علی تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفتوں کو درہم برہم کرتے چلے جارہے تھے مگر کعبہ مقصود کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا۔

حضرت انس بن نضر کے ستر زخم حضرت انس بن نضر جو حضرت انس بن مالک کے چچا تھے۔ لڑتے بھڑتے بہت آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ انس بن نضر نے پوچھا کہ یہاں تم لوگ کیا کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ پتہ نہیں چلتا! لوگوں نے کہا۔ "اب لڑ کر کیا کریں گے؟" "جن کے لئے لڑتے تھے وہی نہیں رہے۔ ہم نے سنا ہے کہ "رحمت عالم شہید ہو گئے" انس بن نضر یہ سن کر تڑپ گئے اور فرمایا کہ "پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟" یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور لڑ کر

ذلیل کہا۔ جس وقت اس کے بیٹے عبداللہ کو اس کی خبر ہوئی تو یہ مومن صادق الایمان آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ننگی شمشیر لے کر آئے اور باپ کے سر پر تلوار رکھ کر کہا کہ تم زور زور سے اعلان کرو کہ میں ذلیل ہوں اور رسول عزت والے ہیں ورنہ میں اسی تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ چنانچہ جب تک منافق نے یہ اعلان نہیں کیا حضرت عبداللہ نے باپ کے سر سے تلوار نہیں اٹھائی۔

اسی طرح جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ جب میدان میں نکلا تو اس کے فرزند حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر اس کے مقابلے کو نکلے مگر رحمت عالم نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ بیٹے کی تلوار باپ کے خون سے رنگین ہو۔ اس لئے ابو حذیفہ مقابلہ سے ہٹا دیئے گئے اور عتبہ بن ربیعہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)

باپ ناپاک، بستر پاک :ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے۔ اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو بی بی ام حبیبہ نے بستر الٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے حبیب کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہو اس لئے تم اس بستر نبوت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ مگر حضرت ام حبیبہ کے دل میں جو عظمت و محبت رسول تھی اس کے لحاظ سے وہ کب برداشت کر سکتی تھی کہ بستر نبوت پر ایک مشرک بیٹھے۔ اللہ اکبر! حضرت ام حبیبہ نے اپنے باپ کی عظمت و محبت کو محبت رسول پر قربان کر دیا کیونکہ یہی ایمان کی شان ہے کہ باپ چھوٹ جائے تو چھوٹ جائے مگر عظمت مصطفیٰ اور محبت رسول کا دامن نہ چھوٹنے پائے!

کے سرہانے یارسول اللہ (ﷺ) آپ تشریف فرما ہو گئے ہوں گے۔

برادران ملت! درحقیقت اس سر کی معراج ہو گئی۔ جس کو قدم رسول پر قربان ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ سچ کہا ہے کسی رازدار الفت نے

دیر سے عشق چلا اور حرم تک پہنچا ۔۔۔ سلسلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
ان کی معراج تو یہ ہے کہ خدا تک پہنچے ۔۔۔ میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

برادران اسلام! بہر کیف میں نے سورہ توبہ کی آیت تلاوت کی اور ترجمہ بھی آپ کو سنا چکا کہ آٹھ چیزوں کی محبت کو جو شخص اللہ و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت پر قربان کر دے گا وہی درحقیقت سچا مسلمان ہے اور اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت اللہ و رسول! اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت پر غالب ہو گئی تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دل ایمان کی روشنی سے محروم ہے اور وہ ہرگز ہرگز سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

برادران ملت! دیکھئے ان آٹھ چیزوں میں سب سے پہلی چیز باپ داداؤں کی محبت ہے جس کو ارشاد فرمایا کہ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُکُمْ یعنی سچا مسلمان وہ ہے کہ باپ داداؤں کی محبت کو اللہ و رسول اور جہاد کی محبت پر قربان کر دے۔

بیٹے کی تلوار، باپ کا سر: اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو سورہ منافقین پڑھئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول تمام منافقوں کا سردار تھا ایک مرتبہ اس نے کہہ دیا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ یعنی اگر ہم لوگ مدینہ واپس لوٹے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گے۔ معاذ اللہ! اس منافق نے اپنے کو عزت والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کو

ظالموں نے ام سلمہ اور بچے سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ بیوی اور بچے کی محبت ابو سلمہ کو ہجرت سے روک لے گی۔ مگر واہ رے محبت رسول کا جذبہ کہ گو بیوی اور بچے کی جدائی سے کلیجہ شق ہو رہا تھا مگر قدم نہیں ڈگمگائے اور بیوی بچے کو خدا حافظ کہہ کر اکیلے مدینے چلے گئے۔ پھر ابو سلمہ کے خاندان والے بنی عبدالاسد نے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر بنی مغیرہ سے چھین لیا کہ لڑکی تمہاری ہے مگر بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ اپنے شوہر اور لخت جگر دونوں سے جدا ہو گئیں اور ایک سال تک شوہر اور بچے کے فراق میں روتی رہیں بالآخر ان کے چچازاد بھائی نے سب کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ ام سلمہ اپنے بچے کو لے کر ابو سلمہ کے پاس مدینہ چلی جائے۔ بی بی ام سلمہ کا جذبہ ہجرت دیکھو کہ بچے کو لے کر تنہا مدینہ منورہ روانہ ہو گئیں۔ مگر تنعیم کے پاس عثمان بن طلحہ ملے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نہایت شریف انسان اور ابو سلمہ کے دوست تھے۔ پوچھا! تم اکیلی کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ! پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟ بی بی ام سلمہ نے کہا کہ ہمارے ساتھ اللہ کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں! عثمان بن طلحہ کی رگ شرافت پھڑک اٹھی۔ کہنے لگے کہ یہ غیر ممکن ہے کہ تم ایک شریف کی بیوی ہو کر تنہا اتنا لمبا سفر کرو خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر بی بی ام سلمہ کو مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ راستے میں اونٹ پر سامان لاد کر اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے۔ جب ام سلمہ سوار ہو جاتی تھیں تو یہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیتے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ مدینہ منورہ اپنے شوہر ابو سلمہ کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر جب ۴ھ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ تو حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ

برادران اسلام! آگے ارشاد فرمایا کہ وَاَبْنَاءُ کُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ یعنی باپ دادا کی طرح بیٹے، بھائی، بیوی، خاندان کی محبت کو بھی اللہ و رسول اور جہاد کی محبت پر نچھاور کر دینا ضروری ہے۔

شمشیر صدیق نور نظر پر : آپ نے سنا ہوگا کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عبدالرحمٰن ابو جہل کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے جب میدان جنگ میں عبدالرحمٰن نکلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر مقابلے کے لئے جھپٹے عبدالرحمان سامنے سے اگر نہ نکل بھاگتے تو شمشیر صدیق بیٹے کا سر اڑا دیتی۔

برادران ملت! یہ ہے محبت رسول کا سچا جذبہ! کہ بیٹے کے سر میں رسول کی دشمنی کا سودا سما گیا ہے تو شفیق باپ کی تلوار اپنے نور نظر کی گردن کاٹنے کے لئے بے تاب ہے۔ کیوں نہ ہو؟ کہ ایمان کی یہی شان ہے کہ محبت رسول پر باپ بیٹا سب کچھ قربان ہے۔

حضرت ابو سلمہ کے زن و فرزند : میرے بزرگو اور بھائیو! آپ نے حضرت ابو سلمہ کا نام سنا ہوگا۔ یہ صاحب الہجرتین ہیں۔ یعنی پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے واپس ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے اپنی بیوی ام سلمہ اور اکلوتے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکیل پکڑ کر چلے۔ دفعتہً ام سلمہ کے میکے والے خاندان بنو مغیرہ کے لوگ آ گئے اور کہا کہ خبردار! اے ابو سلمہ! تم خود جا سکتے ہو۔ مگر ہم اپنی لڑکی ام سلمہ کو ہر گز ہر گز تمہارے ساتھ مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی

اللہ اکبر! بھائی، شوہر، بیٹے کی لاش خون میں نہائی ہوئی نظر کے سامنے پڑی ہوئی ہے، مگر یہ پیکر ایمان، جب اپنی آنکھوں سے جان ایمان کا نظارہ کر لیتی ہے تو بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں، تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

شمیر عمر اور ماموں کا سر : حضرات! جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں بھرا ہوا جنگ کے لئے میدان میں نکلا۔ حضرت فاروق اعظم نے بڑھ کر مقابلہ کیا اور بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک اتر گئی اور فاروق اعظم نے قیامت تک کے لئے یہ نظیر قائم کر دی کہ کنبہ، قبیلہ اور رشتہ داری سب کچھ محبت رسول پر قربان ہے!

برادران گرامی! آگے ارشاد ربانی ہے وَ اَمْوَالُ نِ قْتَرَفْتُمُوْ ها و تِجَارَة" تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا. یعنی مال، مکان بھی رحمت عالم کی محبت پر قربانی کر دینا شان ایمان کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا مال، دوکان، مکان سب کچھ چھوڑ دیا اور رحمت عالم کے دامن رحمت میں پناہ لینے کے لئے خالی ہاتھ مدینے کو ہجرت کر گئے روایت ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ نے جب مدینہ منورہ کی ہجرت کا ارادہ کیا تو قریش نے کہا کہ اپنا سارا مال و سامان چھوڑ جاؤ تو مدینے جا سکتے ہو۔ چنانچہ نہایت خوشی کیساتھ اپنا مال، دکان، مکان سب چھوڑ کر حضرت صہیب

علیہ وسلم نے بی بی ام سلمہ سے نکاح فرمالیا اور ان کو امت مسلمہ کی مادر مقدس ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔

برادران ملت! دیکھا آپ نے؟ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی اور اکلوتے نور نظر کو چھوڑ دیا مگر فراق رسول برداشت نہ کر سکے یہ ہے۔ ابناؤکم وازواجکم بیٹے اور بیوی کی محبت کو محبت رسول پر قربان کر دینے کا ایک بے مثل نمونہ۔ پڑھئے درود شریف۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

مدینہ کی ایک ضعیفہ برادران ملت! جنگ احد میں جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضور رحمت عالم شہید ہو گئے۔ تو مدینہ کی ایک ضعیفہ عورت دریافت حال کے لئے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑی۔ یہ بڑھیا وہ ہے کہ

گئے تھے جنگ میں اس کے برادر اور شوہر بھی نچھاور کر دیے تھے اس نے فرزندوں کے گوہر بھی

راستہ میں ایک مجاہد ملا جو فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینے آرہا تھا۔ بڑھیا نے اس کو دیکھا تو

نہ بھائی کا نہ شوہر کا نہ بیٹے کا خیال آیا رسول اللہ کیسے ہیں؟ یہی لب پہ سوال آیا

یہ ضعیفہ چلتے چلتے احد کی پہاڑی تک پہنچ گئی اور جب اس نے بچشم خود رحمت عالم کا دیدار کر لیا تو جوش مسرت میں اس بڑھیا نے کیا کہا؟ سنئے!

نظر آیا کہ ہاں! جلوہ فگن طور تجلی ہے پکار اٹھی کہ بس میری تسلی ہی تسلی ہے

تسلی ہے، بناہ بیکساں، زندہ سلامت ہے کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

نعمتیں دونوں جہاں کی ہیں تمہارے در پر
تم خدا کے ہو، خدائی ہے تمہاری ساری

برادران ملت! اللہ ورسول کی محبت کو تو ایک حد تک آپ سمجھ چکے اب میں "جہاد فی سبیل اللہ" کے بارے میں بھی کچھ تشریح کیے دیتا ہوں۔ اس کو بھی ذرا غور سے سن لیجئے!

جہاد فی سبیل اللہ : مسلمان بھائیو! جہاد فی سبیل اللہ کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی دوسرے اصطلاحی۔ لغوی معنی تو ہیں "اللہ کی راہ میں کوشش کرنی" اور جہاد اصطلاحی کے معنی ہیں "جان ومال سے خدا کی راہ میں جنگ" پھر جہاد اصطلاحی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک جہاد کفار، دوسرے جہاد نفس۔ جہاد کفار یہ ہے کہ اللہ و رسول کے ان باغیوں سے لڑنا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اسلام کے نظام کو برباد کر کے کفر وعصیان اور شرک وطغیان کے طوفان سے جہان کو ویران کر دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے ظالموں اور فسادیوں سے جو اپنے ظلم وعدوان سے امن عالم کو غارت کر رہے ہوں جنگ کرنا اور لڑنا ہر نیک وصالح بندے کا فطری و پیدائشی حق بلکہ انسانی فریضہ ہے اور اسی مقدس جنگ کا نام "جہاد کفار" ہے۔ جنگ بدر ہو یا جنگ احد، جنگ خندق ہو یا جنگ خیبر یہ ساری اسلامی لڑائیاں جہاد کفار ہیں، جن میں جانباز مجاہدین اسلام نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیا، کون نہیں جانتا کہ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق میں قریشی کفار ہزاروں کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور یہ ناپاک عزائم لے کر چلے تھے کہ مدینہ کے گوشہ عافیت میں خدا کی عبادت کرنے والے پاک باز عابدوں زاہدوں

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے۔

برادران اسلام! خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف آٹھ چیزیں ہیں یعنی باپ، بیٹا، بھائی، بیوی، قبیلہ، مال، دکان، مکان اور دوسری طرف تین چیزیں۔ اللہ، رسول، جہاد فی سبیل اللہ، اب ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہے کہ میرے دل میں ان آٹھ چیزوں کی محبت زیادہ ہے یا ان تین چیزوں کی؟ بس یہی ایمان کی پہچان کا صحیح معیار اور قابل اعتبار کسوٹی ہے۔ کہ اگر ان آٹھ چیزوں کی محبت ان تین چیزوں کی محبت سے زیادہ ہے تو سمجھ لو کہ تمہارا ایمان ناقص ہے اور تم ہرگز اس قابل نہیں ہو کہ رحمت خداوندی تم پر کرم فرمائے۔ بلکہ تم قہر قہار اور غضب جبار کے سزاوار اور عذاب نار میں گرفتار ہو اور اگر ان تین چیزوں کی محبت ان آٹھ چیزوں کی محبت پر غالب ہے اور تمہارے قلب کا یہ حال ہے کہ اللہ ورسول اور جہاد کی محبت اس طرح تمہارے دل میں رچی بسی ہے کہ ان تین کے مقابلے میں آٹھ چیزیں تو کیا؟ اٹھارہ ہزار عالم ہیچ ہے تو تم یقین کر لو کہ تمہارا ایمان کامل ہے اور تم صادق الاسلام مسلمان ہو اور بلاشبہ تم دونوں جہان میں رحمت خداوندی کے حق دار اور فلاح دارین کے تاجدار ہو۔ تم جدھر رخ کرو گے خدا کی رحمت تمہارا استقبال کرے گی اور فتح و نصرت تمہارے قدموں کا بوسہ لے گی۔ تمہارے ہر قدم پر جنت نثار، اور تمہاری سجدہ گاہ کے بوسہ کے لئے ملائکہ بے قرار نظر آئیں گے۔ تمہاری دعاؤں کے استقبال کے لئے عرش الٰہی وجد کرے گا اور تمہاری مرادیں اور تمنائیں تمہاری تلاش میں دوڑتی پھریں گی تمہارے قدموں کی ٹھوکر سے کائنات زیروزبر ہو گی اور تم جدھر نگاہ اٹھا کر دیکھو گے زمین و آسمان بلکہ سارا جہان تمہیں یہ پکارتا ہوا نظر آئے گا کہ۔

اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ انصار کی اس تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا!

آخر ساٹھ مہاجرین اور دو سو ترپن انصار کل تین سو تیرہ جاں نثاروں کا لشکر بدر کی جانب چل پڑا۔ جوش جہاد کا یہ عالم تھا کہ بوڑھے اور جوانوں کے ساتھ عمیر بن ابی وقاص چودہ برس کے کم سن بچے بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کو واپس کرنا چاہا تو یہ رو پڑے۔ آخر رحمت عالم نے ان کو اجازت دے دی اور ان کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کم سن سپاہی کے گلے میں بھی ایک تلوار حمائل کر دی۔

برادران اسلام! مجاہدین بدر کی بے سروسامانی کا بھی حال سن لیجئے! -

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں

پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا

جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

مجاہدین کی یہ مختصر سی جماعت قریش کے جم غفیر سے ٹکر لینے کے لئے میدان بدر میں صف آرا ہو گئی۔ اور ایسی جاں نثاری کا مظاہرہ کیا کہ آسمان سے ان کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوج اتر پڑی۔

ابو جہل کے قاتل : حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا اور میرے دائیں بائیں دو کم سن نوجوان معاذ و معوذ کھڑے تھے۔ دونوں

کو ہلاک کر دیں۔ بے گناہ بچوں کو ذبح کر دیں، عفت مآب خواتین اسلام کی بے حرمتی کریں اور غریبوں فقیروں کے مسکن شہر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں! برادران ملت! جہاد کفار میں صحابہ کرام نے کتنے جوش اور ولولے کا مظاہرہ کیا میں اس کے متعلق صرف جنگ بدر کی چند جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ ایک ہزار کفار کا لشکر سیلاب کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ رحمت عالم نے اس نازک گھڑی میں جب مومنین کا اجتماع کر کے جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان فرمایا تو صرف تین سو تیرہ نہتے اور بے سرو سامان مجاہدین نے جس جذبے اور ولولے کے ساتھ اس حق و باطل کی جنگ میں حصہ لیا ہے شاید آفتاب و ماہتاب کی نگاہوں نے روئے زمین پر ایسی جانبازی و سر فروشی کا منظر نہ دیکھا ہوگا۔

انصار کی جاں نثارانہ تقریر: بدر کی روانگی سے قبل حضرات ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے بڑی پر جوش تقریریں کیں۔ لیکن رحمتہ للعالمین انصار کا جواب سننے کے لئے بے قرار تھے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا۔ کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ عرض کیا۔

معاذ اللہ! یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا — پیا ہے دودھ ہم نے اپنی غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں — جہاں کو غرق کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں
سنان نیزہ بن کر سینہ دشمن میں گڑ جائیں — قریش مکہ، میں کیا چیز؟ ہم دیوؤں سے لڑ جائیں
ہمارا مرنا جینا آپ کے احکام پر ہوگا — کسی میدان میں ہو خاتمہ اسلام پر ہوگا

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یوں نہ کہیں گے کہ آپ

ہیں۔ ایک جہاد کفار، دوسرا جہاد نفس، جہاد کفار کا حال تو آپ سن چکے۔ اب جہاد نفس کی حقیقت کو بھی سمجھ لیجئے اور عمل کی کوشش کیجئے۔

جہاد نفس : میرے بزرگو! بھائیو! جہاد نفس کیا ہے؟ اجی یہ جہاد کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ یہاں تک کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ (مشکوۃ ص ۳۳۴) یعنی مجاہد کامل تو وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے بلکہ ایک غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ یعنی اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے۔ آپ نے غور کیا؟ میدان جنگ میں تیر و تلوار کی لڑائی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا جہاد فرمایا اور جہاد نفس کو بڑا جہاد قرار دیا۔ ایسا کیوں؟ بات یہ ہے کہ واقعی جہاد نفس بہت کٹھن چیز ہے۔ تیر و تلوار کا جہاد تو چند دنوں بلکہ چند گھنٹوں تک رہتا ہے۔ مگر جہاد نفس تو ہر دم ہر قدم پہ آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ جہاد نفس کیا ہے؟ سنئے! تمام گناہ والی لذتوں اور شہوتوں سے نفس کو روک لینا اور تمام عبادتوں کی مشقتوں پر ثابت قدم رہنا یہ ہے جہاد نفس۔ غور فرمایئے کہ دنیا بے شمار گناہ والی لذتوں اور شہوتوں سے بھری پڑی ہے۔ شراب و منشیات، سینما و موسیقی، رقص و سرود، حسن و جمال کے عریاں نظارے، یہ گناہوں کے وہ دلکش و دل فریب سامان ہیں کہ نفس انسانی بار بار ان کی طرف لپکتا ہے۔ مگر مجاہد نفس کی یہ شان ہے کہ وہ نفس کی لگام کو بڑی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہمیشہ نفس کو ان گناہوں کی طرف بڑھنے سے روکے رہتا ہے۔ اسی طرح ذرا غور تو کیجئے! کہ کڑکڑاتا جاڑا۔ صبح کے وقت ٹھنڈے پانی

نے مجھ سے پوچھا کہ اے چچا! ابو جہل کون ہے؟ میں نے کہا بھتیجے! ابو جہل کو پوچھ کر کیا کرو گے؟ تو دونوں نے جواب دیا کہ ؎

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

اتنے میں ابو جہل سامنے آگیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے اشارہ کر دیا کہ ابو جہل وہ ہے۔ صورت دیکھتے ہی دونوں نوجوان باز کی طرح جھپٹے اور ابو جہل زمین پر ڈھیر ہو گیا ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے معاذ کے بائیں شانے پر ایسی تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی رہا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر بھاگ نکلا۔ معاذ اسی حالت میں لڑتے رہے لیکن کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے کے سے زحمت ہو رہی تھی اس لئے ہاتھ کو پاؤں سے دبا کر کھینچا کہ تسمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے!

سبحان اللہ! سبحان اللہ! یہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ سے محبت کے چند عملی نمونے۔ اللہ اکبر! یہ نمازیوں کی فوج، یہ غازیوں کی جماعت، اے آسمان بول! اے زمین بتا! کیا تو نے کبھی ایسا جذباتی لشکر دیکھا ہے؟ جس کی رگ رگ میں جوش جہاد کا آتش فشاں پنہاں ہو۔ افسوس! یہ مسجدوں کے نمازی اور میدان جنگ کے غازی دنیا سے چلے گئے۔ آہ۔ آہ! یہ رات کے عابد شب زندہ دار اور دن کے شہسوار آج دنیا میں نہ رہے۔ مسلمانو! ؎

اک طرف تیغ بکف ایک طرف سر بسجود
پھر ضرورت ہے انہیں بے سرو سامانوں کی

برادران ملت! "خیر" تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاد کی .. قسمیں

جہاد ہے اور امام مالک کی روایت میں ہے کہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا کہ فَذالِکُمُ الرِّبَاطُ فَذالِکُمُ الرِّبَاطُ یعنی یہ جہاد ہے، یہ جہاد ہے!

اسی طرح حج و عمرہ کے بارے میں حضور شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَفْدُ اللّٰهِ ثَلٰثَة'' اَلْغَازِی وَالْحَاجُّ الْمُعْتَمِرُ (مشکوۃ ص ۲۲۳) یعنی دربار الٰہی کے معزز مہمان تین ہیں، میدان جنگ میں لڑنے والا اور حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا، آپ نے دیکھا! غازی جہاد کفار کرتا ہے اور حج و عمرہ کرنے والا جہاد نفس کرتا ہے سرکار دو جہان نے ان سب کو مہمان خدا کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ یوں ہی زکوۃ دینے والا بھی مجاہد نفس ہے۔ کیونکہ اپنی کمائی اور محبوب مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ یقیناً نفس پر بہت شاق گزرتا ہے! غرض میں عرض کر چکا کہ ہر گناہ سے بچنے والا مجاہد نفس ہے اور ہر نیکی پر ثابت قدم رہنے والا مجاہد نفس ہے۔ لہذا اے برادران ملت! اگر ایمان حقیقی کا لطف اور دنیا و آخرت میں خداوند قدوس کی رضا اور مغفرت چاہتے ہو تو اللہ و رسول کی محبت کی طرح جہاد فی سبیل اللہ سے بھی محبت کرو اور جب جہاد کفار کا وقت آجائے تو تن من دھن کیساتھ جہاد کفار بھی کرو۔ اور ہر دم ہر قدم پر جہاد نفس کرتے رہو یعنی گناہوں سے بچتے رہو اور نماز، روزہ، حج و زکوۃ وغیرہ تمام اعمال صالحہ کرتے رہو!

مگر بھائیو! چاہئے تو یہ تھا کہ ہم باپ، بیٹا، بھائی، کنبہ، مکان، دکان، مال ہر چیز کو جہاد نفس کے وقت فراموش کر دیتے۔ مگر افسوس کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم مسجد میں بھی جاتے ہیں تو دکان و تجارت کا خیال بھوت بن کر ہمارے سروں پر سوار رہتا ہے بلکہ نماز میں بھی سر سجدے میں اور دل بازار میں لگا رہتا ہے۔ جہاں اللہ اکبر کہا اور نیت باندھ کر کھڑے ہو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کی جگہ پوری

سے وضو، مسجد کی حاضری، کس قدر نفس پر شاق ہے، ذرا غور تو فرمائیے کہ جون کی گرمی، گرم گرم لو کے تھپیڑے، ناقابل برداشت پیاس اور سامنے ٹھنڈا ٹھنڈا برف کا پانی، میٹھا میٹھا برف کا شربت، سوچئے تو سہی کہ نفس کس قدر بے قرار ہو کر پانی اور شربت کی طرف لپکتا ہوگا؟ مگر نمازی اور روزہ دار، وہ مجاہد نفس ہیں کہ اپنے نفس سے لڑتے اور جہاد کرتے ہیں دیکھ لیجئے! وقت فجر کا نمازی اپنے نرم نرم بستر اور گرم گرم لحاف کی میٹھی نیند کو ٹھوکر مار کر کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں وضو کر کے، مسجد میں اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر بسجود ہو کر نفس سے جہاد کر کے اس جہاد میں فتح پاتا ہے۔ اسی طرح روزہ دار پیاس کی شدت میں ٹھنڈے ٹھنڈے، میٹھے میٹھے شربت کو حقارت کی نظروں سے دیکھ کر نفس پر فتح مبین حاصل کر کے مجاہد فی سبیل اللہ کے شرف سے سرفراز ہوتا ہے۔

برادران اسلام! یہی وجہ ہے کہ گلشن نبوت کے سب سے زیادہ حسین پھول، یعنی پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلَا اَدُلُّکُمْ علی مَایَمْحُوا اللّٰہُ به الْخطَایا یعنی اے لوگو! کیا میں تم لوگوں کی ایسے اعمال کی طرف رہنمائی نہ کروں؟ جن کے سبب سے خداوند کریم گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے وَیَرْفَعُ به الدَّرجات اور بڑے بڑے بلند درجے عطا فرماتا ہے قالُو بلٰی یا رسُولَ اللّٰه. لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ یارسول اللہ! ضرور ہماری رہنمائی فرمائیے! قالَ اسْبَاغ "الْوُضوء علَی الْمکَارہِ و کثْرۃُ الْخطایاالی الْمسَاجدِ و انْتظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃ فذالکُمُ الرِّبَاطُ (مشکوٰۃ ص ۳۸) ارشاد فرمایا کہ تکلیفوں کے باوجود وضو کو مکمل طریقے سے کرنا اور کثرت سے مسجدوں کی طرف آمدورفت رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ

کی جگہ یاد آگئی۔ پھر کیا ہوا؟ بس پوچھے مت! نماز ہی میں دل دھک پھک کرنے لگا۔ سٹاسٹ، کھٹاکھٹ جلدی جلدی نماز پوری کی اور کہاں کا مصلی؟ کیسی نماز؟ جلدی جلدی بھاگا اور کدال پھاوڑا ڈھونڈنے لگا اور کھودتے کھودتے خزانہ مل گیا اور اس کو گنتے سنبھالتے میں صبح ہو گئی اور دوسری تیسری رکعت نہ پڑھ سکا۔ صبح امام کے سلام کو حاضر ہوا اور بہت بہت شکریہ ادا کیا امام نے پوچھا کہ رات میں سو رکعت پڑھ لی تھی؟ بولا کہ نہیں حضور! پہلی ہی رکعت میں خزانہ یاد آگیا۔ پھر کھودنے، گننے رکھنے میں صبح ہو گئی۔ امام نے فرمایا کہ بھائی! میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہیں سو رکعت پڑھنے نہیں دے گا ویسا ہی ہوا۔ بھائیو! یہی حال ہمارا ہے کہ نماز میں بھی مکان، سامان، دکان کا خیال لگا رہتا ہے۔

دوسرا لطیفہ: سنا ہے کہ ایک مرتبہ چند نمازی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ بھائیو! نماز سے آخرت کے بڑے بڑے فائدے ہیں لہذا خبر دار! ہرگز ہرگز نماز نہ چھوٹنے پائے۔ ایک بلیک سے تیل بیچنے والا بیوپاری یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ بھائی ہاں۔ خدا کی قسم تم لوگ سچ کہتے ہو۔ میں تو صرف عشاء کی نماز پڑھتا ہوں۔ مگر اللہ اکبر! اس کا کتنا بڑا فائدہ ہے؟ اس کو بس میں ہی جانتا ہوں۔ بیشک بیشک نماز سے بہت بڑا فائدہ ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اچھا صاحب! بتایئے تو کہ عشا کی نماز میں آپ کو کون کونسا فائدہ نظر آیا؟ بیوپاری ڈپٹ کر بولا کہ واہ صاحب! واہ! آپ کو کیا خبر؟ دن بھر لوگ میرے یہاں سے ادھار تیل لے جاتے ہیں اور بھیڑ بھاڑ میں مجھے یاد نہیں رہتا کہ کون کون کتنا کتنا تیل لے گیا ہے؟ مگر جب میں عشاء کی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو مجھ کو گھور

دکان کا سامان یاد آ گیا اور بلیک کے سارے بہی کھاتے نظروں کے سامنے آ گئے۔ دو رکعت کی نیت باندھی تھی تو خیال ہی نہیں رہتا کہ دو رکعت ہوئی یا چار رکعت ہو گئی؟ چار رکعت کی باندھی تھی تو دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا اور پھر اسی طرح سوچ رہے ہیں کہ دو ہوئی کہ چار!

برادران ملت! مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آ گیا جو ہمارے حال کے بالکل مطابق ہے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کنجوس، مکھی چوس بخیل اپنے مکان میں روپیہ دفن کر کے جگہ بھول گیا۔ روتا ہوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! میں نے اپنے مکان میں روپیہ دفن کیا تھا مگر جگہ بھول گیا ہوں حضور بتا دیں کہ میں نے کس جگہ روپیہ دفن کیا تھا؟ امام اعظم نے فرمایا کہ بھائی اگر مسئلہ ہو تو مجھ سے پوچھ لو۔ خزانہ کہاں دفن ہے؟ یہ بتانا میرا کام نہیں ہے۔ مگر یہ شخص گڑگڑا کر انتہائی اصرار کرتا رہا تو امام اعظم نے فرمایا کہ اچھا میں تجھے ایک عمل بتاتا ہوں اگر تو نے یہ عمل کر لیا تو امید ہے کہ تیرا مدفون خزانہ تجھ کو مل جائے گا تم جاؤ آج رات میں ایک سو رکعت نفل نماز پڑھ کر دعا مانگو مگر شاید تم یہ عمل نہ کر سکو گے بخیل گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔ نہیں حضور! میں ضرور یہ عمل کروں گا۔ گھر آیا اور رات میں نہایت بڑے حضور قلب کیساتھ نماز نفل شروع کر دی۔ ادھر شیطان کے پیٹ میں درد اٹھا کہ اگر اس مسلمان نے رات میں سو رکعت پڑھ لی تو یہ مقبول بارگاہ الٰہی ہو جائے گا۔ شیطان دوڑ کر آیا اور پہلی ہی رکعت میں ایسا وسوسہ ڈالا کہ اس کو خزانے

وہ ایسا سجدہ کرتے تھے کہ ان کی پیشانی کی روحانیت سے زمین کانپ جاتی تھی اور ان کی تمنائیں پوری کرنے کے لئے چاند و سورج گردش کیا کرتے تھے۔

ایں زماں جز سر بزیرے ہیچ نیست　　اندروں جز ضعف پیرے ہیچ نیست

آج کل سر جھکانے کے سوا سجدوں میں کچھ بھی نہیں ہے اور دلوں میں بڑھاپے کی کمزوری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

لا الہ اندر نمازش بود و نیست　　نازہا اندر نیازش بود و نیست

اللہ والوں کی نمازوں میں لا الہ الا اللہ کا جلال تھا جو آج نہیں رہا ان کے نیاز میں ہزاروں ناز پوشیدہ تھے۔ جو آج ناپید ہو گئے!

سینہا از گرمی قرآں تہی　　از چنیں مرداں چہ امید بہی

صاحب قرآن و بے ذوق طلب　　العجب، ثم العجب، ثم العجب

آج مسلمانوں کے سینے قرآن کی گرمی سے خالی ہو چکے۔ پھر بھلا ایسے لوگوں سے کیا فلاح و بہبود کی امید کی جا سکتی ہے؟! اجی صاحب قرآن ہو کر رضائے مولیٰ کی طلب سے بے ذوق ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ نہایت ہی تعجب کی بات ہے۔

کاش! اے برادران ملت! ہمیں خدا کے ان پاک بندوں جیسی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی جس کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (مشکوۃ ص ۱۱) یعنی تم اس طرح خدا کی عبادت کرو گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر تمہیں اتنی حضوری نہیں حاصل ہو سکتی تو کم از کم اتنا دھیان تو رکھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! بس رونا تو یہی ہے کہ

ہو، بھگیلو، کتورو، ڈومن سب کا خیال آجاتا ہے کہ کون کون کتنا کتنا تیل لے گیا ہے؟ کیا یہ کوئی معمولی فائدہ ہے؟ جو آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو نماز عشاء سے کیا فائدہ؟

برادران ملت! ذرا سوچئے تو سہی! کہ یہ بھی کوئی نماز ہے؟ ابی نماز! اللہ اکبر! کیا چیز ہے نماز؟ ـ

نماز وہ ہے جو سینوں میں بجلیاں بھر دے
نہ وہ کہ صرف رکوع و قیام بن کے رہی

بزرگوں کی نماز دوستو! اور بزرگو! نماز دیکھنی ہو تو حضرت فضیل و ابو سعید اور خواجہ جنید بغدادی و بایزید بسطامی کی نماز دیکھو! جاوید نامہ میں کیا خوب لکھا ہے ـ

پاک مرداں چہ فضیل و بو سعید عارفاں مثل جنید و بایزید
قرأتِ کز وے خلیل آید بوجد روح پاک جبرئیل آید بوجد

یعنی حضرت فضیل وابو سعید اور خواجہ جنید وبایزید جیسے پاکباز عارفوں اور اللہ والوں کی نماز یہ تھی کہ ان کی قرات کے سوز و گداز سے حضرت ابراہیم خدا کے خلیل اور روح الامین جبرئیل کو وجد آتا تھا!

دل از و در سینہ گردد ناصبور شور الا اللہ خیزد از قبور

ان کی قرأت سے سینوں میں دل بے قرار ہو جاتا تھا بلکہ قبرستان کی قبروں سے بھی الا اللہ کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے۔

سجدہ کردے اوزمیں لرزیدہ است بر مرادش مہر و مہ گردیدہ است

پانچواں وعظ

حضور العاشقین

نہیں ہے جوش بلالی و حیدری تجھ میں   ستم ہے اپنی نمازوں پہ گر تو ناز کرے
خودی کو چھوڑ کے محو نماز یوں ہو جا   کہ خود نماز ہی تیری ادا پہ ناز کرے

واخرد عوانا ان الحمد الله رب العلمین و صلی الله تعالی علیه
خیر خلقه محمد و اله و صحبه اجمعین۔

اللہ و رسول کی پکار پر حاضری میں ایک لمحہ بھی تاخیر کرے گا تو وہ یقیناً اللہ و رسول کی بارگاہ عظمت کا مجرم قرار پائے گا۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو سعید بن معلیٰ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ عین حالت نماز میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا۔ مگر میں نے نماز کی مشغولیت کی وجہ سے جواب نہیں دیا اور نماز پوری کر کے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور اپنی حاضری کی تاخیر کا یہ عذر کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز میں تھا۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ یعنی اللہ و رسول جب اور جس حال میں بھی تمہیں پکاریں تو تم ان کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔ (مشکوۃ ص ۱۸۴)

اسی طرح ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور حالت نماز ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار ان کے کان میں آئی۔ یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نماز کی حالت میں کس طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو جواب دوں؟ بالآخر جب نماز پوری کر کے حاضر بارگاہ عالی ہوئے اور عذر کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز میں تھا تو فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرات! ان دونوں روایات سے پتہ چلا کہ اللہ و رسول کی پکار پر فوراً ہی حاضر ہو جانا فرض ہے۔ اتنی مہلت بھی نہیں کہ نمازی نماز پوری کر کے آئے۔ بلکہ عین حالت نماز میں دوڑ کر حاضر ہو جانا ضروری ہے کیونکہ ابو سعید بن معلیٰ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نماز کے بعد فوراً ہی حاضر ہو گئے تھے مگر پھر بھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْجَزَ وَعْدَہ'. وَنَصَرَ عَبْدَہ'. وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہ'.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهِ الَّذِیْ لَانَبِیَّ بَعْدَہ'. کُلَّمَا حَمِدَ لِلّٰهِ
حَامِدٌ' حَمْدَہ' اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ.
وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (انفال)

آواز ہو بلند درود سلام کی محفل ہے یارو! سیرت خیر الانام کی
اللہ کا وظیفہ ہے اور قدسیوں کا بھی کیا شان ہے رسول علیہ السلام کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

حضرات گرامی! میں نے اس وقت سورہ انفال کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی پکار پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں ایسی چیز کے لئے پکاریں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور تم لوگ یقین کر لو! کہ اللہ کا ارادہ آدمی اور اس کے دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب لوگ اسی کے دربار میں جمع کئے جاؤ گے!

برادران ملت! خداوند قدوس نے اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو یہ حکم فرمایا کہ مومن کہیں بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو۔ مگر جب اللہ و رسول کی پکار اس کے کان میں پڑ جائے تو اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہہ کر دوڑ پڑے اور ایک لمحہ کے لئے بھی دیر نہ کرے۔ اگر

شان بے مثالی۔ آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ نماز میں اگر کسی کو زبان سے تو کیا؟ اشارہ سے بھی کوئی سلام کر دے تو اس شخص کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر رحمت عالم خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بے مثالی ہے کہ ان کی پکار پر نمازی نماز چھوڑ کر دوڑ پڑے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ ان سے سلام و کلام کرے۔ وہ جہاں بھیجیں چلا جائے۔ ان کی خدمت بجا لائے۔ سب کچھ کرے مگر اس کی نماز باطل نہیں ہو گی۔ کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "صراط مستقیم" پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہ "نماز میں جناب رسالتمآب کا خیال لانا بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا برا ہے" معاذ اللہ! توبہ، توبہ نعوذ باللہ! کاش یہ لوگ ان نورانی عبارتوں کو اپنی نگاہوں سے دیکھتے تاکہ ان کی آنکھیں کھل جاتیں اور انہیں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمکتا ہوا آفتاب نظر آجاتا۔ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے۔

یاد محمد یاد خدا ہے کس کو خوستے گھٹاتے یہ ہیں

ایک عجیب نکتہ میرے بزرگو اور بھائیو! یہاں ایک عجیب نکتہ اور بھی قابل غور ہے کہ ابو سعید بن معلّٰی اور ابی بن کعب کو خدا نے نہیں پکارا تھا۔ مگر محبوب خدا کی پکار کو اللہ و رسول کی پکار فرمایا گیا۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پکار خدا ہی کی پکار ہے۔ قرآن مجید کی آیات گواہ ہیں کہ رب العزت جل جلالہ کا اپنے حبیب پر اتنا کرم عظیم ہے کہ وہ اپنے حبیب کے فعل کو اپنا فعل فرماتا ہے اور اپنے حبیب کے حکم کو اپنا حکم اور اپنے حبیب کے فرمان

معتوب ہوئے۔

حضور اکرم کو جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی : برادران ملت! اسی لئے فقہائے کرام کا فتویٰ ہے کہ نماز میں اگر کسی شخص کی بھی پکار کا جواب دیا جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر کسی خوش نصیب کو عین حالت نماز میں رحمت عالم پکاریں تو اس پر فرض لازم ہے کہ فوراً نماز چھوڑ کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پکار کا جواب دے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام و کلام کرے۔ ان کے حکم کی تعمیل کرے۔ چلے پھرے۔ خدمت انجام دے لیکن بارگاہ نبوت سے واپس لوٹ کر پھر وہیں سے نماز پڑھے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا کیونکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی پکار کا جواب دینے اور ان کی بارگاہ عظمت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی چنانچہ مرقاۃ میں ہے کہ دَلَّ الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّ اِجَابَةَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُبْطِلُ الصَّلٰوةَ كَمَا اَنَّ خِطَابَه' بِقَوْلِكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ لَايُبْطِلُهَا۔ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کا جواب دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جس طرح کہ آپ کو مخاطب کر کے السلام علیک ایھا النبی کہنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(حاشیہ مشکوۃ ص ۱۸۴)

یہی مضمون بخاری شریف کے حواشی ص ۱۶۱، ۲۴۲، ۲۶۹ پر بھی ہے اور خازن وغیرہ تفسیر کی کتابیں بھی اسی نورانی مضمون سے منور ہیں۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اس مضمون سے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی

کا فرمان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء اللہ کی رضا ہے۔ محبوب خدا کی ناراضگی۔ خدا کی ناراضگی ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ رسول خدا کی پکار خدا کی پکار ہے۔ سبحان اللہ! خوب فرمایا ہے کسی نے ۔

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است
خویش را خود عبدہ' فرمودہ است

یعنی رسول کی عظمت شان کے آگے زمین اپنی پیشانی رگڑ رہی ہے مگر واہ رے اس رسول مکرم کی تواضع کے کہ اس جلالت شان کے باوجود آپ ہمیشہ اپنے کو عبدہ یعنی خدا کا بندہ فرماتے رہے۔ مگر حضرات! سن لیجئے کہ حضور اکرم نے اپنے کو خالی عبد نہیں کہا بلکہ عبدہ کہا اور خداوند عالم نے بھی سبحٰن الّذی اسرٰی بعبدہٖ میں رسول کو عبدہ فرمایا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ۔

عبد دیگر عبدہ، چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر

عبد اور عبدہ کا فرق : جی! خالی عبد یعنی بندہ ہونا اور چیز ہے اور عبدہ، یعنی خدا کا بندہ ہونا اور چیز ہے۔ دیکھو! ہم عبد ہیں تو ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سراپا انتظار بنے ہوئے ہیں کہ کاش رحمت خداوندی کی کوئی تجلی ہم پر پڑ جاتی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ہیں تو ان کی یہ شان ہے کہ خداوند کریم شب معراج میں ان کو مہمان بلا کر ان کے انتظار میں ہے۔

میاں! یہ تو سبھی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں۔ مگر خدا کی قسم اس بندے کی معراج ہو گئی جس کو ایک مرتبہ خدا کہہ دے کہ تو میرا بندہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

کو اپنا فرمان فرماتا ہے۔

برادران ملت! روایت ہے کہ کفار مکہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے کاشانہ نبوت کو گھیر لیا تو جبرئیل امین نے سرکار دو جہاں کو اس کی اطلاع دی۔ رحمت عالم اٹھے اور بستر نبوت پر شہنشاہ ولایت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو سلا کر خود باہر تشریف لائے اور ایک مٹھی کنکری کفار کے جم غفیر کی طرف پھینکی۔ یہ کنکریاں کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئیں وہ آنکھیں ملتے ہی رہے اور سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سے ہو کر سلامتی کیساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔

خدا کی پھینکی ہوئی کنکریاں حضرات! ان کنکریوں کو کس نے پھینکا تھا؟ کفار سے پوچھو تو وہ یہی کہیں گے کہ ان کنکریوں کو پھینکنے والے رسول ہیں اور خود کنکریوں سے بھی اگر پوچھا جائے کہ اے کنکریو! بتاؤ تمہیں کس نے پھینکا؟ تو وہ بھی یہی جواب دیں گی کہ ہم کو رسول نے پھینکا۔ مگر جب خدا سے پوچھو گے تو یہ جواب ملے گا کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى خداوند قدوس فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! جب آپ نے ان کنکریوں کو پھینکا تو، تو آپ نے نہیں پھینکا تھا بلکہ ان کنکریوں کو تو خدا نے پھینکا تھا۔

اللہ اکبر! پھینکنے والے محبوب خدا ہیں۔ مگر قرآن گواہ ہے کہ کنکری پھینکنے والا خدا ہے۔ دیکھ لو! رسول کے عمل کو خدا اپنا عمل فرمارہا ہے۔ برادران ملت! اس آیت میں رسول کی عظمت شان ورفعت مکان کا عظیم الشان نشان دیکھ لو! رحمۃ للعالمین کا کام رب العالمین کا کام ہے۔ رسول کریم کا فرمان خداوند کریم

کر روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور اعلان کر دیا کہ ہم محبوب خدا کو خدا کے گھر کا طواف نہیں کرنے دیں گے۔ رحمت عالم بحالت احرام میدان حدیبیہ میں اتر پڑے اور صلح کی گفتگو کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ کفار مکہ نے کہا کہ اے عثمان! تم اکیلے کعبہ کا طواف کر لو! مگر ہم تمہارے رسول کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر محبوب خدا کو ساتھ لئے ہوئے تنہا خدا کے گھر کا طواف نہیں کر سکتا۔ بات بڑھ گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لوٹنے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایک ببول کے درخت کے نیچے رونق افروز ہو گئے اور اعلان فرما دیا کہ کون کون میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرتا ہے کہ جب تک اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ اور زندگی کی ایک سانس باقی ہے وہ خدا کی راہ میں جنگ کرتا رہے گا۔ چنانچہ چودہ سو جاں نثار دوڑ پڑے۔ اور سب نے رحمت عالم کا دست مبارک اپنے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بیعت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ وہ کیسے بیعت کرتے؟ مگر رحمت عالم کا کرم دیکھو کہ آپ نے اس وقت فرمایا کہ اِنَّ عُثْمان کان فِیْ حاجةِ اللّٰهِ وَحاجَةِ رَسُوْلِه (مشکوٰۃ ص ۵۶۱) یعنی حضرت عثمان اس وقت اللہ اور رسول کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر سرکار دو عالم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ رسول کا ہاتھ ہے اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا **ھٰذہ لعُثْمان** (مشکوٰۃ ص ۵۶۲) یہ حضرت عثمان کی بیعت ہے۔

عزیزان گرامی! آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

ہر جفا، ہر ستم گوارا ہے اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے بار بار فرمایا کہ میرا محبوب میرا عبد ہے۔ پھر رسول کی شان عبدیت کا کیا کہنا؟ خدا کی قسم! جس طرح میرے رسول کی رسالت بے مثال، نبوت بے مثال، شفاعت بے مثال، امامت بے مثال، اسی طرح ان کی شان عبدیت بھی بے مثل و بے مثال ہے، سن لیجئے۔

مدعا پیدا نگر دو نگر زیں دو بیت
تانہ بینی از مقام ما رمیت

یعنی ان شعروں سے مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا جب تک کہ تم مارمیت اذ رمیت والی آیت کا مطلب غور سے نہیں سمجھو گے اس وقت تک تم کو رسول کی عبدیت کا جاہ و جلال نظر نہیں آسکتا۔ مسلمانو! بار بار پڑھو! ومارمیت اذ رمیت اور خود دیکھ لو! اور دنیا کو دکھادو! کہ رسول کی یہ شان بندگی ہے کہ رسول کوئی کام کرتے ہیں یا کچھ فرماتے ہیں تو خداوند قدوس ان کے کام کو اپنا کام اور ان کے فرمان کو اپنا فرمان بتاتا ہے **ومایَنطِقُ عن الھوٰی. انْ ھُو الّا وحیٌ یُوحٰی.** یعنی رسول اپنی خواہش سے تو کچھ فرماتے ہی نہیں بلکہ ان کا فرمان تو فرمان خدا ہوتا ہے۔

بیعۃ الرضوان: بزرگان ملت! آپ نے بیعۃ الرضوان کا حال نہیں سنا؟ **۶ھ** میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم مدینہ طیبہ سے چودہ سو صحابہ کرام کی جماعت کو ہمراہ لے کر عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کی طرف احرام باندھ

لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ کہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔

زینب بنت جحش کا نکاح: حضرات! زینب بنت جحش خاندان قریش کی دختر نیک اختر تھیں۔ صاحب مال اور حسن و جمال والی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ تم میرے غلام زید بن حارثہ سے نکاح کر لو۔ زینب بنت جحش کے بھائی عبداللہ بن جحش کی رگ قریشیت پھڑک اٹھی اور انہوں نے انکار کر دیا کہ ایک قریشی صاحبزادی ہرگز ایک غلام کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی۔ رحمۃ للعالمین کی یہ حکم عدولی رب العالمین کو اس قدر ناگوار ہوئی کہ فوراً جبریل امین احکم الحاکمین کا حکم لے کر فرش زمین پر اتر پڑے اور یہ آیت نازل ہوئی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا یعنی اللہ و رسول جب کسی مومن بندے یا مومن بندی کو کسی بات کا حکم فرما دیں تو پھر انہیں اپنے معاملہ کا کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص اللہ و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں گمراہ ہو جائے گا۔

برادران ملت! دیکھ لیجئے! زینب بنت جحش کو خدا نے نکاح کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ محبوب کبریا نے حکم دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فرماتا ہے یعنی رسول کے حکم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خدا کا حکم تھا اور عبداللہ بن جحش نے خدا اور رسول دونوں کی نافرمانی کی۔ چنانچہ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فرمایا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کا حکم خدا کا حکم ہے اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ رسول کی پکار خدا کی پکار ہے اور جب رسول کی

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی   برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی   رہ گئی رسم اذاں۔ روح بلالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود   ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
تم ہو صورت میں نصاریٰ تو تمدن میں ہنود   یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

برادران اسلام! آج تو میں ایسے نمونے تمہیں نہیں دکھا سکتا جو اللہ و رسول کی پکار پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر دوڑ پڑیں۔ مگر ہاں! آؤ اس دور کی سیر کرو جو خیر القرون یعنی تمام زمانوں میں بہتر زمانہ ہے۔ خیر القرون کون؟ خیر القرون وہ مقدس دور ہے جو دور صحابہ کہلاتا ہے۔ صحابہ کون؟ صحابہ وہ خوش نصیب مسلمان، جنہوں نے ایمانی نگاہوں سے نبی بے مثال کا جلوہ جمال و جلال دیکھا اور آخری دم تک اسلام کی نصرت و حمایت میں کمربستہ رہ کر رحمۃ للعالمین کی کالی کالی رحمت والی کملی میں پہنچ گئے۔ ان حقیقی مسلمانوں کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرو تو پتہ چل جائے گا کہ واقعی اللہ ورسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جانے والوں کے کیسے کیسے انمول و بے مثال نمونے گزر چکے ہیں۔

غسیل الملائکہ : عزیزان ملت! حضرت حنظلہ بن ابی عامر صحابی کا لقب "غسیل الملائکہ" ہے۔ یعنی فرشتوں کے نہلائے ہوئے۔ یہ غسیل الملائکہ "

پکار، خدا کی پکار ہے تو ظاہر ہے کہ رسول کی پکار پر دوڑنے والا چونکہ خدا کی پکار پر دوڑنے والا ہے اس لئے حالت نماز میں اگر کوئی شخص رسول کی پکار پر دوڑے گا تو ہر گز اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ خدا کی نماز میں ہے اور وہ خدا ہی کے حکم پر دوڑا ہے اس لئے وہ ایک لمحہ کیلئے بھی خدا کی عبادت سے جدا نہیں ہوا پڑھئے درود شریف اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم۔

بہر کیف میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سورہ انفال کی اس آیت نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ مومن کہیں بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو، مگر جب اللہ و رسول اس کو پکاریں تو اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جائے اور ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہ کرے۔

بزرگان ملت! اس الحاد و بے دینی کے دور میں تو اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہونے والوں کی مثال میں کہاں سے پیش کر سکتا ہوں۔ اس دور میں تو ہر چیز جس طرح مصنوعی ہو چکی ہے اسی طرح مسلمان بھی مصنوعی ہو گئے ہیں۔ افسوس! اب تو وہ بدترین دور آچکا ہے جس کے لئے خدا کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پونے چودہ سو برس پہلے فرما دیا تھا کہ سَیَاتِی علی النّاس زَمَانٌ" لَایَبْقٰی من الْاِسْلَام اِلَّا اسْمُہٗ' یعنی عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے گا۔ آج کل وہی منحوس دور شروع ہو چکا ہے کہ نام کا اسلام اور نام کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں۔ اسلام کی روح فنا ہو گئی اور حقیقی مسلمانوں سے دنیا تقریباً خالی ہو گئی ہے "مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب" والا زمانہ آگیا ہے۔ سچ کہا شاعر مشرق نے

اندر میں پیدا ہوئی، پلی بڑھی، پروان چڑھی، مجھے یہ غم ہے کہ میں ایک پردہ نشین خاتون ہونے کی وجہ سے اس جہاد میں تیرے دوش بدوش لڑ نہیں سکتی۔ مگر میں تجھے روک بھی نہیں سکتی۔ میری بھی یہی تمنا ہے کہ میرے پیارے شوہر جلدی کرو! اور جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جانے میں کچھ دیر ہو جائے۔ میرے سر تاج! تم جاؤ! جلدی جاؤ! اور خدا اور رسول کی راہ میں جاں نثارانہ جنگ کرو۔ میری کوئی فکر نہ کرنا! اگر تم خدا کی راہ میں سر کٹا کر شہید ہو گئے تو اطمینان رکھو کہ میں تمہارا کوئی غم نہیں مناؤں گی۔ بلکہ مجھے اس بات کی خوشی ہو گی کہ میدان محشر میں جب میں حنظلہ شہید کی بیوہ کہہ کر پکاری جاؤں گی تو فخر سے میرا سر اونچا ہو جائے گا کہ میں اس جاں باز مسلمان کی بیوہ ہوں جو میرے بستر سے اٹھ کر اللہ و رسول کی راہ میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور خون میں نہا کر رنگین لباس پہن کر دولہا بنا اور شہادت کی دلہن نے آگے بڑھ کر اس کو اپنے آغوش میں لے کر سلا دیا۔

مسلمانو! دنیا سے سفر کرنے والا یہ مسافر گھر سے روانہ ہو رہا ہے اور دلہن آنسوؤں میں ڈبڈبائی آنکھوں سے آخری مرتبہ اس جنتی دولہا کا دیدار کر رہی ہے۔ حنظلہ جوش جہاد میں بھرے ہوئے احد کے میدان جنگ میں پہنچے اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح کفار پر جھپٹ پڑے اور ایسی دلیری و جان بازی کے ساتھ لڑے کہ لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے اور تڑپتے ہوئے شہید ہو گئے۔

کئی گھنٹے تک یہ حق و باطل کا معرکہ گرم رہا یہاں تک کہ آسمان سے فتح مبین نے اتر کر رحمتہ للعالمین کے قدموں کا بوسہ لیا اور کفار میدان جنگ چھوڑ

کیوں کہلاتے ہیں؟ ان کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک بہت ہی رنگین و عبرت خیز واقعہ ہے۔ عین جنگ احد کی رات یہ اپنی دلہن کے پاس سو رہے تھے۔ دولہا دلہن ایک دوسرے سے پیار و محبت میں مصروف تھے کہ ناگہاں! مدینہ کی گلیوں میں منادی رسول کی یہ صدا بلند ہوئی کہ الرحیل۔ الرحیل۔ یعنی خدا کے دین کی امداد و نصرت، اور توحید الٰہی و ناموس رسالت پناہی کی حمایت و حفاظت کے لئے میدان جنگ میں چلو، میدان جنگ میں چلو! یہ آواز سن کر جناب حنظلہ دلہن کے بستر سے اٹھ بیٹھے اور اپنی نئی نویلی دلہن سے کہہ دیا کہ میری پیاری دلہن! دیکھ اور سن! میرے پیارے رسول مجھے میدان جنگ کے لئے پکار رہے ہیں۔ اب میرے لئے یہ بستر عروسی کانٹوں کا بستر ہے۔ اب ایک لمحہ کے لئے میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ میرے رب کا فرمان ہے اسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ یعنی اے ایمان والو! تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو جب اللہ و رسول تمہیں پکاریں تو ان کی پکار پر فوراً حاضر ہو جاؤ! میری پیاری دلہن! خدا جانتا ہے کہ تیری محبت میرے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں جلوہ گر ہے مگر میں اس وقت تیری محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کرتا ہوں۔ دولہا کی طرح دلہن بھی پیکر ایمان تھی۔ گو محبت کا سیلاب دل کی گہرائی سے امنڈ کر آنکھوں سے بہہ نکلا! مگر اس خاتون اسلام نے جواب دیا کہ میرے سرتاج! خدا علیم ہے کہ میرے سینے میں تیری محبت کے سینکڑوں چراغ جل رہے ہیں۔ تیرے دم سے میرا سہاگ قائم ہے۔ تیرا وجود میری تمام تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز حیات و قبلہ حاجات ہے میں نے اپنے ماں باپ، عزیز و اقرباء بھائی بہنوں کو تیرے لئے چھوڑا۔ میں نے تیری چوکھٹ پر اس گھر کی محبت کو نچھاور کر دیا۔ جس گھر کے

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتَ الْمَلاَئِکَةَ تَغْسِلُهٗ (حاشیہ مشکوۃ ص ۷۴)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔ برادران اسلام! اسی دن سے حضرت حنظلہ صحابی کا لقب "غسیل الملائکہ" ہو گیا۔ حاضرین کرام مسئلہ یہ ہے کہ شہید کو دفن کے وقت غسل نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ خون میں لت پت ہی اس کو دفن کر دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہید جب قیامت کے دن خداوند قہار و جبار کے دربار میں جائے گا تو اس طرح جائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہو گا۔ مگر اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّیْحُ رِیْحُ الْمِسْكِ. یعنی رنگ تو خون کا ہو گا مگر اس سے مشک جیسی خوشبو آرہی ہو گی! لیکن ہاں! اگر کوئی ناپاکی کی حالت میں شہید ہو گا تو اس کو ضرور غسل دیا جائے گا۔ حضرت حنظلہ چونکہ جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تھے لہٰذا ان کو دفن کے وقت غسل دینا ضروری تھا۔ مگر اس خوش نصیب شہید کی خوش قسمتی تو دیکھو کہ اللہ کی غیرت ستاری و غفاری نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ حضرت حنظلہ کو کوئی انسان غسل دے۔ بلکہ آسمان کے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ تم حضرت حنظلہ کو غسل دو۔ اس طرح حضرت حنظلہ کو "غسیل الملائکہ" ہونے کا شرف حاصل ہو گیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمانو! مقام عبرت ہے کہ ایک وہ مسلمان تھے جو اپنی دلہن کے بستر پر عیش و عشرت میں مشغول تھے مگر جب اللہ و رسول نے انہیں سر کٹانے کے لئے پکارا تو وہ بستر عروسی کو لات مار کر میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے اور اللہ و رسول کی راہ میں اپنا سر کٹا کر قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کی نسلوں کو زبان حال سے یہ پیغام دیتے ہوئے شہید ہو گئے کہ۔

کر فرار ہو گئے۔

رحمت عالم نے فرمایا کہ تمام شہدائے کرام کی مقدس لاشوں کو میرے سامنے جمع کرو۔ میں قیامت کے دن دربار خداوندی میں ان کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا کہ اے میرے رب کریم۔ یہ تیرے وہ وفادار بندے ہیں جنہوں نے میری نظروں کے سامنے تیری راہ میں اپنا گلا کٹا کر جام شہادت نوش کیا۔ صحابہ نے مقدس شہیدوں کی لاشوں کو میدان جنگ سے اٹھا اٹھا کر رحمت عالم کے سامنے جمع کر دیا۔ اس جنگ میں ستر صحابہ کرام اعزاز شہادت سے سرفراز ہوئے تھے۔ انہتر لاشیں دستیاب ہوئیں۔ مگر حنظلہ کی لاش نہیں ملی۔ ایک صحابی نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے حنظلہ کو گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھا۔ کسی نے کہا کہ میں نے حنظلہ کو دم توڑتے ہوئے دیکھا۔ کسی نے کہا کہ فلاں جگہ میں نے حنظلہ کی لاش دیکھی۔ غرض مختلف گواہیوں سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ حنظلہ شہید ہوئے مگر لاش نہیں ملتی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد کچھ دور ایک لاش نظر آئی۔ جب صحابہ نے جا کر دیکھا تو حضرت حنظلہ کی لاش تھی اور ان کے جسم اور بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

برادران ملت! روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کی دلہن سے پوچھا مَا کَانَ شَانُہٗ جنگ کے لئے جاتے وقت حنظلہ کا کیا حال تھا؟ قَالَتْ کَانَ جُنُبًا فَلَمَّا سَمِعَ الْھَیْعَۃَ خَرَجَ فَقُتِلَ دلہن نے جواب دیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) وہ میرے بستر سے اٹھ کر گئے تھے اور ان کو نہانے کی حاجت تھی۔ لیکن جب انہوں نے دعوت جنگ اور لڑائی کا شور و غوغا سنا تو فوراً بلا غسل کئے وہ گھر سے نکل گئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت عبیدہ کی سر فروشی برادران ملت! جنگ بدر میں سب سے پہلے لشکر کفار کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار لشکر اپنے بھائی شیبہ اور فرزند ولید کو لے کر میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ یا محمدُ ھل من مُبارز اے محمد! کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا ہو تو اس کو بھیجو۔ رحمت عالم نے حضرت عوف اور حضرت معاذ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو پکارا۔ یہ تینوں فرط مسرت سے اچھلتے ہوئے مقابلہ کے لئے نکلے۔ عتبہ نے ان تینوں کا نام و نسب پوچھا۔ اور جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ انصار ہیں تو عتبہ نے کہا کہ ہم کو تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ پھر عتبہ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ آپ ہمارے مقابلہ میں ان لوگوں کو بھیجیں جن کی رگوں میں ہماری ہی طرح قریشی خون دوڑ رہا ہے۔ جاں نثاران نبوت سر اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں اور منتظر ہیں کہ رحمت عالم! اب کن کن خوش نصیبوں کو پکارتے ہیں؟ سرکار دو عالم نے حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عبیدہ بن الحارث کو پکارا۔ یہ تینوں رسول کی پکار پر دوڑ پڑے۔ چونکہ ان لوگوں کے چہروں پر نقاب تھی۔ اس لئے عتبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تینوں نے جب اپنے نام و نسب بتائے تو عتبہ بولا! کہ ہاں! اب ہمارا جوڑ ہے۔ عتبہ حضرت حمزہ سے لڑا اور لگاتار کئی وار کئے لیکن جناب حمزہ کی کمال ہنر مندی سے عتبہ کا ہر وار خالی گیا۔ پھر جناب حمزہ نے پینترا بدل کر عتبہ کی گردن پر ایسی تلوار ماری کہ کھیرے کی طرح گردن کٹ گئی اور عتبہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ ولید حضرت علی سے مقابل ہوا۔ شمشیر کے دو دو ہاتھ ہوئے تھے کہ اچانک فاتح خیبر نے ولید پر

خوں میں نہاؤ، زخم سہو، سر فدا کرو
جب وقت آئے دین پہ، یوں حق ادا کرو

مسلمانو! سوچو تو سہی کہ ایک ہم آج کل کے مسلمان ہیں کہ روزانہ نماز فجر کے وقت ہمارے کانوں میں اللہ و رسول کی پکار آتی ہے اور اللہ و رسول کا منادی مسجد کا مؤذن زور زور سے پکارتا ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ علی الْفَلَاح نماز کے لئے آؤ! نجات کی طرف آؤ۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم. اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوم اے سونے والے! نماز تیری نیند سے بہت اچھی ہے۔ اے سونے والے! نماز تیری نید سے بہت اچھی ہے۔ مسلمانو! ہم کو سر کٹانے کے لئے نہیں بلایا جاتا۔ بلکہ پکی مسجد میں چٹائی کے فرش پر بجلی کے پنکھے کے نیچے۔ اپنے خالق و مالک کے سجدے کے لئے بلائے جاتے ہیں۔ مگر اللہ و رسول کی یہ پکار سن کر بھی ہم اپنے نرم نرم بستر اور گرم گرم رضائی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانو! للہ! انصاف کرو! کہاں حضرت حنظلہ جیسے کامل الایمان مسلمان؟ اور کہاں ہم جیسے کاہل الوجود مسلمان؟ سچ کہا ڈاکٹر اقبال نے۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے؟ حق سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قید رمضان بھاری ہے تمہیں کہہ دو! یہی آئین وفاداری ہے

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

دیں گے اسی وقت ابو طالب نے یہ شعر کہا تھا!

برادران ملت! یہ ہیں اللہ و رسول کی پکار پر دوڑنے والوں کے بے مثال نمونے کہ حضرت عبیدہ اگرچہ شیبہ سے کمزور تھے مگر جب رسول خدا نے پکارا تو حضرت عبیدہ بلا پس و پیش دوڑ پڑے اور آخری دم تک لڑتے رہے اور شہادت کے وقت نہ بیوی کو یاد کیا، نہ عزیز و اقارب کو، نہ کوئی تمنا ظاہر کی۔ نہ کسی خواہش کا اظہار کیا۔ فکر ہے تو یہ اور تمنا ہے تو یہ! کہ مجھے شہادت نصیب ہوئی یا نہیں؟ اللہ، اللہ! یہ اخلاص کے پیکر، یہ للّٰہیت کے مجسمے! کیا اس دور میں بھی کہیں دیکھے جا سکتے ہیں! سچ ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

برادران ملت! شہادت کا کیا کہنا؟ شہادت کی موت دیکھنے میں تو موت ہے مگر ایسی موت ہے کہ اس موت پر مرنے والے کی موت کو موت آ جاتی ہے اور شہید کو حیات جاودانی نصیب ہو جاتی ہے۔

نوجوانو! تمہیں معلوم ہے؟ ان کا مقام — زندہ جاوید ہیں ملت کے شہیدان کرام
لے کے آتی ہے حیات ابدی کا پیغام — یہ وہ مرحوم ہیں جن کے لئے خود رحمت حق
لے کے اتری ہیں جو خوشنودی حق کا پیغام — ان کی لاشوں پہ فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں
کھینچتے صفحہ ایام پہ ہیں نقش دوام — یہ وہ ارباب بقا ہیں کہ لہو سے اپنے

دی ہے جن کے دم جاں بخش نے ملت کو حیات
ان کی روحوں پہ ہو، سو بار درود اور سلام

ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ وہ قتل ہو کر خاک پر تڑپنے لگا اور قدرت پکار اٹھی کہ ۔

شاہ مرداں، شیر یزداں، قوت پروردگار

لَافَتٰی اِلَّا عَلِی لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

مگر شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ فوراً علی حیدر نے جھپٹ کر شیبہ کی گردن اڑا دی اور حضرت عبیدہ کو اپنی پشت پر سوار کر کے رحمت عالم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ نے سرکار نبوت کے قدموں کے پاس لیٹے ہوئے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا مجھے شہادت نصیب ہو گئی؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ ہاں بیشک تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عبیدہ نے جمال نبوت کا آخری نظارہ کیا اور کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں ۔

وَلَنْ نُسْلِمَهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ

وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِل

یعنی ہم ہرگز ہرگز حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم ان کے اردگرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ان کی حفاظت کے جوش میں ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھی فراموش کریں گے! حضرت عبیدہ نے یہ شعر پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔

حضرات! یہ شعر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا ہے۔ قریش نے ایک مرتبہ ابو طالب سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ محمد کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ورنہ ہم آپ کا ادب و احترام بالائے طاق رکھ کر آپ کا بائیکاٹ کر

خداوند عالم نے کچھ ایسے اسباب پیدا فرمادیئے کہ لشکر اسلام کو شکست فاش ہوگئی اور بارہ ہزار اسلامی فوجیں قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی و ناگہانی حملوں کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلیں۔ قرآن مجید نے لشکر اسلام کی بدحواسی اور بھگدڑ کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا ہے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْا اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ

"یعنی تم لوگ جنگ حنین کے دن کو یاد کرو۔ جب کہ تمہاری کثرت تعداد نے تم لوگوں کو گھمنڈ میں ڈال دیا تھا کہ لیکن تمہاری اکثریت نے تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا اور چوڑی زمین تمہارے لئے تنگ ہوگئی اور تم لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے"۔

برادران ملت! جنگ حنین میں تیروں کا مینہ برس رہا ہے اور بارہ ہزار فوجیں فرار ہو چکی ہیں لیکن اس حالت میں ایک پیکر مقدس ثابت قدم ہے۔ جو تنہا ایک فوج، ایک عالم، بلکہ مجموعہ کائنات ہے۔ آپ عین میدان جنگ میں اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور عباس بن عبدالمطلب خچر کی لگام مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں آپ برابر آگے بڑھ رہے ہیں اور زبان مبارک پر رجز کا یہ شعر جاری ہے ۔

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبُ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبُ

یعنی میں نبی ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطب کا بیٹا ہوں

عین اسی حالت میں سرکار دو جہاں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو حکم دیا کہ تم انصار و مہاجرین کو آواز دو۔ حضرت عباس نہایت بلند آواز تھے۔ انہوں نے نعرہ مارا کہ **یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ** ۔ اے گروہ انصار۔ **یَا اَصْحَابَ الشَّجَرَةِ**"

زخموں کا جوش جہاد برادران اسلام! جنگ احد میں باوجودیکہ مسلمان شہید ہو چکے تھے اور بہت سے لوگ زخمی تھے مگر جب ابوسفیان نے دوبارہ پلٹ کر حملہ کا ارادہ کیا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو لشکر ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے پکارا تو صحابہ کرام اسی حالت میں جنگ کے لئے دوڑ پڑے اور میلوں دور تک ابوسفیان کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے جن کا تذکرہ خداوند قدوس نے ان شاندار لفظوں میں فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوا اَجْرٌ عَظِیْمٌ"۔ یعنی وہ لوگ جو زخمی ہونے کے باوجود اللہ و رسول کی پکار پر حاضر ہو گئے ان نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے۔

جنگ حنین برادران اسلام! فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں جنگ حنین ہوئی۔ ''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں حق و باطل کا یہ معرکہ بھی بڑا ہی عجیب اور عبرت خیز ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور کفار صرف چار ہزار تھے۔ بعض صحابہ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ جب جنگ بدر و احد میں باوجود اقلیت اور بے سرو سامانی کے ہم فتحیاب ہو گئے تو آج جب کہ ہم اکثریت میں ہیں اور ہتھیار و سامان کی بھی کوئی کمی نہیں ہے بھلا کون ہم پر غالب آسکتا ہے؟ آج تو ہماری فتح یقینی ہے۔ خداوند کریم کو مسلمانوں کا اپنی اکثریت پر گھمنڈ کرنا پسند نہیں آیا اور مسلمانوں کو یہ سبق دینے کے لئے کہ مسلمان تعداد اور ہتھیار و سامان کی کثرت سے فتح نہیں پاتا۔ بلکہ مسلمان ہمیشہ خداوند قدوس کی امداد و نصرت سے فتح یاب ہوتا ہے۔ اچانک

بد حواسی اور بھگدڑ کی حالت میں بھی جب خدا کے رسول کی پکار ان کے کانوں میں پڑی تو بغیر ایک لمحہ تاخیر کئے ہوئے دفعتہً بارہ ہزار کا لشکر اس تیزی کے ساتھ پلٹ پڑا کہ گھوڑے سے اتر کر پیدل دوڑے۔ یہاں تک کہ ہلکے بدن ہونے کیلئے زرہ اور سامان جنگ کو بھی پھینک دیا تاکہ رسول کی پکار پر دوڑ پڑنے میں ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ ہونے پائے کیونکہ خدا کے اس فرمان پر ان کا ایمان تھا کہ **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُو لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ** یعنی اے ایمان والو! تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو لیکن جب اللہ و رسول تمہیں پکاریں تو تم دوڑ پڑو اور حاضر ہو جاؤ۔

غزوہ احزاب کا دل بادل : بزرگان محترم! بات پر بات یاد آتی ہے جنگ حنین میں رسول کی پکار پر صحابہ کس طرح دوڑ پڑے یہ تو آپ سن چکے اب ذرا جنگ احزاب میں صحابہ کی حاضری کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ غزوہ احزاب کا دوسرا نام جنگ خندق بھی ہے۔ ۵ھ میں جب کہ شدید سردی کا موسم تھا اور مسلمانوں کے افلاس و غربت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھودتے وقت صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر جاتے تھے ایک دن صحابہ نے بھوک سے بے تاب ہو کر اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ ایک ایک پتھر بندھا ہے۔ جواب میں رحمت عالم نے بھی اپنا شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے۔ شہنشاہ دو عالم کے شکم مبارک پر دو پتھر دیکھ کر صحابہ آبدیدہ ہو کر خاموش ہو گئے۔ ایسے وقت میں قریش، یہود اور قبائل عرب کی تقریباً دس ہزار فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہو کر مدینے کے تین طرف اس زور و شور سے حملہ آور ہوئیں کہ مدینے کی زمین

اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو" اس پکار کا کانوں میں پڑنا تھا کہ بھاگی ہوئی تمام فوج دفعتہً پلٹ پڑی اور رسول کی اس پکار پر لوگ اس تیزی سے واپس پلٹے کہ جن لوگوں کے گھوڑے کش مکش کی وجہ سے نہ دوڑ سکے، وہ گھوڑوں پر سے کود کر دوڑے جو زرہوں کے بوجھ سے جلدی جلدی نہ دوڑ سکے وہ زرہوں کو اتار پھینکتے ہوئے اتنی تیزی سے دوڑے کہ جس طرح نیل گائے اپنے بچے کی آواز پر بے قرار ہو کر دوڑتی ہے۔ دم زدن میں بارہ ہزار کا بھاگا ہوا لشکر ماہ رسالت کے گرد ہالہ کی طرح پرے جما کر کھڑا ہو گیا اور ایسی جاں نثاری کے ساتھ جم کر لڑنے لگا کہ چشم زدن میں لڑائی کا رنگ بدل گیا اور آسمان سے فرشتوں کی فوج فتح مبین کا تحفہ لے کر اتر پڑی۔ بہت سے کفار قتل ہوئے کچھ بھاگ نکلے۔ جو رہ گئے گرفتار کر کے رسیوں میں جکڑ دیئے گئے جس کا منظر قرآن کریم نے ان لفظوں میں پیش فرمایا۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ. (توبہ)

"یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون قلب کا سامان اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمادیا اور ایسے لشکروں کو اتار دیا جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی کافروں کا بدلہ ہے"۔

برادران اسلام! غور کیجئے کہ بارہ ہزار کا لشکر جب کہ دشمنوں کی تیر اندازی اور اچانک حملوں سے پسپا ہو کر انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ نکلا اور ایسی بھگدڑ مچ گئی تھی کہ چوڑی زمین تنگ ہو چکی تھی اور کسی کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ پریشانی و بدحواسی میں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی مگر اس

وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے ان کے یقین اور اطاعت کو اور بڑھا دیا۔

برادران ملت! تقریباً بیس یا بائیس دنوں تک یہ دس ہزار کا لشکر مدینے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہ خندق کو پار نہیں کر سکتے تھے۔ مگر باہر سے پتھر اور تیر برساتے تھے لیکن ایک دن تمام فوجیں اکٹھا ہو کر اس جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی بہت ہی کم تھی۔ خندق کے اس پار آکر حملہ آور ہو گئیں اور عرب کے مشہور بہادر ضرار، جبیرہ، نوفل، عمرو بن عبدود، گھوڑے کدا کر خندق کے اس پار آ گئے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور عمرو بن عبدود تھا۔ یہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس ظالم نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ سب سے آگے یہی بڑھا اور مقابل طلب کیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رحمت عالم سے اجازت لی۔ اور اس کے مقابلہ کے لئے سامنے کھڑے ہو گئے۔ عمرو بن عبدود نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں تم جیسے کم سن لڑکے سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام علی بن ابی طالب ہے اور میں تم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ عمرو بن عبدود مارے غصہ سے سرخ ہو گیا اور تلوار سے آپ پر اس زور سے وار کیا کہ جب شیر خدا نے ڈھال پر روکا تو تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی آپ کی پیشانی پر لگی۔ یہ زخم اگرچہ بہت گہرا نہ تھا تاہم یہ طغری آپ کی پیشانی پر قائم رہ گیا۔ جواب میں اسد اللہ الغالب نے ایسی تلوار ماری کہ ذوالفقار کی دھار دشمن کے شانہ کو کاٹتی ہوئی پار ہو گئی اور شیر خدا نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگا کر فتح کا اعلان فرما دیا۔ عمرو بن عبدود کے بعد ضرار

دہل گئی۔ اس معرکہ کی تصویر قرآن کریم نے ان لفظوں میں کھینچی ہے۔

اذْجاءُ کُمْ مِنْ فَوْقِکُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَ اِذْ زاغتِ الْاَبْصارُ و بلغتِ الْقُلُوبُ الْحنا جِرَ وتظُنُّوْنَ باللّٰہِ الظُّنُونَا ھُنا لِكَ ابْتُلِی الْمُؤمنُون و زُلْزِلُوا زِلْزالاً شَدِیْداً۔ (احزاب ۲۳)

"جب کہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں ڈگنے لگیں اور کلیجے منہ میں آگئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ وہ وقت تھا کہ مسلمانوں کی جانچ کا ٹائم آگیا تھا اور وہ زور زور سے جھنجھوڑ دیئے گئے تھے"۔

برادران ملت! مومنین کے لئے یہ نہایت کٹھن گھڑی تھی۔ جو تعداد میں کم۔ غربت وافلاس سے پریشان، ہتھیار اور سامان جنگ سے مجبور اور نہایت ہی سخت محاصرہ میں محصور تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے بہادر ایسی افتاد پر لرزہ بر اندام ہو کر بھاگ جاتے۔ مگر جاں نثاران اسلام ایسے نازک وقت میں بھی جب خدا کے رسول نے انہیں سر فروشی کے لئے بلایا تو بچہ بچہ پیکر استقامت اور صبر واستقلال کا پہاڑ بن کر لشکر کفار کے سیلاب کے مقابلہ میں ڈٹ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان کامل الایمان مسلمانوں کے استقلال و جرات اور اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ پڑنے کی تصویر کشی جن لفظوں میں پیش فرمائی ہے ان کو پڑھ کر بزدل سے بزدل مسلمان کی بھی رگ ایمان پھڑک اٹھتی ہے۔ سنیئے ارشاد قرآنی ہے۔

ولمّارایء الْمُؤمنُوْنَ الْاَحْزابَ قالُوا ھٰذا ما وعدنا اللّٰہُ و رسُولُہٗ و صدق اللّٰہُ و رسُولُہٗ وما زادھُمْ اِلّا ایمانا وّ تسلیما۔ (احزاب ۲۲)

اور جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجوں کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا

گر پڑے کہ اسفل السافلین بھی اس کی گہرائی پر انگشت بدنداں ہے۔

ثعلبہ بن حاطب کا انجام : برادران ملت! ایک نہایت ہی عبرت خیز روایت سن لیجئے۔ ثعلبہ بن حاطب ایک بہت ہی مفلس مسلمان تھا۔ یہ نماز پڑھ کر سب سے پہلے مسجد نبوی سے نکل کر اپنے مکان پر چلا جاتا تھا۔ ایک دن رحمت عالم نے دریافت فرمایا کہ اے ثعلبہ! تم مسجد سے نکلنے میں اس قدر جلدی کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) میرے گھر میں بس یہی ایک لباس ہے جس کو پہن کر میں مسجد میں آتا ہوں جب میں گھر جا کر یہی لباس بیوی کو دیتا ہوں تو وہ غریب نماز پڑھتی ہے۔ پھر عرض کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) میرے لئے مالداری کی دعا فرمایئے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ثعلبہ! تم صبر کرو! تمہارے لئے غریبی ہی بہتر ہے۔ مگر ثعلبہ نے بار بار اس قدر اصرار کیا کہ بالآخر حضور رحمت عالم نے فرمایا کہ اچھا! یہ بتاؤ تمہیں کون سا مال پسند ہے؟ ثعلبہ نے عرض کیا حضور! بکریاں۔ آپ نے دعا فرمادی کہ خداوند کریم تیری بکریوں میں برکت عطا فرمائے۔ سبحان اللہ! محبوب کریم کی دعا نے یہ جلوہ دکھایا کہ ثعلبہ کی بکریوں میں اتنی برکت ہوئی کہ چند ماہ میں بکریوں کی تعداد اس قدر زیادہ بڑھ گئی کہ شہر مدینہ میں ان بکریوں کا رکھنا دشوار ہو گیا۔ ثعلبہ نے مدینے سے کچھ دور جا کر میدان میں گھر بنا کر رہنا شروع کر دیا اور اب بجائے پنج وقتہ مسجد میں حاضر ہونے کے صرف فجر و عشا میں آنے لگا۔ پھر چند دنوں میں جب بکریوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی تو ثعلبہ کو مدینے سے بہت دور ایک جنگل میں آباد ہونا پڑا اور اب صرف جمعہ جمعہ کو مسجد نبوی میں آنے لگا۔ اتنے میں زکوۃ کی آیت نازل ہو گئی اور جب اللہ و

اور جبیرہ آگے بڑھے لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ آگے بڑھا تو دونوں فرار ہو گئے۔ نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گر پڑا۔ صحابہ تیر مارنے لگے۔ یہ مغرور بولا۔ کہ مسلمانو! تم مجھے تلوار سے قتل کرو میں شریفانہ موت مرنا چاہتا ہوں۔ اسد اللہ الغالب خندق میں کود پڑے اور ذوالفقار نے اس بد نصیب کا بھی خاتمہ کر دیا اس طرح محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک دن ایسی طوفانی آندھی چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور بڑے بڑے دیگ چولہوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئے۔ شدید سردی اور اس آندھی کی تباہی نے دس ہزار کے لشکر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ پھر قریش اور یہودیوں میں پھوٹ بھی پڑ گئی یہاں تک کہ قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور ابو سفیان اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ نکلا اور مدینہ کا افق بیس بائیس دن تک غبار آلود رہ کر صاف ہو گیا۔

برادران اسلام! صحابہ کرام نے ہر موقع پر اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ پڑنے اور حاضر ہو جانے کا جو منظر پیش کیا یہ دلیل ہے کہ سچے مسلمان اللہ کے فرمان اسۡتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ پر کس درجہ عامل تھے اور اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضر ہو جانے کو کتنا اہم فریضہ اور لازم الایمان سمجھتے تھے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو خوش نصیب اللہ و رسول کی ہر پکار پر دوڑ کر حاضر ہو گئے وہ دولت ایمان کے ایسے پونجی پتی تھے جن کے قدموں پر دونوں جہان کی دولتیں قربان ہیں۔ ان نیک بختوں کو اللہ و رسول کی بارگاہ عظمت سے ایسے بلند درجات عطا ہوئے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں پر نگاہ ڈالنے سے بڑے بڑے سربلندوں کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں اور جن بدبختوں نے اللہ و رسول کی پکار پر لبیک نہیں کہا وہ ذلت و خواری اور تباہی و بربادی کے ایسے غار میں

مدینے سے باہر میدان میں جاکر خاک سر پر ڈالتا تھااور زار زار روتا تھااور یہ کہتا تھا کہ سچ فرمایا تھااللہ کے رسول نے کہ اے ثعلبہ! غریبی تیرے لئے بہتر ہے۔ مگر افسوس میں نہیں مانااور آج مالداری نے مجھے یہ روزبد دکھایا کہ مجھ سے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم روٹھ گئے۔ خدا روٹھ گیا۔ ساری خدائی روٹھ گئی۔ ہائے! میری دولت ایمان لٹ گئی اور میں تباہ و برباد ہو گیا اسی رنج و افسوس سے ثعلبہ کا انتقال ہو گیا۔ سچ ہے جس سے مصطفیٰ کی مصطفائی روٹھ گئی اس سے خدا کی ساری خدائی روٹھ گئی۔ سچ ہے یارسول اللہ!

جس سے تم روٹھو وہ سرگشتہ دنیا ہو جائے

جس کو تم چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے

برادران اسلام! آپ نے دیکھا ثعلبہ نے اللہ و رسول کی پکار پر دوڑ کر حاضری نہیں دی تو کیا انجام ہوا؟ اس لئے عزیزان گرامی! ڈرو! ڈرو۔ خداوند قہار و جبار کے قہر و جلال سے ڈرو! اور اللہ و رسول کی ہر پکار پر لبیک کہہ کر ڈرو اور اللہ و رسول کی فرمانبرداری و اطاعت گزاری کر کے بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کا شرف حاصل کرو اور ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی اللہ و رسول کی پکار سن کر غافل مت ہو ورنہ ثعلبہ کا عبرت خیز انجام تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔

بھائیو! آج کل نماز، روزہ اور حج کا تو ماشاء اللہ! کچھ شوق و جذبہ نظر آتا ہے مگر زکوٰۃ و صدقات کے معاملہ میں تو مسلمانوں میں ایسے ایسے کنجوس بلکہ مکھی چوس پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر چیونٹی ان کے گھر سے ایک دانہ شکر لے کر بل میں گھسنے لگے تو یہ چیونٹی کی بھی پونچھ اکھاڑ لیں۔ مکھی اگر گھی میں گر پڑے تو مکھی کو چوس کر گھی پی جائیں بلکہ اس مکھی کو نگل جائیں کہ اس کے پیٹ میں ایک بوند

رسول نے زکوۃ کا حکم دیا تو تمام صحابہ نے اپنے اپنے مالوں کی زکوۃ بارگاہ نبوی میں حاضر کر دی۔ مگر جب ثعلبہ کے پاس سلطان کونین کا قاصد پہنچا تو ثعلبہ نے یہ دیکھ کر کہ بہت زیادہ بکریاں زکوۃ میں نکل جائیں گی کہہ دیا کہ یہ تو ایک قسم کا تاوان معلوم ہوتا ہے میں پھر سوچوں گا اور زکوۃ ادا نہیں کی۔ قاصد نے جب ثعلبہ کی حرکت بارگاہ رسالت میں عرض کی تو رحمت عالم نے فرمایا کہ افسوس! میں ثعلبہ سے کہتا تھا کہ غریبی تیرے لئے بہتر ہے مگر وہ نہیں مانا۔ آج مال کی محبت نے اس کے ایمان کو برباد کر دیا۔ ثعلبہ کے جواب سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب نازک پر صدمہ گزرا اور ناراض ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد ثعلبہ اپنے کرتوت پر شرمندہ ہوا اور بکریوں کی زکوۃ لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا مگر رحمۃ للعالمین نے یہ کہہ کر اس کی زکوۃ کو واپس فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری زکوۃ کو مردود فرما دیا ہے اس لئے میں تیری زکوۃ کو قبول نہیں کر سکتا۔ (صاوی)

اللہ اکبر! غضب ہو گیا۔ پیارے مصطفیٰ کی مصطفائی کیا روٹھ گئی کہ ثعلبہ سے خدا کی خدائی روٹھ گئی۔ ثعلبہ تمام صحابہ کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ ثعلبہ سے زمین روٹھ گئی۔ آسمان روٹھ گیا۔ سارا جہان روٹھ گیا۔ ثعلبہ دونوں جہان میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا پھر خلافت صدیق اکبر میں ثعلبہ اپنی زکوۃ لے کر مدینہ حاضر ہوئے تو جانشین پیغمبر نے فرمایا کہ میری کیا مجال؟ کہ میں اس شخص کی زکوۃ وصول کروں جس کی زکوۃ کو اللہ و رسول نے مردود فرما دیا۔ پھر فاروق اعظم کے دور خلافت میں ثعلبہ زکوۃ لے کر آیا تو آپ نے بھی اس کی زکوۃ کو ٹھکرا دیا۔ پھر حضرت عثمان غنی کی بارگاہ خلافت میں بھی ثعلبہ زکوۃ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا اور زکوۃ قبول نہیں فرمائی۔ ثعلبہ روتا ہوا واپس لوٹ گیا اور

میں پھینکا جاتا تھا۔ میاں جی نے سر پیٹ لیا اور آپے سے باہر ہو گئے اور چلا چلا کر بولے کہ خدا کی مار ان مردوں پر! کتے کا جھوٹا اور کوڑا پھینکنے کے برتن میں رکھ کر مسجد میں بھیجا ہے۔ استغفر اللہ! لاحول ولا قوۃ الا باللہ! اب نکل جا۔ باہر ہو مسجد سے بچے کو نکالا اور مسجد کا کواڑ بند کر کے ہزاروں بددعائیں دینے لگے۔

سخی اور بخیل : توبہ نعوذ باللہ! بخیلی بھی کیا بری بلا ہے؟ اللہ کے حبیب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اَلسَّخِیُّ قَرِیْب'' مِّنَ اللّٰہِ قَرِیْب'' مِّنَ الْجَنَّۃِ، قَرِیْب'' مِّنَ النَّاسِ، بَعِیْد'' مِّنَ النَّارِ۔ یعنی سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے، انسانوں سے قریب لیکن جہنم سے دور ہے۔ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْد'' مِنَ اللّٰہِ، بَعِیْد'' مِّنَ الْجَنَّۃِ، بَعِیْد'' مِّنَ النَّاسِ، قَرِیْب'' مِّنَ النَّارِ۔ یعنی یعنی بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، انسانوں سے دور ہے لیکن جہنم سے قریب ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۶۴)

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر　　　بہشتی نباشد بحکم خبر

یعنی بخیل اگرچہ دریا اور خشکی کا عابد و زاہد بن جائے مگر حدیث شریف کا مضمون یہ ہے کہ وہ جنتی نہیں ہو گا۔

بی بی فاطمہ کا روزہ : برادران اسلام! آپ نے سورہ دہر کا مضمون کبھی نہیں سنا اللہ اکبر! اس سورہ مبارکہ میں رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سخاوت کا ایسا شاہکار مذکور ہے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ

گھی رہ گیا ہے۔

لطیفہ : اور اب تو بابا آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے بڑھ کر مائی حوا کی بیٹیوں میں کنجوسی آگئی ہے۔ سنا ہے کہ کسی گاؤں کی مسجد میں ایک ملاجی رہا کرتے تھے۔ سب گھروں سے ماں بہنیں کچھ نہ کچھ مسجد میں بھجا کرتی تھیں۔ مگر ایک مائی کا گھر ایسا تھا کہ کبھی اس کے گھر سے کچھ نہیں آیا تھا۔ ایک دن اچانک اس گھر کا ایک بچہ بہت بڑے مٹی کے کونڈے میں کھیر لے کر آیا؟ ملاجی کھیر دیکھ کر کھل گئے اور خوب مسواک وغرغرہ کر کے آئے اور کھانے کے لئے چونچ پھاڑا تو ایک دم خیال آیا کہ یار! اس گھر سے تو کبھی نمک کی ایک کنکری بھی نہیں آئی تھی۔ آج ایک دم سے اس گھر کی مائی نے کیسے حاتم کی قبر پر لات ماردی۔ بچے سے پوچھا! کیوں بیٹا؟ یہ کھیر کیسی ہے؟ آپ جانتے ہی ہیں کہ بچے جھوٹ نہیں بولتے۔ جھوٹ تو بچوں کے باپ دادا بولا کرتے ہیں۔ بچے نے سچ سچ کہہ دیا کہ اجی ملاں جی! بات یہ ہوئی کہ اماں نے آج کھیر کو جیسے ہی چولہے سے اتار کر رکھا ایک کتا آیا اور پتیلی میں منہ ڈال دیا۔ ابا جان، اماں پر بڑے زور سے خفا ہوئے کہ کم بخت! اب اس کھیر کو کون کھائے گا؟ اماں بولی! گھبرایئے نہیں۔ میں اس کو مسجد میں بھیج دیتی ہوں۔ ملاجی کھا ڈالیں گے! یہ سن کر ملاجی مارے غصے کے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گئے اور کونڈا اٹھا کر گلی میں پھینک دیا اور اس زور زور سے لاحول پڑھنے لگے کہ شیطان تو کیا؟ بھلے آدمی بھی ڈر کر بھاگ جائیں! بچہ رونے لگا۔ ملاجی گرج کر بولے ابے روتا کیوں ہے؟ بچہ بولا! اجی حضور! آپ نے کونڈا پھوڑ دیا اماں جی مجھے ماریں گی۔ ملاجی بولے، ماریں گی کیوں؟ بچہ کہنے لگا کہ سارے گھر کا کوڑا اسی کونڈے

برادران ملت! مدینے کی زمین پر یہ واقعہ ہوا مگر عرش بریں تک اس کی دھوم مچ گئی۔ جبرئیل امین سورہ دہر لے کر نازل ہوئے اور یہ مقدس آیتیں نازل ہوئیں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا. یعنی یہ اہل بیت نبوت کھانے کی محبت کے باوجود اپنا کھانا مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں اور یہ بھی کس طرح؟ خداوند قدوس فرماتا ہے کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا. یعنی کھانے کھلاتے وقت یوں کہتے ہیں کہ ہم تم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو۔

مسلمانو! اللہ اکبر! یہ اہل بیت نبوت کی سخاوت کا ایک منظر ہے جو آپ نے سنا۔ آج ہمارا کیا حال ہے؟ کہ چمڑی جائے تو جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور اگر کبھی کسی کو دے دیا تو پھر عمر بھر اس کا احسان جتاتے رہتے ہیں۔ بزرگو اور بھائیو! خدا کے لئے اپنی روش کو بدلو۔ احسان جتا دینے سے صدقے کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے "لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى" یعنی اے ایمان والو! احسان جتا کر اور سائل کو دکھ دے کر اپنے صدقوں کو برباد مت کرو۔

بہر حال اب آیت کا اگلا جملہ ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ۔ یعنی تم لوگ یقین رکھو کہ خدا کا ارادہ آدمی اور اس کے دلی ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہزاروں ارادے کرتا ہے مگر اللہ کا ارادہ غالب ہے بغیر اس کے ارادہ کے آدمی کا کوئی ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے "عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ" یعنی میں نے اپنے رب کی اس طرح بھی معرفت

تعالیٰ عنہا نے تین روزوں کی منت مانی تھی۔ جب خاتون جنت نے روزے کی نیت کی تو حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روزے کی نیت کرلی۔ گھر کی لونڈی بی بی فضہ نے جب دیکھا کہ خاتون جنت اور شیر خدا دونوں نے روزہ رکھا ہے تو بی بی فضہ نے بھی روزے کی نیت کرلی۔ آج خاتون جنت کا پورا گھر روزہ دار ہے۔ شیر خدا بازار سے جو لائے جو گھر کی چکی میں پیسا گیا اور شام کو تین روٹیاں پکائی گئیں۔ تینوں روزے دار افطار کے انتظار میں ہیں کہ دروازے پر ایک مسکین نے بلبلا کر روٹی کا سوال کیا۔ خاتون جنت نے امت رسول کے ایک مسکین کی آواز سنی تو دل بھر آیا۔ آپ نے اپنی روٹی مسکین کو دے دی اور پانی کے ساتھ روزہ افطار کرلیا۔ حضرت شیر خدا اور بی بی فضہ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں مسکین سائل کو دے کر پانی سے افطار کرلیا۔ پھر سحری کے وقت بھی چند گھونٹ پانی پی لیا اسی طرح دوسرے دن بھی تین روٹیاں پکیں پھر افطار کا وقت آیا تو دروازے پر ایک یتیم نے روٹی کا سوال کر دیا اور کل کی طرح آج بھی تینوں نے اپنی اپنی روٹیاں یتیم کو دے دیں اور پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ پھر تیسرا روزہ ہوا پھر تین روٹیاں پکائی گئیں۔ پھر افطار کا وقت ہوا تو ایک قیدی کی صدا کان میں آئی کہ وہ دروازے پر روٹی طلب کر رہا ہے۔ پھر تینوں اپنے اپنے سامنے سے روٹیاں اٹھا کر غریب قیدی کو دے دیتے ہیں اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیتے ہیں۔ تینوں روزے اسی طرح ادا ہوئے کہ سحری بھی پانی سے اور افطار بھی پانی سے۔ اللہ اکبر! ؎

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے
کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

چھٹا وعظ

قرآن مبین

حاصل کی کہ میرے ارادے فسخ ہو جاتے ہیں۔ یعنی انسان بڑے بڑے عزم کے ساتھ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے مگر اپنی تمام کوششوں کے باوجود انسان کا ارادہ پورا نہیں ہوتا۔ یہ دلیل ہے کہ کوئی ایسی زبردست طاقت ہے جو ہمارے ارادوں کی چٹانوں کو پاش پاش کر دیتی ہے اور یقیناً یہ طاقت وہی ہے جس کا نام اللہ ہے! آیت کا آخری جملہ یہ ہے کہ وانّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ. یعنی تم یہ بھی یقین رکھو! کہ تم اچھا ارادہ رکھو یا برا۔ نیک عمل کرو یا بد۔ بہر حال تم کو ایک دن واحد قہار کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا پڑے گا! مطلب یہ ہے کہ قیامت پر ایمان رکھو اور دربار خداوندی میں حاضر ہو کر حساب و کتاب کا ہر وقت دھیان رکھو۔

میرے بزرگو اور بھائیو! یاد رکھو! کہ آخرت سے بے خوفی اور خدا سے سرکشی یہ اہل جہنم کی نشانی ہے اور دربار خداوندی کی حاضری کا ڈر، یہ اہل جنت کی نشانی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ "فامّا من طغٰی. و اٰثر الحیٰوۃ الدُّنْیا. فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔ یعنی جو شخص خدا سے سرکشی کرے گا اور دنیا کی زندگی کو آخرت سے بڑھ کر سمجھے گا۔ یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ واَمّا منْ خافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰی۔ یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو نفسانی خواہشات سے روک دیا تو یقین کر لو کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

برادران ملت! بس میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ وما علینا الاالبلاغ وآخر و دعوانا ان الحمد الله رب العلمین و صلی الله تعالی علیه خیر خلقه محمد و اله و صحبه اجمعین۔

ہے کہ عموماً جس دور میں جو چیز انتہائی عروج و کمال کی بلندی پر پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ اس زمانے کے نبی کا معجزہ بھی اسی قسم کا ہوتا ہے جو تمام باکمالوں کے کمالات پر غالب ہو کر اور خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہو کر نبی کا اعجاز بن جاتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی : دیکھئے! قوم ثمود کے زمانے میں پتھروں کی صنعت انتہائی عروج پر تھی۔ یہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر بہترین محلات، حسین مورتیاں، خوبصورت مجسمے بنایا کرتے تھے اور اپنے اس فن کے کمال پر انہیں بڑا گھمنڈ تھا۔ اس لئے اس قوم کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو خداوند عالم نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ایک پتھر کی چٹان آپ کے حکم سے پھٹ گئی اور آپ نے اس میں سے ایک زندہ اونٹنی نکالی۔ آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر قوم ثمود آپ پر ایمان لائی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دور میں منصب رسالت پر سرفراز کئے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ سحر و جادوگری کا فن اپنے عروج و کمال کی انتہائی منزل پر پہنچا ہوا تھا اور ہر چہار طرف نظر بندیوں اور شعبدہ بازیوں کا دور دورہ تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا کیا گیا۔ جو تمام سحر و جادوگری کے طلسمات پر غالب ہو کر معجزہ نبوت کا اعلیٰ نشان بن گیا اور تمام جادوگر اس کی شان اعجاز کے آگے سر بسجود ہو کر خداوند قدوس کی خدائی پر ایمان لائے اور فرعون کی باطل خدائی کا جنازہ نکل گیا۔

عصاء موسوی اور جادو کے سانپ : قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے دربار میں پہنچ کر اس کی باطل خدائی کو چیلنج کیا اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد الله الذى انزل القران. والصلوة والسلام على حبيب الرحمن. و على اله و صحبه مادام النيران. امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

الٓمّٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ. هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

برادران گرامی! سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں۔ قرآن مجید کی عظمت شان اور اس کے معجزانہ انداز بیان کی کچھ جھلکیاں دکھا کر آپ کو اس کتاب مقدس کی ربانی تعلیمات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ قرآن پر عمل کئے بغیر مسلمان دونوں جہاں کی ترقی سے محروم ہی رہیں گے۔

برادران اسلام! سب سے پہلی چیز تو آپ یہ ذہن نشین کر لیں کہ قرآن مجید خداوند قدوس کی وہ کتاب مبین ہے جو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے! حضرات! معجزہ تو ہر نبی کو منجانب اللہ عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پروردگار عالم نے کچھ خاص خاص معجزات کے ساتھ نوازا، جن کو انبیائے کرام نے امتوں کے سامنے نبوت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا لیکن معجزات میں یہ چیز خاص طور پر قابل غور

قرآن مجید فرماتا ہے فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ (طٰہٰ) یعنی تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بولے کہ "ہم حضرت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے" غرض اعجاز موسیٰ کے سامنے سحر و جادوگری کے طلسمات کی دھجیاں بکھر گئیں اور فرعون کی باطل خدائی کا بت پاش پاش ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس زمانے میں مبعوث ہوئے۔ یہ وہ دور تھا کہ فن طب اور حکمت کا کمال انتہائی عروج و ترقی پر تھا۔ بڑے بڑے حکما و اطباء موجود تھے جو قسم قسم کی بیماریوں کا حیرت انگیز علاج کرتے تھے۔ اس لئے خداوند قدوس نے اسی ماحول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ نے بنی اسرائیل کے ان حکماء اور اطباء کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَ اُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ یعنی اے بنی اسرائیل! میں تمہارے رب کی جانب سے یہ معجزہ لے کر آیا ہوں کہ تمہارے لئے مٹی سے پرند کی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرند بن جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کر دیتا ہوں۔

(آل عمران)

بنی اسرائیل کے حکما اور اطباء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان

عصا ید بیضا کا معجزہ دکھا کر اس کو معبود حقیقی کی عبادت کے دعوت دی تو اس مغرور و سرکش نے آپ کو جادوگر کہا اور اپنی پوری سلطنت کے جادوگروں کو آپ کے مقابلے کے لئے جمع کیا اور ان کو بڑے بڑے اعزاز و اکرام کا لالچ دیا۔ چنانچہ تمام جادوگر اپنی اپنی تومڑی۔ کمنڈل، جنتر منتر رسی لاٹھی وغیرہ پورے جادو کا سامان لے کر آن پہنچے۔ ادھر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس حق و باطل کے معرکے میں اپنا عصا لے کر تشریف لائے۔ جادوگروں نے اپنی اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو پھینکا تو ان کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا محسوس ہوا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں سارا میدان سانپوں سے بھر گیا اور تمام دیکھنے والے حاضرین اس نظر بندی سے مسحور ہو کر حیران رہ گئے۔ اس وقت رب العالمین کا ارشاد ہوا کہ قُلْنَا لَاتَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔ یعنی اے موسیٰ (علیہ السلام) تم بالکل مت ڈرو! اور یقین رکھو کہ تمہیں غالب رہو گے۔ وَاَلْقِ مَا فِی یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَاصَنَعُوْا۔ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سِحْرٍ۔ وَلَایُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ اے موسیٰ علیہ السلام تمہارے داہنے ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو زمین پر ڈال دو وہ ان کی ساری بناوٹوں کو نگل جائے گا ان کی ساری بناوٹیں جادو کا فریب ہیں اور جادوگر کہیں بھی آئے۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا! چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا جو زمین پر ڈالا تو وہ ایک غضب ناک اژدہا بن کر منہ پھاڑتا ہوا آگے بڑھا اور تمام جادو کے سانپوں کو ان واحد میں نگل گیا۔ جادوگروں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان کی چشم حیرت کھل گئی اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہے وہ ہرگز ہرگز جادو نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پیغمبر صادق کا ایک معجزہ ہے۔

ہی سورہ لے آؤ؟ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمائیتوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

اللہ اکبر! العظمۃ للہ! قرآن کی عظمت شان کا بول بالا تو دیکھو! کہ عرب کے مدعیان فصاحت وبلاغت باوجود انتہائی کوششوں کے ایک سورہ بھی قرآن کے مثل نہ بنا سکے اس کے بعد چوتھی مرتبہ خداوند عالم نے یہ اعلان عام فرمادیا کہ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا۔ یعنی اے محبوب! آپ اعلان فرمادیجئے کہ خالی فصحائے عرب تو کیا چیز ہے؟ اگر تمام انسان و جن جمع ہو کر ایک دوسرے کی مدد کریں پھر بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ (اتقان ج ۲ ص ۱۱۷)

برادران ملت! چار چار مرتبہ قرآن کریم نے فصحائے عرب کو للکارا چیلنج دیا۔ جھنجھوڑا اور یہاں تک فرمادیا کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ۔ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ۔ یعنی اگر تم قرآن کا مثل نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز ہرگز تم کبھی نہ لا سکو گے تو تم اس آگ سے ڈرو، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

مسلمانو! ایسے ولولہ انگیز چیلنج اور اتنی وعید شدید کے باوجود تاریخ شاہد ہے کہ چودہ سو برس کا طویل عرصہ گزر گیا۔ مگر قرآن نے جو لَنْ تَفْعَلُوْا کہہ کر غیب کی خبر دی کہ قیامت تک بھی کوئی قرآن کی ایک سورہ کا مثل نہ لا سکتا۔ واقعی آج تک بھی کوئی شخص اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا اور قرآن جیسی ایک سورہ بھی بنا کر نہ لا سکا۔ یہ آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ قرآن مجید کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ یقیناً یہ کلام ربانی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لاثانی معجزہ ہے۔

کارناموں کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور وہ ایمان لائے کہ یقیناً یہ کارنامے ایک نبی برحق کے معجزات ہیں۔

قرآن شریف معجزہ ہے اسی طرح حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو یہ وہ دور تھا کہ سارا عرب آتش فصاحت وبلاغت سے تنور بنا ہوا تھا۔ شعرائے عرب کے قصائد کعبہ معظمہ کی دیواروں پر معلق ہو کر سارے عالم کو چیلنج کر رہے تھے کہ اس سے بڑھ کر فصیح وبلیغ کلام ممکن نہیں۔ اسی لئے رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی فصیح وبلیغ کتاب مقدس کا معجزہ عطا فرمایا کہ تمام فصحائے عرب وعجم، حل وحرم اس کے مقابلے سے عاجز ہو گئے اور اعجاز قرآنی کے حضور سب نے اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیا۔ شروع شروع میں تو عرب کے ارباب فصاحت وبلاغت نے اپنی زبان دانی کے جوش میں یہ کہہ دیا کہ لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا یعنی اگر یہ لوگ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو قرآن جیسی کوئی ایک بات لائیں۔ قرآن کا یہ چیلنج سن کر فصحائے عرب نے انتہائی کوشش کی۔ مگر عاجز رہے۔ پھر قرآن نے دوبارہ اس طرح چیلنج کیا کہ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔ اچھا! اگر تم پورے قرآن کا مثل نہیں لا سکتے تو تم اس جیسی دس ہی سورتیں بنا لاؤ۔ مگر انتہائی جدوجہد کے باوجود یہ بھی نہ ہو سکا۔ پھر قرآن مجید نے تیسری مرتبہ اس طرح للکارا کہ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یعنی اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا ہے تو تم اس جیسی ایک

برادران اسلام! اس مثال سے ثابت ہو گیا کہ انسان کی بنائی ہوئی چیزوں کا تو مثل ہو سکتا ہے مگر خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی مثال نہیں بنائی جا سکتی اب آپ اس معیار اور کسوٹی پر جانچ کر دیکھئے کہ دنیا کی ہر کتاب کی مثال تو بنائی جا سکتی ہے مگر آج تک قرآن کریم کی ایک سورہ کی مثال بھی نہ لائی جا سکی۔ للذا آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو گیا کہ دنیا کی تمام کتابیں تو انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ مگر قرآن کریم خدا کی کتاب ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ. یعنی قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

برادران ملت! تو میں یہی عرض کر رہا تھا کہ قرآن کریم خداوند قدوس کا کلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے دیکھئے معجزے کی یہی شان ہوتی ہے کہ اس کی مثال لانے سے دنیا عاجز رہتی ہے۔ ابھی آپ نے سنا کہ عصائے موسیٰ معجزہ تھا کیونکہ تمام جادوگر اس کے مقابلے سے عاجز رہ گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا کیونکہ تمام دنیا کے اطبا اور حکما اس سے عاجز ہیں اسی طرح قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔

بہر حال میری تقریر سے دونوں مسئلے ثابت ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے دوسرا یہ کہ قرآن کریم معجزہ ہے اور دونوں مسئلوں کی دلیل یہی ہے کہ قرآن مجید کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

خدااور انسان کی بنائی چیزوں کی پہچان : برادران ملت! میں اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لئے کہ قرآن کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کی کتاب ہے آپ کے سامنے اس بات کی پہچان کے لئے کہ کون سی چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے؟ اور کون سی چیز انسان کی بنائی ہوئی ہے؟ ایک بہترین معیار اور اعلیٰ درجے کی کسوٹی پیش کرتا ہوں۔ اس معیار پر آپ نہایت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ کون چیز خدا کی بنائی ہوئی ہے اور کون چیز انسان کی بنائی ہوئی ہے۔

دیکھئے! خدا کی بنائی ہوئی اور انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں کھلا ہوا یہ فرق ہے کہ جو چیز انسان کی بنائی ہوئی ہوگی اس کی نقل اور مثال بنائی جاسکتی ہے، مگر خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کی نقل و مثال ہرگز ہرگز نہیں بنائی جاسکتی۔ غور کیجئے! آج روس چاند تک سفر کرنے کے لئے ایک راکٹ تیار کرتا ہے تو کل امریکہ اسی جیسا دوسرا راکٹ بنالیتا ہے۔ آج امریکہ ایک ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم بناتا ہے تو کل روس اس جیسا بم بنالیتا ہے۔ آج امریکہ ایک بہترین ہوائی جہاز بناتا ہے تو کل روس اس کی نقل و مثال پیش کردیتا ہے لیکن اگر کسی مچھر کا ایک پر ٹوٹ جائے تو خدا کی قسم امریکہ اور روس تو کیا؟ تمام دنیا کے سائنسدان بھی مچھر کا یہ پر نہیں بنا سکتے۔ ہزاروں ٹن وزنی ہوائی جہاز کو فضا میں اڑانے والے مچھر کا ایک ٹوٹا ہوا پر بنا کر اس مچھر کو نہیں اڑا سکتے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے اور صرف اس لئے کہ! راکٹ، بم، ہوائی جہاز یہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی مثال دوسرا بنایا جاسکتا ہے۔ مگر مچھر کا پر یہ چونکہ خدا کا بنایا ہوا ہے اس لئے کوئی انسان اس پر کے مثل دوسرا پر نہیں بنا سکتا۔

بر اندام ہو کر ہانپتا کانپتا واپس لوٹ کر صنادید قریش سے کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) جو کچھ پڑھتے ہیں۔ خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے نہ جادو ہے۔ نہ کہانت ہے ان کے لفظ لفظ میں ایک ایسی تاثیر لذت اور لرزہ بر اندام کر دینے والی ہیبت ہے جو دلوں کو موہ لیتی ہے اور قلوب میں خوف الٰہی کا سیلاب لاتی ہے اور خدا کی قسم ان کے کسی لفظ کا بھی جواب ہمارے دامن فصاحت وبلاغت میں نہیں ہے۔

(اعجاز القرآن ص ۴۱)

ضماد بن ثعلبہ آزد کے قبیلہ سے تھے۔ زمانہ نبوت میں یہ مکہ آئے۔ طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ راستے میں جا رہے ہیں اور پیچھے لڑکوں کا غول ہے۔ کفار مکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو مجنوں کہا کرتے تھے۔ لڑکوں کا غول دیکھ کر ضماد بن ثعلبہ نے بھی یہی قیاس کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ اے محمد! میں جنوں کا علاج کر سکتا ہوں۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ ضماد بن ثعلبہ پر اتنا اثر ہوا کہ اس کے سینے میں دل دہل گیا اور اسی وقت وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (مسند امام احمد جلد ا ص ۳۰۲)

نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار میں جب حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھیں تو نجاشی پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے برادران ملت! الغرض مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عرب کے فصحاء و بلغاء قرآن کو سن کر اگر ان میں مقابلہ کی تاب و طاقت ہوتی تو وہ ضرور قرآن کا چیلنج قبول کر کے قرآن کے مقابلہ میں ایسا ہی فصیح و بلیغ کلام بنا کر پیش کرتے مگر کسی نے بھی اس کی جرات نہیں کی بلکہ بعض تو اس کو کلام الٰہی تسلیم کر کے مسلمان ہو

فصحائے عرب پر تاثیر قرآنی : حضرات! یہی وجہ ہے کہ فصحائے عرب، قرآن مجید سن کر اس کی فصاحت وبلاغت سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ قرآن کا مقابلہ تو کیا کرتے "لرزہ بر اندام ہو کر یا تو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا اقرار کر کے مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے۔ یا قرآن کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا اعتراف کر کے اپنی عاجزی کا اعلان کر دیتے تھے، حضرت جبیر بن مطعم جو فصحائے عرب میں شمار کئے جاتے تھے ایک مرتبہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نماز فجر میں سورہ "الطور" کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جبیر بن مطعم قرآن کی آیتوں کو بغور سنتے رہے۔ جب انّ عذاب ربك لواقع" ماله' من دافعٍ ۔ کی آیت کان میں پڑی تو جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گویا عذاب خداوندی میری طرف لپک رہا ہے خوف الٰہی سے بدن کی بوٹی بوٹی، اور جسم کا بال بال لرزنے اور کانپنے لگا۔ فوراً قرآن کے کلام الٰہی کا اقرار کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ (اعجاز القرآن ابو بکر باقلانی ص ۴۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ رحمت عالم کا سر کاٹنے کے لئے ننگی تلوار لے کر گھر سے چل پڑے تھے مگر بہن اور بہنوئی کی زبان سے جب سورہ "طٰہ" کی تلاوت سنی تو کلام الٰہی کی تاثیر سے دل کی دنیا میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ اسلام قبول کر لیا اور جن کا سر کاٹنے چلے تھے ان کے قدموں پر سر فدا کرنے کا زندگی بھر کے لئے عہد کر لیا۔ عتبہ بن ربیعہ خطیب قریش اور بڑا ہی ساحر البیان و فصیح اللسان انسان تھا مگر جب رحمت عالم کی زبان سے سورہ حم کی ابتدائی آیتیں اس نے سنیں تو مارے دہشت کے اچھل پڑا۔ لرزہ

ابوبکر بن مجاہد نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ اس عالم میں جو چیز ہے ہر چیز کا قرآن میں بیان ہے تو کسی نے سوال کیا کہ اچھا! بتائیے ان سراؤں کا ذکر قرآن میں کہاں ہے ؟ تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ ہاں ہاں! سراؤں کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ فِیْھَا مَتَاعٌ لَّکُمْ دیکھ لو وہ گھر جس میں کسی کی مستقل سکونت نہیں ہے اور اس میں تم اپنا سامان رکھتے ہو وہ گھر سرائے کے سوا اور کون ہے ؟ سائل یہ مسکت، تسلی بخش جواب سن کر عظمت قرآن کا قائل ہو گیا۔ (اتقان جلد ۲ ص ۱۲۶)

اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا خوب فرمایا کہ

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ
تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْھَامُ الرِّجَالِ

یعنی تمام علوم قرآن کے اندر موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ لوگوں کی کوتاہ عقلیں ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مدرستہ الرسول کا کورس : حضرات گرامی! آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں کی بڑی کثرت ہے اور طرح طرح کے علوم وفنون کے کورس کی کتابوں کا انبار لگا ہوا ہے مگر آپ کو خبر ہے ؟ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدرسہ کھولا تھا اس کے نظام تعلیم کی نوعیت کیا تھی ؟ سنیے! اس مدرسہ کی نہ کوئی عمارت تھی نہ کوئی فرنیچر بس آسمان کی چھت تھی اور زمین کا فرش اور اس میں پڑھنے والے طلبہ کیلئے عمر کی بھی کوئی قید نہیں تھی بارہ بارہ برس کے بچے اور اسی اسی برس کے بوڑھے سبھی اس اسکول کے طالب علم تھے۔ طلبہ کیساتھ طالبات بھی اس

گئے اور دوسرے لوگ اگرچہ اپنے عناد کی وجہ سے آغوش اسلام میں تو نہیں آئے مگر قرآن کے مقابلہ کی جرات وہ بھی نہ کر سکے۔

مسلمانو ذرا سوچو تو سہی! حد ہو گئی کہ اہل عرب بار بار پیغمبر اسلام سے جنگ کرتے رہے۔ سینکڑوں مقتول ہوئے۔ سینکڑوں گرفتار ہوئے۔ بار بار کی لڑائیوں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں خود مٹ گئے اس سے تو بہت آسان تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک سورہ پیش کر کے بانی اسلام کی نبوت کا خاتمہ کر دیتے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرنے کی ان لوگوں نے کبھی بھی جرأت نہیں کی۔ یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ قرآن خدا کا کلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنا قیامت تک غیر ممکن ہے۔

قرآن تمام علوم کا خزانہ ہے: برادران ملت! قرآن مجید کی عظمت کو ہم نے، تم نے کیا سمجھا؟ قرآن درحقیقت تمام علوم کا خزانہ ہے خود قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے **وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ** یعنی اے محبوب! ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا **مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ**۔ ہم نے قرآن میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ سید المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُّهٗ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ**۔ یعنی اگر میرے اونٹ کے پاؤں کی رسی گم ہو جائے تو میں اس کو قرآن میں تلاش کر کے پالوں گا۔

(اتقان جلد ۲ ص ۱۲۶)

ہوئے تھے مگر وہ ان کی قدر و قیمت سے ناواقف تھے اور شیشے کے چمکتے ہوئے ٹکڑوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ یہی حال ہمارا ہے قرآن جیسی کتاب ہمارے پاس ہے مگر ہم اپنی کم علمی سے دوسروں کی ناقص کتابوں پر پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑتے ہیں۔

شیر کا بچہ اور بکری کی خصلت : برادران ملت! برا نہ ماننے میں بالکل سچ عرض کرتا ہوں کہ آج ہمارا گریجویٹ نوجوان انگریزی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اپنی ہستی کی عظمت کو بھول گیا ہے۔ عزیزو اور دوستو! مجھے ایک کہانی یاد آئی۔ ایک شیر کے بچے کو بکریوں کا ایک چرواہا اٹھا لایا اور بکریوں کا دودھ پلا پلا کر اسے پالا۔ یہاں تک کہ شیر کا بچہ جوان ہو گیا۔ یہ جوان شیر بکریوں کے ساتھ جنگل میں گھومتا پھرتا تھا۔ بکریاں اس کو سینگ مارا کرتی تھیں اور یہ سینگ نہ ہونے کی وجہ سے بکریوں کی لڑائی سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے اس کی ایک بوڑھے شیر سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے کہا کہ یار! تم بکریوں کے درمیان رہتے ہوئے کبھی کسی بکری کا شکار کر کے کیوں نہیں کھاتے آخر تم کیسے شیر ہو؟ یہ تمہارے پنجے یہ تیز ناخن یہ نوکیلے دانت، آخر قدرت نے تمہیں کس لئے عطا کئے ہیں"! نوجوان شیر بکریوں کی صحبت سے اس قدر اپنی ہستی کو فراموش کر چکا تھا کہ اس نے بوڑھے شیر سے کہہ دیا کہ میں شیر کب ہوں؟ میں تو بکری ہوں۔ شکار کرنا میرا کام نہیں۔ بوڑھے شیر کو اس کی غفلت پر رحم آ گیا۔ اس نے کہا کہ اچھا! آؤ ہم تم اس چٹان پر بیٹھ کر ندی کے صاف و شفاف پانی کا نظارہ کر لیں۔ اس طرح بوڑھے شیر نے نوجوان شیر کو پہلو میں بٹھایا۔ دونوں نے جب ندی کو جھانک کر دیکھا تو پانی میں

اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھیں مگر اس اسکول کے لئے ایک قرآن کے سوا کورس کی کوئی کتاب نہ تھی اور خدا کے محبوب اعلم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس اسکول کا کوئی مدرس نہیں تھا۔ پورے تئیس برس تک حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے طلبا و طالبات کو صرف قرآن مجید کا کورس پڑھایا۔ مگر دنیا کی امتحان گاہ میں جب ان طلبہ و طالبات کا امتحان لیا گیا تو ان طلبہ و طالبات میں تاریخ گواہ ہے کہ کیسے کیسے مدبر، سیاسی قانون دان، جج، ماہرین اقتصادیات و دانشمندان معاشیات و تجارت، جنرل، فیلڈ مارشل، موجدین صنعت و حرفت، بے مثال و باکمال ماہرین پیدا ہوئے۔ برادران ملت! آپ بتایئے کہ اگر قرآن میں تمام علوم کا خزانہ موجود نہ ہوتا تو صرف ایک قرآن پڑھ کر ایسے ایسے علوم و فنون کے ماہرین کیسے اور کہاں سے پیدا ہوتے ؟

صاحبو! فاروق اعظم جیسا جہاں گیری و جہانبانی کرنے والا سلطان، خالد بن الولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص جیسے فیلڈ مارشل، علی مرتضی جیسا جج، ابو بکر صدیق جیسا مدبر سیاست و موسس سلطنت، عثمان غنی جیسا ماہر تجارت و اقتصادیات، ذرا بتاؤ تو سہی کہ آسمان علم و حکمت کے یہ روشن ستارے کون سے کالج و یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے ؟! اس کے سوا کیا کہو گے کہ یہ سب مدرسۃ الرسول کے سند یافتہ اور صرف قرآن مجید کا کورس پڑھنے والے تھے۔

برادران اسلام! لیکن افسوس کہ ہم مسلمانوں نے قرآن مجید کی کوئی قدر نہیں کی اپنے گھر میں ایسی نعمت بے بہا ہوتے ہوئے آج ہم یورپ و امریکہ کے کتب خانوں کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہماری مثال بالکل اس نادان انسان کی سی ہے کہ جس کی جیبوں میں لعل و یاقوت وغیرہ جواہرات پڑے

کشتی حق کا زمانہ میں سہارا تو ہے عصر نورات ہے روشن سا سہارا تو ہے

برادران ملت! وہ اسلامی آئینہ جس میں مسلم نوجوانوں کو ان کی اصلی صورت دکھائی جائے کون ہے ؟اور کہاں ہے؟ تو میرے بزرگو اور بھائیو! میں سچ کہتا ہوں کہ وہ اسلامی آئینہ قرآن ہے۔ تم قرآن کو سینے سے لگاؤ! اس کو پڑھو اور پڑھاؤ اور اس کی مقدس تعلیمات پر عمل کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ تم دونوں جہان میں ترقی کی اعلیٰ منزل پر پہنچ جاؤ گے اور اگر تم نے قرآنی تعلیمات سے منہ موڑ لیا اور صورت و سیرت میں اسی طرح انگریز بہادر بنے رہے تو پھر یاد رکھو کہ ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی کے غار میں گر پڑنے کے سوا تمہارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ مسلمانو! تم مانو یا نہ مانو! مگر یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہم مسلمانوں کی بربادی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم قرآنی تعلیم کے صراط مستقیم سے ہٹ کر یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی ڈگر پر چل پڑے۔ سچ کہا ہے ڈاکٹر اقبال نے

ہر کوئی مست مے ذوق تن آسانی ہے تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟

حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

سلف کا قرآن سے شغف : برادران ملت! ہمارے اسلاف اور بزرگوں کو قرآن سے کتنا شغف اور عشق تھا؟ اس کی چند مثالیں سن لیجئے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قرآن مجید کے جمع و ترتیب کا انتہائی خاص اہتمام فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ

دونوں کی تصویر نظر آئی۔ بوڑھے شیر نے کہا کہ اے شیر کے بچے! آج تم نے اپنی اصلی صورت دیکھ لی! اب تو مجھے بتا کہ تو ان بکریوں کی طرح ایک بکری ہے یا میری طرح ایک شیر ہے ؟ نوجوان شیر نے جو نہی اپنی اصلی صورت پانی میں دیکھی اس کو اپنے شیر ہونے کا یقین ہو گیا اور فوراً اس کے ناخن اور پنجوں میں شجاعت کا کرنٹ دوڑنے لگا اور وہ ایک دم سامنے آنے والے ہر شکار پر جھپٹنے لگا۔

نوجوانان اسلام! بالکل یہی مثال تمہاری ہے کہ تم مسلمانوں کے بچے ہو۔ لیکن انگریزوں نے لارڈ میکالے کی تعلیمی اسکیم کا دودھ پلا پلا کر تمہیں بالکل انگریز بنا ڈالا اور تمہیں خبر ہی نہیں رہی کہ تم محمدی کچھار کے شیر یعنی مسلمان ہو۔ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ تمہارے اسلاف ابو بکر و عمر عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم تھے۔ تم کو یاد ہی نہیں رہا کہ محمد بن قاسم اور طارق تمہارے ہم قوم تھے۔ تم بھول گئے کہ محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی، شاہ جہان، عالمگیر یہ سب تمہارے ہی بزرگوں کے نام ہیں۔ کاش اے مسلم نوجوانو! کبھی تم اپنی اصلی صورت دیکھ لیتے۔ میری دعا ہے کہ کوئی بوڑھا مسلمان اسلامی آئینے میں تم کو تمہاری اصلی صورت دکھادے اور تم کو یقین ہو جائے کہ تم انگریز نہیں ہو بلکہ تم مسلمان ہو۔ تم توحید الٰہی کے پرستار اور رسالت مصطفیٰ کے جاں نثار ہو۔ خدا کی قسم جس دن تم اپنی اصلی تصویر دیکھ لو گے اور تمہارا شاندار ماضی تمہاری نظروں کے سامنے آجائے گا تو اس وقت تمہارے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال اسلامی کردار کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا اور تم جب سڑکوں پر چلو گے یا بازاروں میں نکلو گے تو اسلام کے دشمن بھی تمہاری صورت و سیرت کو دیکھ کر پکار اٹھیں گے کہ ۔

جگر تھیں۔ آج بھی لاہور میں ان کی قبر پر قرآن مجید کی ایک جلد اور ایک تلوار رکھی ہوئی ہے جس کی تاریخ نہایت ہی عبرت آموز ہے۔ جاوید نامہ میں پورا واقعہ اس طرح تحریر ہے کہ۔

گفت ایں کاشانہ شرف النساء است مرغ بامش با ملائک ہم نوا است

ایک واقف حال نے بتایا کہ یہ بی بی شرف النساء کا آستانہ ہے جس کے گنبد کے پرندوں کی آواز میں فرشتوں کا نغمہ سمایا ہوا ہے۔

آں سراپا سوز و ساز و درد و داغ حاکم پنجاب را چشم و چراغ

وہ سراپا سوز و ساز اور درد و داغ والی خاتون حاکم پنجاب کی چشم و چراغ تھی اور اس کی زندگی اس طرح گزری۔

در کمر تیغ دودر، قرآن بدست تن بدن ہوش و حواس اللہ مست

ہر وقت کمر میں دودھار والی تلوار اور ہاتھ میں قرآن، تن بدن اور ہوش و حواس کے ساتھ فانی فی اللہ اور اللہ مست بن کر زندگی گزاری۔

بر لب اوچوں دم آخر رسید سوئے مادر دید و مشتاقانہ دید

جب بی بی شرف النساء کے ہونٹوں پر آخری سانس آنے لگی اور وفات قریب ہو گئی تو انہوں نے اپنی ماں کی طرف مشتاقانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت مامتا کی ماری، دکھیاری ماں نے بیٹی سے کہا۔ نور نظر! کیا دیکھتی ہو؟ اگر کوئی تمنا ہو تو کہہ دو! ہم تمہاری تمنا ضرور پوری کر دیں گے۔ اس وقت بی بی شرف النساء نے یہ وصیت کی۔

اندریں عالم کہ میرد ہر نفس دخترت را ایں دو محرم بود و بس

اے ماں! اس دنیا میں سب کو مرنا ہے! دیکھ اس دنیا میں تیری بیٹی

نے پوری سلطنت میں چار ہزار مسجدیں اور قرآن کے مدارس تعمیر کرائے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت شہادت بھی تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت قرآن کریم میں یکتائے صحابہ تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس برس تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی اور ہر رات دو رکعتوں میں پورا قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور جیل خانہ کی جس کوٹھڑی میں آپ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھا تھا۔ ابو بکر بن محمد انصاری بھی چالیس برس تک عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھتے رہے اور ساری رات نفلوں میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ مشہور محدث ابو بکر بن عیاش کوفی کے انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں تو ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! تم روتی کیوں ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ نور نظر! تمہیں کیا خبر؟ کہ میں نے اپنے مکان کے صرف اس ایک کونے میں چوبیس ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی چالیس برس تک عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھی اور پندرہ برس تک مسلسل رات کو دو رکعتوں میں پورا قرآن مجید ختم فرماتے رہے۔ (تفصیل کے لئے میری کتاب اولیائے رجال الحدیث پڑھو)

بی بی شرف النساء: حضرات! یہ تو باکمال مردان خدا کی حکایات ہیں۔ تاریخ اسلام میں ایسی ایسی عورتیں بھی گزری ہیں جن کا قرآن مجید کے ساتھ عشق بے مثال ہے۔ بی بی شرف النساء جو مغل دور سلطنت میں پنجاب کے گورنر کی لخت

کی ضخانت ایک سوبیس جلد ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی پچاس آیتوں کی تفسیر لکھی تو ایک سو چالیس جلدیں تیار ہو گئیں اور امام ابو الحسن اشعری کی تفسیر چھ سو جلدوں میں ہے۔ یہ تفسیر امام سیوطی کے زمانے تک مصر کے کتب خانہ میں موجود تھے (حاشیہ الدولۃ الملکیہ ص ۳۴)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر اتنی ضخیم لکھ دوں کہ ستر اونٹوں کا بوجھ تیار ہو جائے۔ (حاشیۃ الدولۃ الملکیۃ ص ۳۷)

سبحان اللہ! اس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم قرآن کی وسعت کا اندازہ لگایئے اور یہ بھی غور کیجئے کہ قرآن کریم کتنے علوم ومعانی کے خزانوں کا بحر ناپیدا کنار ہے؟ کیوں نہ ہو؟ کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ لا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَماءُ وَلا يَخْلَقُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلا ينقضى عجائبه (ترمذی) یعنی علماء قرآن سے کبھی آسودہ نہیں ہوں گے اور کتنا زیادہ بھی بار بار قرآن کو پڑھا جائے مگر قرآن پرانا نہیں ہوگا اور اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ قرآن کے معانی و علوم کبھی ختم نہ ہوں گے اور اس لئے علماء قرآن مجید سے کبھی آسودہ نہ ہوں گے۔ (حاشیہ الدولۃ الملکیہ ص ۳۷) پڑھیے درود شریف۔ اللهم صل على سيدنا محمد و على ال سيدنا محمد و بارك وسلم.

تلاوت قرآن کا ثواب: برادران ملت! یہ بھی سن لیجئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا کیا ثواب ہے؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مَنْ قَرءَ حرفًا

کے یہی قرآن و تلوار دو محرم ہیں۔ بس میری آخری تمنا یہی ہے کہ:۔

وقت رخصت با تو گویم ایں سخن　　تیغ و قرآں راجدا از من مکن

اے ماں! بس رخصت ہوتے وقت تجھ سے یہی ایک بات کہتی ہوں کہ قرآن اور تلوار کو مجھ سے جدا مت کرنا اور میری قبر پر تلوار اور قرآن رکھ دینا تا کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کو میری قبر سے یہ پیغام ملتا رہے کہ:۔

مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربت مارا ہمیں ساماں بس است

یعنی مومنین کو تلوار اور قرآن کافی ہے۔ ہماری تربت کے لئے یہی سامان کافی ہے۔ برادران ملت! آپ نے سنا؟ بی بی شرف النساء کی کہانی! اللہ اکبر! قرآن سے یہ والہانہ عشق! کیا اس زمانے کی عورتوں میں اس کی مثال مل سکتی ہے؟ خداوند قدوس بی بی شرف النساء کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دے۔ اس خاتون ملت کی قبر ہمیں کتنا مقدس اور ایمان افروز پیغام دے رہی ہے۔

چند تفسیریں: حضرات! قرآن مجید کے ساتھ سلف صالحین کے والہانہ شغف و عشق کا کیا کہنا؟ آج تک ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اور تفاسیر بھی کیسی کیسی؟ اللہ اکبر! دس پانچ جلدوں والی تفسیریں تو آج بھی سینکڑوں چھپی ہوئی ملتی ہیں۔ ایسی ایسی ضخیم تفسیریں علمائے سلف نے تحریر فرمائی ہیں کہ آج کل کوئی ان کے مطالعہ کی بھی ہمت نہیں رکھتا۔ امام حجۃ الاسلام کی تفسیر "یاقوت التاویل" چالیس جلدوں میں ہے۔ تفسیر ابن نقیب کی ایک سو جلدیں ہیں "تفسیر الاوفونی"

جان نکلنے کے لئے سورہ یسین کی تلاوت کر لیتے ہیں اور اگر کوئی عزیز مر جاتا ہے تو خود تو قرآن پڑھنے کی توفیق ہوتی نہیں بلکہ مسجدوں اور مدرسوں میں پڑھا ہوا قرآن مانگتے پھرتے ہیں۔ پھر جیسی نیت ویسا ثواب۔ حافظ جی اور ملاجی بھی سوا روپیہ فی قرآن کے حساب سے نذرانہ لے کر ایک ایک دن میں دس دس ختم قرآن مجید کا ثواب بخشتے رہتے ہیں۔ بھائی ایسے حافظوں سے بھی خدا کی پناہ! یہ لوگ عجیب عجیب دھندے کرتے ہیں۔ حافظ رمضانی کا قصہ تو آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔

حافظ رمضانی : بھائیو! ایک تھے حافظ رمضانی۔ نام تو کچھ اور تھا مگر رمضانی اس لئے کہلاتے تھے کہ گیارہ مہینہ تک یہ قرآن شریف کو اتنے اونچے طاق پر رکھتے تھے کہ بھول کر بھی اس پر ہاتھ نہ پڑے مگر رمضان کا چاند دیکھتے ہی یہ قرآن شریف کو ہاتھ لگاتے تھے اور قرآن بھی اتنا تیز پڑھتے تھے کہ سننے والوں کو سوائے یعلمون اور تعلمون کے کچھ پلے نہیں پڑتا تھا۔ یہ حافظ رمضانی کہیں تراویح پڑھانے گئے دو سو روپیہ اجرت ٹھہرا کر تراویح پڑھائی۔ مگر گاؤں والے پورے چار سو بیس تھے۔ جب تیسویں تراویح پوری ہو گئی تو حافظ جی کو بھوں نے ایک سو روپیہ دے کر ٹرخا دیا۔ حافظ جی کو غصہ آیا تو بولے کہ مجھے دو سو روپے دے دو! ورنہ میں تمہاری تیسوں تراویح برباد کر دوں گا۔ گاؤں والے بولے! کہ اب تم کیسے ہماری تراویح خراب کر سکتے ہو؟ اب تو تراویح پوری ہو چکی! حافظ جی نے تڑپ کر کہا کہ جاؤ مردودو! میں نے سب تروایح بلا وضو کے پڑھائی تھی۔ لو اب تو تمہاری تراویح غارت ہو گئی؟ کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یہ کہہ دے کہ میں نے بلا وضو نماز پڑھائی ہے تو سب مقتدیوں کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَلَه' بِهٖ حَسَنَةً وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ بَلْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ (مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

یعنی جس نے ایک حرف اللہ کی کتاب کا پڑھا اس کو ایک نیکی ملے گی اور اس میں ایک نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک ہی حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے صرف الم پڑھا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔

اور قرآن پڑھ کر جو اس پر عمل بھی کرے اس کے درجات کی بلندی کا کیا کہنا؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا (مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

یعنی جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی سورج سے بڑھ کر ہوگی تو تمہارا کیا گمان ہے؟ اس شخص کے بارے میں جو قرآن پڑھ کر عمل کرے گا کہ اس کے درجات ومراتب کا کیا عالم ہوگا؟

برادران ملت! افسوس کہ آج ہم مسلمانوں میں تعلیم قرآن کا ذوق بالکل ہی فنا ہو گیا۔ بچے کو انگریزی پڑھانے کے لئے اگر ٹیوشن پر کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے تو اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کا ماسٹر تلاش کریں گے اور پچاس روپے ماہوار دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے مگر بچے کو قرآن شریف پڑھانے کے لئے عموماً کوئی نابینا حافظ جی تلاش کئے جاتے ہیں تاکہ پانچ روپے ماہوار پر ہی کام چل جائے اور قرآن پڑھنے کا یہ ذوق ہے کہ جب کسی کی جان کنی کا وقت شروع ہوتا ہے تو آسانی سے

ممکن ہے کہ تم اسلامی تعلیم بھی ضرور حاصل کرو اور اپنے دین و مذہب سے واقفیت حاصل کرو! صدمہ ہے تو صرف یہ ہے کہ ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی — لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا؟ شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل؟ — نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں — کہ استغنا میں پائی میں نے معراج مسلمانی

بزرگو اور بھائیو! میں نے الم کا کوئی ترجمہ نہیں کیا اس لئے کہ الم اور سورتوں کے شروعات میں جتنے بھی حرف مقطعات ہیں یہ سب آیات متشابہات میں ایسے شمار کئے جاتے ہیں ان کا علم اللہ و رسول کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی یہ حروف اللہ و رسول کے درمیان ایسے رموز و اسرار ہیں جن سے اللہ و رسول کے سوا کوئی بھی واقف نہیں اس لئے ان حروف مقطعات کے معنی کی چھان بین اور تلاش و جستجو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس ان آیات متشابہات پر اس طرح ایمان لانا ضروری ہے کہ ان لفظوں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے وہ حق ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔

برادران کرامی! ہاں مگر یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ آیت متشابہات کا علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ان آیتوں کی مراد کو جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیتوں کا علم نہ ہو تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول سے ایسی باتیں فرمائیں جن کو رسول سمجھ ہی نہ سکے تو یہ ایک بالکل ہی لغو کام ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے کسی لغو کام کا ہونا محال ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ بلاغت کا دارومدار ہی اس پر ہے کہ کلام موقع، محل،

بہر حال برادران ملت! اپنے حال پر رحم کرو اور قرآن مجید کا سچا ذوق پیدا کرو۔ یاد رکھو! یہ قرآن ہی تمہارے دین کا نشان ہے۔ مسلمانو! اگر تمہارے سینوں میں قرآن ہی نہ رہا تو پھر سمجھ لو کہ تمہارے سینوں میں نور ایمان نہ رہا۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ''انَّ الّذی لَیْس فی جوفه شیء مِن الْقُرْآن کالْبیْت الْخرِب'' (مشکوۃ ص ۱۸۶) یعنی جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ رہا وہ ایک ویران گھر کے مانند ہے!

برادران اسلام! کتنے رنج و قلق کی بات ہے کہ آج ہمارا اکثریتی طبقہ دنیاوی تعلیم کا اس قدر شیدائی ہے کہ اس کو امریکہ، یورپ اور روس کا تو پورا پورا جغرافیہ یاد ہے ان سب ملکوں کے ایک ایک ریسٹورنٹ، ایک ایک سینما گھر اور ایک ایک کلب کا نام اور اس کی پوری ہسٹری کے حافظ بنے ہوئے ہیں۔ ابراہیم لنکن، نپولین لینن اسٹالن کی سوانح عمریوں کو زبانی یاد کئے ہوئے ہیں۔ مگر قرآنی تعلیمات اور اسلامی نظریات سے اس قدر جاہل ہیں کہ ضروریات دین تک کی خبر نہیں۔ اپنے پیغمبر، خلفائے راشدین اور اپنے دین و مذہب کے ہیروؤں سے قطعاً ناواقف ہیں۔ عقائد و اعمال اسلام سے بالکل ہی کورے ہیں۔

بزرگو اور بھائیو! آپ اس غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ میں دنیاوی تعلیم کا مخالف ہوں۔ نہیں، نہیں! حاشا۔ کلا۔ ہرگز نہیں! اسلام نے کبھی کسی کو دنیاوی تعلیم سے منع نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ تم شوق سے سائنس پڑھو۔ انگریزی پڑھو بی اے اور ایم اے سے بھی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرو یہ سب جائز ہے مگر میں تم سے صرف اس قدر کہتا ہوں کہ تم جہاں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو مسلمان بن کر جیو اور مسلمان بن کر مرو اور یہ اسی صورت میں

بہر کیف یہ کلام کا اصول اور بلاغت کی جان ہے کہ متکلم ہمیشہ اپنی گفتگو ایسے الفاظ اور ایسے انداز میں کرے کہ مخاطب متکلم کے کلام کو سمجھ لے اور اگر کسی متکلم نے اپنے مخاطب سے ایسا کلام کیا جس کو مخاطب نہ سمجھ سکا تو یہ متکلم کی لغویت ہو جائے گی۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ حروف مقطعات اور سر آیات متشابہات کا علم خدا کے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کے بتانے سے حاصل ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے گا کہ آیات متشابہات و حروف مقطعات کا علم حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو حاصل نہیں ہے تو اس وقت یہی لغویت لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اپنے محبوب پر اتارا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے ایسا کلام فرمایا جس کو محبوب نے کچھ بھی نہیں سمجھا۔ تو یہ تو معاذ اللہ! ایک لغویات ہوئی! بہر کیف الم کے معنی اللہ و رسول جانتے ہیں ہم اس کے معنی نہیں جانتے مگر اس لفظ سے اللہ و رسول کی جو مراد ہے وہ حق ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔

برادران ملت! ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے اعجاز اور اپنی صداقت و حقانیت میں ایسی اعلیٰ منزل پر پہنچا ہوا ہے کہ اگر کوئی انسان انصاف کی نگاہوں سے قرآن مجید کا مطالعہ کرے گا تو ہر گز ہر گز اس کو اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا یعنی یہ کتاب اس لائق ہی نہیں ہے کہ کوئی صحیح فہم و فراست والا انسان اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک کرے بلکہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ جو اس کو دیکھے گا یقیناً اس کی یہ تاثیر صداقت و حقانیت اور معجزانہ شان و نورانیت کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے گا کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ یعنی یہ کتاب ہے کہ اس

ماحول کے عین مطابق ہو، اسی لئے ضروری ہے کہ کلام کرنے والا اپنے مخاطب سے ایسا ہی کلام بولے جس کو مخاطب سمجھ لے۔ دیکھئے! اگر کوئی شخص کسی جاہل گنوار، کھرپا بہادر سے انگریزی میں بات چیت کرے اور وہ جاہل گنوار ایک لفظ بھی نہ سمجھے تو آپ ہی بتائیے کہ یہ بلاغت ہوگی یا سراسر حماقت و لغویت۔

بزرگو اور بھائیو! مجھے اس وقت ایک نواب صاحب کا لطیفہ یاد آ گیا۔

نواب صاحب کی اردو سنا ہے کہ ایک نواب صاحب بہت فصیح و بلیغ اردو بولنے کے مریض تھے۔ جب تک وہ اپنی بول چال میں دو تہائی فارسی و عربی الفاظ کی پچر نہیں ٹھونکتے تھے۔ ان کی زبان اور ہونٹوں کو بولنے میں مزہ ہی نہ آتا تھا۔ ہر شخص سے وہ ایسی ہی تکڑی اردو بولا کرتے تھے۔ اتفاق سے کسی دن ان کے چند گنوار رعایا گاؤں سے چل کر نواب صاحب کا درشن کرنے کے لئے کوٹھی میں آئے۔ گنواروں نے جھک کر نواب صاحب کو سلام کیا تو نواب صاحب نے نہایت خطیبانہ انداز میں فرمایا کیوں "اے دہقان نانبجار، ہنوز کشت زار پر تقاطر امطار، بفضل ایزد غفار ہوا کہ نہیں؟" گنوار بے چارے کچھ بھی نہ سمجھے۔ منہ تکتے رہ گئے۔ گنواروں کا چودھری بولا کہ چلو ہمن باہر! بھی میاں قرآن پڑھتے ہیں جب قرآن کھتم ہو جائی تب ہم فن کا آوٗں جائی۔ سیدھی سی بات تھی کہ ابھی گاؤں میں برسات ہوئی یا نہیں؟ مگر نواب صاحب اپنی بلاغت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایسے ایسے لمبے چوڑے اور موٹے الفاظ فارسی و عربی کے بولنے لگے کہ غریب گنواروں نے یہ سمجھا کہ میاں ہم سے بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ بھلا نواب صاحب کی اس لغویت کو بلاغت سے کیا تعلق؟

بہرے، حق کے بولنے سے گونگے بنے ہوئے ہیں، انہیں قرآن مجید سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے موسلادھار بارش میں کوئی برتن اوندھا پڑا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں ایک قطرہ پانی بھی نہیں پہنچے گا اور جو برتن اپنا منہ کھولے ہوئے بارش میں پڑا ہو گا یقیناً بارش اس برتن کو پانی سے بھر دے گی۔ اسی طرح جو شخص تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی کا طالب بن کر قرآن سے ہدایت کا طلبگار ہو گا تو یقیناً قرآن مجید اپنی ہدایت کی دولت سے اس کی خالی جھولی کو بھر دے گا اور جو شخص تقویٰ و پرہیز گاری کا طالب ہی نہ ہو گا تو اگر قرآن کی ہدایت موسلادھار بارش کی طرح برس رہی ہے مگر وہ بد نصیب اوندھے برتن کی طرح ہدایت سے محروم ہی رہے گا۔

برادران گرامی! اب آگے متقین کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو بن دیکھے صرف رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمادینے سے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی روزی میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

برادران اسلام! متقی کی پہلی صفت "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" ہے یعنی بغیر آنکھ سے دیکھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمادینے سے ایمان لانا۔ اس طرح ایمان لانا یہ ایمان بالغیب ہے۔ دیکھئے! ہم نے، آپ نے کبھی خداوند تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔ پل صراط، میدان محشر، جنت، دوزخ کو نہیں دیکھا۔ مگر جب رسول نے فرمادیا کہ خدا ایک ہے اور جنت و دوزخ موجود ہیں تو ہم لوگ اس فرمان رسول کی وجہ سے دلوں کی گہرائی سے ایمان لاتے اور اپنی زبانوں

کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن معجزات، غیب کی خبریں باوجود قلت حجم کے علوم اولین وآخرین کا روشن بیان، یہ وہ شواہد ہیں جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ایک سلیم العقل انسان کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیتے ہیں کہ یقیناً قرآن کسی بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ خداوند قدوس کا کلام ہے۔ قرآن کی صداقت وحقانیت کے انوار، حق بین وحق شناس نگاہوں سے کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ ہر دیکھنے والا اس کو اس طرح دیکھ سکتا ہے جیسے کہ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

كَالْبَدْرِ مِنْ حَيْثُ الْتَفَتَّ رَأَيْتَهُ يَهْدِي إِلَى عَيْنَيْكَ نُوراً ثَاقِباً
كَالشَّمْسِ فِي كَبِدِ السَّمَاءِ وَضَوْءُهَا يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقاً وَمَغَارِباً

(اتقان ص ۱۲۸)

یعنی قرآن کی مثال چودھویں رات کے چاند جیسی ہے کہ تم جہاں سے بھی چاند کو دیکھنا چاہو گے دیکھ لو گے اور چاند تمہاری آنکھوں کو چمکتے ہوئے نور کا ہدیہ ہر جگہ سے بھیجتا رہے گا۔ یا یوں سمجھ لو کہ قرآن سورج کی طرح ہے کہ اگرچہ وہ آسمان کے جگر میں پیوست ہے مگر باوجود اس قدر دور ہونے کے روئے زمین کے تمام شہروں کو اس کی روشنی نے ڈھانپ رکھا ہے۔

برادران اسلام! قرآن مجید کی صفت بیان فرماتے ہوئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا **هُدًى لِلْمُتَّقِينَ** یعنی قرآن مجید ان انسانوں کے لئے ہدایت ہے جو پرہیزگاری کا ارادہ رکھتے ہیں اور تقوی کی زندگی کے طالب ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بدنصیب انسان جو اپنی سرکشی وگمراہی کی دلدل میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ ان سے نکلنا ہی نہیں چاہتے اور حق کے دیکھنے سے اندھے، حق کے سننے سے

چھوٹی سی بات ہے مگر چونکہ عبرت آموز ہے اس لئے عرض کر دیتا ہوں۔

حافظ جی کا سجدہ سہو : صاحبو! ایک جاہل حافظ جی کسی گاؤں کی مسجد میں امام تھے۔ گاؤں میں ایک جلسہ ہوا اور باہر سے بڑے بڑے علمائے کرام وعظ کے لئے مدعو کئے گئے۔ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا۔ حافظ جی کو یہ خیال آ گیا کہ کسی مولوی نے جمعہ پڑھایا تو سارے گاؤں والوں کو یہ خیال ہو جائے گا کہ عالم کا مرتبہ حافظ سے بڑا ہوتا ہے اور میری عزت کم ہو جائے گی۔ حافظ جی کی رگ نفسانیت پھڑک اٹھی۔ متولی کے پاس دوڑے ہوئے گئے اور کہا کہ دیکھو جی! متولی صاحب! ان مولویوں کو تو کسی کو دس بیس کسی کو پچیس تیس سورتیں زبانی یاد ہیں اور میرے سینے میں پورا قرآن ہے اس لئے جمعہ کی نماز میرے سوا کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ متولی نے کہہ دیا بہت اچھا آپ ہی جمعہ پڑھایئے۔ چنانچہ حافظ جی نے منبر پر بڑے ٹھاٹھ سے خطبہ پڑھا پھر بہت لمبی لمبی سورتوں سے بڑی زوردار آواز کے ساتھ نماز پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا۔ علماء نے پوچھا کہ حافظ جی! آپ نے یہ سجدہ سہو کیوں کیا؟ حافظ جی بولے کہ اجی! بس یوں ہی ایک ذرا سا سہو ہو گیا تھا علما نے فرمایا کہ ہمارے دیکھنے میں تو آپ سے کوئی سہو نہیں ہوا۔ آپ نے کیسے سجدہ سہو کیا؟ حافظ جی کہنے لگے کہ بھائی! کوئی بہت بڑا سہو نہیں ہوا۔ بس اک ذرا سا معمولی سہو ہو گیا تھا۔ علماء نے اصرار کیا کہ آخر بتایئے تو سہی! کہ کون سا سہو ہوا تھا؟ مجبور ہو کر حافظ جی بولے کہ اجی میں سجدے سے اٹھنے لگا تو میرے پیچھے سے اک ذرا سی ہوا نکل گئی اس لئے میں نے سجدہ سہو کر لیا۔ علماء حافظ جی کے اس سجدہ سہو پر سر دھننے لگے اور بولے کہ ارے حافظ صاحب! کیا غضب کیا آپ

سے اس کی شہادت دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ کہ رسول کا کسی بات کو فرما دینا۔ ہماری آنکھوں سے دیکھنے سے ہزاروں لاکھوں درجے بڑھ کر ہے۔ اجی ہماری آنکھ تو بہت مرتبہ ہم کو دھوکا دیتی ہے مگر فرمان مصطفیٰ میں ہرگز ہرگز کبھی دھوکا نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ہم ریل گاڑی پر سفر کرتے ہیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ درخت بھاگ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ہماری آنکھوں کا صریح دھوکا ہے۔ کیونکہ درخت تو اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنکھ کی دیکھی ہوئی چیز کو جیسا بتادیں وہ قطعی ویقینی ہر طرح قابل بھروسہ اور قابل اطمینان ہے۔ بہر حال متقی کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ فرمان مصطفیٰ پر بغیر آنکھ سے دیکھے ایمان لائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں سے زیادہ رسول خدا کے فرمان پر بھروسہ اور اطمینان ویقین رکھے! خیر اب متقی کی دوسری صفت سنئے! ارشاد فرمایا ویقیمون الصلوٰۃ یعنی متقی وہ ہے جو ایمان بالغیب کے ساتھ نماز بھی قائم کرے۔ دیکھئے یہاں یہ نکتہ یاد رکھئے! یہ نہیں فرمایا کہ متقی وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا؟ سنئے! نماز پڑھنا اور چیز ہے اور نماز کو قائم کرنا اور چیز ہے! نماز قائم کرنے کا یہ مطلب ہے کہ نماز کو اس کے تمام حقوق و آداب کے ساتھ ادا کریں۔ خالی نماز پڑھ لینا تو سب کو آتا ہے مگر نماز کو اس کے حقوق و آداب اور پورے شرائط کے ساتھ ادا کرنا یہ ان ہی لوگوں کا حصہ ہے جو پورے طور پر نماز کا علم بھی رکھتے ہوں۔ آج ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر سچ عرض کرتا ہوں کہ انہیں نماز کے ارکان وواجبات کی بھی خبر نہیں انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کن کن چیزوں سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کن کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بھائیو! مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آیا۔ اس پر ذرا

ہیں جیسے ریل گاڑی کی دو پٹریاں۔ ایک پٹڑی نماز ہے اور دوسری پٹڑی زکوۃ۔ ایک ریل گاڑی کی ایک پٹڑی درست ہو اور دوسری ناکارہ ہو تو ہرگز ریل گاڑی نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اگر نماز و زکوۃ میں سے ایک پٹڑی بھی ناکارہ ہو گئی تو اسلام کی ریل گاڑی نہیں چل سکتی۔ مگر برا ہو بخیلی کا کہ مسلمان زکوۃ و خیرات سے کوسوں دور بھاگنے لگے۔

مسلمانو! خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا اور خصوصاً چھپا کر صدقہ دینا کتنی بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اللہ اکبر! حضور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سن لو! ارشاد فرمایا کہ جب خداوند قدوس نے زمین کو پیدا فرمایا تو زمین ہلنے لگی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا جن کے بوجھ سے زمین ساکن ہو گئی تو فرشتوں نے پہاڑوں کی طاقت سے متعجب ہو کر سوال کیا کہ اے پروردگار! کیا تیری مخلوق میں پہاڑوں سے بھی زیادہ طاقت والی کوئی مخلوق ہے؟ تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں لوہا۔ تو فرشتوں نے عرض کیا کہ لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی مخلوق ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ ہاں! آگ لوہے سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ فرشتے بولے کہ کیا آگ سے بھی بڑھ کر طاقت رکھنے والی تیری کوئی مخلوق ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں! پانی آگ سے بھی زیادہ طاقت والا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا پانی سے بھی زیادہ طاقت رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ تو ارشاد ربانی ہوا کہ ہاں! ہوا پانی سے زیادہ طاقتور ہے! فرشتوں نے سوال کیا کہ کیا ہوا سے بھی بڑھ کر کوئی مخلوق طاقت رکھتی ہے؟ تو رب العزت نے فرمایا کہ **نَعَمْ ابْنُ اٰدَمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا مِنْ شِمَالِهٖ** (مشکوۃ ص ۱۷۰) ہاں! آدمی اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ دے کہ اپنے بائیں ہاتھ سے بھی اس کو چھپا کر دے۔ یہ ہوا سے بھی

نے ؟اجی یہ سہو اہوا کہ لہو ہو گیا۔ اجی نماز تو نماز! آپ کا تو وضو بھی ٹوٹ پھوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ جائیے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھائیے!

برادران ملت! دیکھا آپ نے؟ حافظ جی نے طوطے کی طرح قرآن شریف تو یاد کر لیا تھا مگر نماز کے مسائل سے بالکل کورے تھے اب آپ ہی بتائیے کہ ایسے بے علم لوگ کس طرح نماز کو اس کے حقوق وآداب کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ بھائیو! اور بزرگو! خدا کے لئے اتنا علم دین تو حاصل کر لو کہ نماز و روزہ اور حج و زکوۃ کے مسائل تو معلوم ہو جائیں تاکہ تمہاری عبادتیں تو صحیح طریقے پر ادا ہوتی رہیں۔

بہر کیف اب متقی کی تیسری صفت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی متقی وہ ہیں جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

دوستو! اور بزرگو! خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا اور صدقہ و خیرات، خصوصاً زکوۃ دینا بہت بڑی عبادت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِي غَضَبَ الرَّبِّ وَ تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ یعنی صدقہ خدا کی آتش غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت کو ٹال دیتا ہے۔ بھائیو! آج کل نماز کا تو کچھ چرچا بھی سننے میں آتا ہے اور کچھ مال دار لوگ نماز بھی پڑھتے دیکھے جاتے ہیں مگر زکوۃ کی نہ کوئی تبلیغ ہی کرتا ہے نہ زکوۃ دینے والے ہی نظر آتے ہیں حالانکہ اسلام میں نماز ہی کی طرح زکوۃ بھی فرض ہے۔ بار بار قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

ریل گاڑی کی دو پٹڑیاں: بزرگو اور بھائیو! نماز و زکوۃ اسلام میں اس طرح

خیر اب اگلی آیت کا بھی مضمون سن لیجئے۔ ارشاد ربانی ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ یعنی متقی کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اے پیغمبر! اس کتاب پر بھی ایمان لائیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائیں جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔

برادران ملت! یہ علم عقائد کا بنیادی مسئلہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید پر ایمان لانا ہر ایک مومن پر فرض ہے اسی طرح توراۃ و انجیل وغیرہ تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ قرآن کریم گواہ ہے کہ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ یعنی ہر مومن اللہ اور اس کے تمام فرشتوں اور اس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا ہے۔

حضرات! ہم مسلمان خداوند قدوس کی تمام کتابوں کو برحق مان کر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اسلام ہی کی تعلیمات ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں نے دین اسلام ہی کی تبلیغ فرمائی۔

حضرات! مجھے اس موقع پر اپنا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی ایک تقریر میں کہہ دیا کہ تمام پیغمبروں نے اسلام ہی کی تبلیغ فرمائی اور تمام آسمانی کتابیں اسلامی تعلیمات ہی کا خزانہ ہیں! تقریر کے بعد ایک آریہ نے مجھ پر اعتراض کر دیا جب تورات و انجیل بہ قول آپ کے اسلام ہی کی تعلیمات ہیں اور آپ ان کتابوں پر ایمان بھی لاتے ہیں تو پھر آپ ان کتابوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ صرف قرآن ہی پر عمل کیوں کرتے ہیں؟

میں نے اس وقت برجستہ یہ جواب دیا کہ مہاشے جی! آپ یہ بتائیے کہ

زیادہ طاقت والا ہے۔

رات میں صدقہ دینے والا: برادران ملت! چھپا کر صدقہ دینے کا ذکر آگیا تو ایک عبرت خیز حدیث اور بھی سن لیجئے! روایت ہے کہ اگلی امتوں میں سے ایک شخص نے صدقہ دینے کا عزم کیا اور رات کو صدقہ دینے چلا سامنے سے ایک چور آتا ملا۔ اس نے چور کے ہاتھ میں صدقہ کا مال رکھ دیا۔ صبح کو ہر طرف شور مچ گیا کہ کسی نے رات میں ایک چور کو صدقہ دے دیا۔ یہ شخص کہنے لگا کہ الٰہی! تیرے ہی لئے حمد ہے۔ افسوس! میرا صدقہ چور کو مل گیا۔ پھر دوسری رات کو صدقہ لے کر نکلا تو ایک بدکار عورت گاہک کی تلاش میں جارہی تھی اس عورت کے ہاتھ میں صدقہ کا مال رکھ دیا۔ پھر صبح کو چرچا ہوا کہ کسی نے رات میں ایک زناکار عورت کو صدقہ دے دیا یہ شخص افسوس کرتے ہوئے بولا کہ خداوندا! تیرا شکر ہے میرا صدقہ ایک زانیہ کے ہاتھ لگا۔ پھر تیسری رات کو صدقہ لے کر چلا تو وہی سیٹھ صاحب آرہے تھے اس نے سیٹھ صاحب کو صدقہ کا مال دے دیا۔ یہ شخص نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنے لگا کہ الٰہی تیرا شکر ہے میرا صدقہ ایک رات چور کو، ایک رات زانیہ کو اور ایک رات مال دار کو مل گیا۔ یہ شخص اسی افسوس میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ خواب میں ایک فرشتے نے آکر اس کو بشارت دی تیرے تینوں صدقے مقبول ہوگئے۔ تو نے جو رات میں چور کو صدقہ دیا تو شاید وہ چور اس رات میں چوری کرنے سے بچا ہوگا اور بدکار عورت اس رات میں بدکاری سے بچی ہوگی اور مال دار شاید عبرت پکڑے اور خود بھی صدقہ دینے لگے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۵)

خداوند قدوس کی ذات وصفات اور ملائکہ اور رسولوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا فرض ہے اسی طریقے سے قیامت کے دن پر اور عالم آخرت پر ایمان لانا بھی فرض ہے ان میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔

اب متقی کی پانچ صفات کو بیان کرنے کے بعد خداوند قدوس ان مقدس بندوں کے درجات ومراتب کا اس طرح ذکر فرماتا ہے کہ اُولٰئک علی ھدی مِنْ ربّھِمْ و اُولٰئک ھُم المُفلحُون۔ یعنی یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

سبحان اللہ! خداوند عالم نے ان مومنین کے لئے ہدایت وفلاح کی بشارت دے دی۔ اللہ اللہ! ہدایت وفلاح رب العالمین کی دی ہوئی دو بے مثال ولازوال دولتیں ہیں جو خدا کے محبوبوں کا خاص تحفہ ہیں۔ یہ بلند رتبہ یہ عظیم درجہ انہیں خوش نصیبوں کے لئے ہے جو رب العزت کی بے حساب عنایتوں اور نوازشوں سے دونوں جہان میں سرفراز ہیں۔

برادران ملت! قرآن کریم کی عظمت شان اور متقین کی پانچوں صفات کا بیان آپ سن چکے۔ اب خداوند قدوس سے دعا کیجئے کہ وہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کی تعلیم اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی علیہ خیر خلقہ محمد و الہ و صحبہ اجمعین۔

جو کرتا میری چھٹی کے دن میرے لئے بنا تھا اور جو جوتا پانچ برس کی عمر میں میرے لئے خرید اگیا تھا اگر میں اس کرتے اور جوتے کو آج یہ کہہ دوں کہ یہ کرتا اور جوتا میرا ہی ہے تو میرا یہ کہنا صحیح ہوگا یا غلط؟ مہاشے جی نے کہا بالکل صحیح ہے کہ وہ کرتا اور جوتا آپ ہی کا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اب اگر آپ مجھ سے یہ مطالبہ کریں کہ جب یہ کرتا اور جوتا آپ ہی کا ہے تو آپ چالیس سال کی عمر میں اس کو کیوں نہیں پہنتے؟ تو ظاہر ہے کہ آپ کا یہ مطالبہ کتنا غلط ہوگا؟ ارے بھائی! بیشک وہ کرتا اور جوتا میرا ہی ہے۔ مگر وہ میرے بدن پر اس وقت فٹ ہوتا تھا جب میں بچہ تھا اب جب کہ میں چالیس برس کا ہو چکا ہوں تو کس طرح میرے بچپن کا کرتا اور جوتا میرے بدن پر فٹ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب انسان کی انسانیت نے بہت کم ترقی کی تھی اور انسانیت گویا ایک بچے کے مثل تھی۔ اس وقت تورات وانجیل نازل ہوئی تھیں مگر اب جبکہ انسانیت ترقی کر کے اپنے کمال پر پہنچ چکی ہے تو تورات وانجیل کی تعلیمات انسانیت کے لئے ہرگز ہرگز کافی نہیں ہیں بلکہ اب اس کو تعلیمات قرآن کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ تورات وانجیل اسلام ہی کی تعلیمات ہیں، یہ بالکل صحیح ہے اور آپ کا یہ مطالبہ کہ آپ تورات وانجیل پر آج عمل کیوں نہیں کرتے؟ بالکل غلط ہے۔ بیشک تورات، انجیل اور قرآن سب اسلامی تعلیمات ہی کی کتابیں ہیں مگر تورات وانجیل کی تعلیمات انسانیت کے بچپن کے لئے تھیں اور تعلیمات قرآن انسانیت کے دور شباب کے لئے ہیں میرا یہ جواب سن کر مہاشے جی مبہوت ہو کر رہ گئے!

خیر آپ متقی کی چار صفات کا ذکر تو سن چکے اب پانچویں صفت یہ ہے کہ **وبالآخرۃ ھم یوقنون** یعنی وہ آخرت پر یقین بھی رکھیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَکْبَرِ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ. وَ شَفِیْعِ الْاُمَّۃِ فِی یَوْمِ الْمَحْشَرِ. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ السُّرُجِ الْغُرَرِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ. (التوبہ)

بزرگان محترم و برادران گرامی! اس وقت سورہ توبہ کی ایک آیت میں نے تلاوت کی ہے۔آج کے جلسے میں اسی مقدس آیت کا ترجمہ اور مختصر تفسیر عرض کروں گا۔

برادران ملت !آج مسلمان تو دنیامیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن اس آیت میں پروردگار عالم جل جلالہ ان مسلمانوں کاذکر فرماتاہے۔جو ایمان کی نو صفتوں کے ساتھ موصوف ہیں اور جن کی عظمت شان کا یہ نشان ہے کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں مگر عرش بریں سے ان کے نام رب العالمین کی بشارت اور خوشخبری کا پیام آتاہے۔دنیامیں جن کی ٹھوکروں سے کرامتوں کا ظہور اور آخرت میں جن کے قدموں پر جنتیں قربان ہیں۔وہ خوش نصیب مسلمان وہی ہیں جو اس میں بیان کی ہوئی نو صفات کے جامع ہیں۔اب آپ ایک مرتبہ اس پوری آیت ۔یہ کا ترجمہ سن لیجئے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْن توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، خدا کی تعریف کرنے

ساتواں وعظ

بشارۃ المؤمنین

نہیں کیا ہے؟" یہ تو بتا؟" کہ جس نے گناہ نہیں کیا وہ کس طرح زندہ رہا؟" اے خدا! اگر میں برا کام کروں اور تو بھی برے کام کا برا بدلہ دے تو پھر بتادے کہ میرے اور تیرے درمیان فرق ہی کیا رہے گا؟

برادران اسلام! یہ حسن طلب کی بہترین مثال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تیری کریمی اور شان ستاری و غفاری کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں اگرچہ برا کام کروں گا مگر تو مجھے اپنے کرم سے اچھا بدلہ عطا فرما۔ تیری یہ شان نہیں ہے کہ تو برا بدلہ عطا فرمائے۔

برادران ملت! مومن کی توبہ خداوند قدوس کو بے حد محبوب و پسند ہے۔ لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر برادران گرامی! صرف اتنا ہی نہیں کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی شان ستاری اور غفاری کا کیا پوچھتے ہو؟ وہ تو قرآن مجید میں یہ ارشاد فرماتا ہے کہ فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنت۔ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے تمام گناہوں کو نیکی سے بدل دیتا ہے۔ یعنی ایک ہزار گناہ کرکے کوئی گناہگار سچی توبہ کرلیتا ہے تو ارحم الراحمین فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اے فرشتو! تم میرے اس بندے کے ایک ہزار گناہوں کو ایک ہزار نیکی لکھ دو۔

ایک سو خون ناحق کرنے والا حضرات سچی توبہ کرنے والے رب کریم کی طرف سے کیسے کیسے الطاف کریمانہ سے نوازے جاتے ہیں۔ اس کے لئے بخاری شریف کی ایک حدیث سن لیجئے! اگلی امتوں میں ایک اتنا بڑا مجرم اور پاپی تھا کہ جس نے ننانوے خون ناحق کئے تھے۔ ہمارے ملک میں کوئی ایک خون ناحق

والے، اَلسَّائحُوْنَ الرَّاکِعُونَ السَّاجدُوْنَ روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے، اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔ اچھی باتوں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے وبشر المومنین اے محبوب! آپ ان مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

عزیزان محترم! آپ نے سن لیا کہ اس آیت میں جن نو ایمانی صفات کا تذکرہ ہے ان میں سے پہلی صفت ''التائبون'' ہے۔ یعنی مومن پر لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

حضرات! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ انسانوں میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مقدس گروہ تو معصوم ہے یعنی ان پاک جانوں سے گناہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس بات پر اجماع امت ہے انبیاء کرام قبل نبوت و بعد نبوت تمام گناہ صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہے۔ رہے اولیاء اللہ! تو یہ اگرچہ معصوم تو نہیں، مگر یہ بھی اکثر گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ باقی ان دو گروہوں کے سوا ہر شخص خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو وہ ضرور گناہگار ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کل بنی ادم خطائیوْن و خیرُ الخطائینَ التوّابون یعنی ہر آدمی گناہگار ہے اور بہترین گناہگار وہ ہیں جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس مضمون پر عمر خیام کی ایک رباعی یاد آگئی۔ وہ خداوند تعالیٰ کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں۔

ناکردہ گناہ، درجہاں کیست بگو   آں کس کہ گناہ نہ کرد چوں زیست بگو
من بدکنم و تو بد مکافات دہی   پس فرق میان من و تو چیست بگو

یعنی اے خدا! تو ہی بتا دے کہ اس دنیا میں کون ایسا ہے جس نے گناہ

آگے کو گرا تھا وہ آدھے راستے سے زیادہ تھا۔ اس لئے رحمت کے فرشتوں کے سپرد ہو گیا اور رحمت خداوندی نے اس کو اپنے عفو و غفران سے سرفراز فرمادیا اور اس گنہگار کی مغفرت ہو گئی۔ سچ ہے!

رحمت حق بہا نمی جوید رحمت حق بہانہ می جوید

پڑھیے درود شریف۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد وبارك وسلم

برادران ملت! سچی توبہ بڑی انمول دولت ہے۔ میاں! ایسے ایسے مجرم بھی ہوئے ہیں کہ برسوں گناہ کرتے رہے مگر توبہ کرتے ہی اللہ کے ولی اور صاحب کرامت بن گئے۔ مسلمانو! سنو!

شرابی صاحب کرامت بن گیا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک شرابی تھا جو شراب بھی پیتا تھا اور شراب کی سپلائی بھی کرتا تھا۔ ایک دن دوپہر میں جب دھوپ کی شدت سے تمام اہل شہر اپنے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔ یہ شرابی شراب کی بوتل بغل میں دبا کر اوپر سے جبہ پہن کر کمبل اوڑھے باہر نکلا۔ عجیب اتفاق کہ جونہی یہ شخص سڑک پر آیا، کیا دیکھتا ہے کہ سامنے امیر المومنین ہاتھ میں درہ لئے چلے آتے ہیں۔ اللہ اکبر! امیر المومنین کو دیکھتے ہی اس کی روح فنا ہونے لگی۔ میاں! امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درے کی ہیبت کوئی معمولی چیز نہیں تھی۔ مشہور ہے کہ جب نبوامیہ کے دور حکومت میں سپاہی ننگی تلواریں لے کر نکلتے تھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے "وَيحكُمْ لَدِرَّةُ

کر لیتا ہے تو عام لوگ مارے ڈر کے اس کو دادا کہتے ہیں۔ یہ نہ معلوم کتنے داداؤں کا پردادا تھا کہ جس نے ننانوے انسانوں کو بلا قصور قتل کر ڈالا تھا۔ ایک مرتبہ اس قاتل کے دل میں خوف الٰہی کی لہر اٹھی اور اس نے توبہ کا ارادہ کیا اور کسی مولوی کے پاس فتویٰ پوچھنے گیا کہ مجھ جیسے ننانوے خون ناحق کرنے والے کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اتفاق سے یہ مولوی صاحب نیم ملا، یعنی آدھے مولوی تھے اور مثل مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرہ جان و نیم ملا خطرہ ایمان یعنی آدھا حکیم جان کے لئے خطرہ اور آدھا مولوی ایمان کے لئے خطرہ ہوتا ہے۔

نیم حکیم خطرہ جان نیم حکیم کا قصہ تو آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ایک اونٹ ایک مرتبہ ایک بیل نگل گیا جو اس کی حلق میں پھنس گیا اور اس کا دانہ پانی بند ہو گیا۔ ایک حکیم حاذق بلائے گئے۔ انہوں نے ایک ہتھوڑا منگایا اور اونٹ کو لٹا کر حلق پر ایک ہتھوڑا جو مارا تو بیل ٹوٹ پھوٹ کر حلق سے اتر گیا اور اونٹ بھلا چنگا ہو کر کھانے پینے لگا۔ حکیم حاذق کے شاگرد نیم حکیم نے اپنے استاد کو اونٹ کا علاج کرتے ہوئے دیکھ لیا کہ یہ علاج بہت ہی کامیاب رہا۔ گھر گئے تو کیا دیکھا کہ ان کی بوڑھی ماں کے حلق میں بہت بڑا پھوڑا نکلا ہوا ہے اور سارا گلا سوجا ہوا ہے جس سے دانہ پانی بند ہے۔ نیم حکیم بولے گھبراؤ مت! لاؤ ہتھوڑا! گھر میں ہتھوڑا تو نہیں ملا۔ جلدی جلدی نیم حکیم صاحب ایک موسل لے کر آئے اور ماں کو لٹا کر حلق پر ایک موسل ایسا تان کر مارا کہ پھوڑا ٹوٹ گیا اور درد سے بلبلا کر ماں نے دم توڑ دیا۔ ایک منٹ میں ایسا علاج کر دیا کہ نہ مرض نہ مریض۔ اسی دن سے یہ کہاوت مشہور ہو گئی کہ نیم حکیم خطرہ جان۔ یعنی آدھا حکیم جان کے لئے خطرہ،

میرے بندے کو رسوا مت کرو اس کا پردہ چھپا لو اور اس کا راز فاش مت کرو!

نام دارم، اے عمر من ذوالمنن   از دعا کردم خمر شیریں لبن

اے عمر! میرے ناموں میں سے ایک نام "منان" بھی ہے کہ میں اپنے بندوں پر احسان کرتا ہوں۔ یہ خالص شراب کی بوتل تھی مگر میں نے اپنے بندے کی دعا سے اس کو شیریں دودھ بنا دیا۔

امیر المومنین نے شرابی کو بوتل دے دی اور خداوند قدوس کی ستاری و غفاری پر سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

برادران ملت! دیکھا آپ نے؟ اتنا بڑا عادی مجرم! مگر سچی توبہ کرتے ہی مقبول بارگاہ الٰہی اور صاحب کرامت بن گیا کہ اس کی دعا سے شراب کی بوتل دودھ کی بوتل بن گئی۔

بسطام کی ایک طوائف: اسی طرح شہر بسطام میں ایک طوائف آگئی۔ بڑی ہی حسین و خوبصورت تھی۔ شہر کے نوجوانوں کا حال مت پوچھئے۔ سارا شہر لٹو ہو گیا اور "تیری گلی کے سو سو پھیرے" "تیری گلی کے سو سو پھیرے" ہر نوجوان کا وظیفہ ہو گیا۔ شہر کے بڑے بوڑھے، حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! شہر کا حال بے حد ابتر ہے۔ خدا کے لئے ایسی توجہ فرمائیے کہ یہ بلا شہر سے دور ہو جائے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کو امت رسول کے نوجوانوں پر رحم آگیا۔ ایک دن ڈنڈا لے کر سر شام ہی اس طوائف کے دروازے پر آپ آکر بیٹھ گئے۔ اب جو نوجوان بھی طوائف کی گلی میں آیا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی بیٹھے ہوئے ہیں تو ادب سے سلام کر

عُمَرَ اَهْیَبُ مِنْ سُیُوفِکُمْ" تمہارا ناس ہو، تم ننگی تلواریں دکھاتے ہو؟ ارے عمر کے درے میں جو ہیبت تھی وہ تمہاری تلواروں میں کہاں؟ شرابی امیر المومنین کو دیکھتے ہی لرزہ بر اندام ہو گیا اور ایک دم سہم کر کھڑا ہو گیا اور دل ہی دل میں گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگا کہ "اے ارحم الراحمین" میری آج سے سچی توبہ ہے، اے مولی تو امیر المومنین کے درے سے بچالے" صدق دل سے توبہ کی تھی۔ رحمت خداوندی نے توبہ قبول کر لی۔ ادھر امیر المومنین شرابی کی گھبراہٹ سے تاڑ گئے کہ ضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے۔ فرمان کمبل اتارا! جبہ نکال۔ شرابی نے کمل اتارا، جبہ نکالا فرمایا بغل میں کیا ہے؟ کہا، حضور ابوتل ہے۔ فرمایا دکھا، کیا ہے اس میں؟ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بوتل نکالی اور بولا کہ حضور اس میں دودھ ہے۔ امیر المومنین نے پر جلال آواز سے فرمایا کہ اگر یہ دودھ ہے تو اس کو اس قدر چھپا کر لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ امیر المومنین بوتل کی ڈاٹ کھول کر ہتھیلی پر گرا کر دیکھا تو وہ واقعی خالص دودھ تھا۔ امیر المومنین کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ دودھ کو اس قدر چھپا کے لے جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے حیران ہو کر مراقبہ فرمایا اور خدا کی طرف توجہ کی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کی امت میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور میری امت میں حضرت عمر بھی ان ہی لوگوں میں ہیں جو صاحب الہام ہیں۔ چنانچہ مراقبہ کرتے ہیں الہام ربانی ہوا۔ جس کو حضرت مولانا رومی علیہ الرحمہ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے ۔

بندۂ مارا مکن رسوا عمر — پردہ اش بردار و رازش رامدر

خداوند تعالیٰ کی آواز حضرت عمر کے قلب میں آئی کہ اے عمر! تم

رہی۔ اب صبح ہوتے ہی حضرت خواجہ تو اپنے گھر چلے گئے۔ مگر طوائف کی دنیا بدل چکی تھی۔ جو نوجوان گاہک بن کر آیا۔ طوائف نے کہہ دیا کہ بس اب تو میں بایزید بسطامی کے ہاتھ پر بک چکی۔ اب مجھے کوئی نہیں خرید سکتا۔ سچی توبہ کرتے ہی کل کی طوائف آج کی رابعہ بصریہ بن چکی تھی۔ ساری عمر عبادت میں گزار دی اور صاحب کرامت ہوئی۔

برادران اسلام! یہ ہے سچی توبہ کا ثمرہ۔ یہی وہ توبہ ہے جس کے لئے قرآن مجید نے فرمایا یاایُّھاالّذِینَ امَنُوا تُوبُوْا الی اللّٰہ توبَۃَ نَصُوحا۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص سچی توبہ کرو۔

پڑھیے درود شریف اللھم صل علی سید نا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارك وسلم.

بہر کیف اس آیت میں ذکر کی ہوئی نو صفتوں میں سے پہلی صفت تو یہ ہے کہ جس کو آپ سن چکے۔ اب دوسری صفت ''العابدون'' یعنی خدا کی عبادت کرنے والے۔ سبحان اللہ! برادران ملت! خدا کی عبادت کا کیا کہنا! خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا کہ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ یعنی کائنات زمین کی ہر چیز خداوند عالم نے انسانوں کے لئے بنائی ہے اور انسانوں اور جنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن یعنی جن انسان اس لئے پیدا کئے گئے ہیں تاکہ وہ خدا کی عبادت کریں۔ سبحان اللہ! ساری خدائی انسانوں اور جنوں کے لئے ہے اور انسان و جن صرف خدا کی عبادت کے لئے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا۔

کے اس طرح چلا گیا جیسے جامع مسجد ہی کو جا رہا ہے۔ جب رات ہو گئی تو حضرت نے طوائف سے فرمایا کہ مائی! جتنی تیری فیس ہو مجھ سے لے لے اور آج میں تیرا گاہک بنتا ہوں۔ ساری فیس آپ نے ادا فرمادی اور فرمایا اب جو میں تجھ کو حکم دوں، وہ کرے گی؟ طوائف بولی ضرور۔ اب تو رات بھر کے لئے میں آپ کے ہاتھ پر بک چکی ہوں۔ فرمایا اچھا! وضو کر لے اور مصلی پر نماز کے لئے کھڑی ہو جا۔ طوائف وضو کر کے مصلے پر نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئی اور اس کے پیچھے ایک مصلے پر حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ بھی سجدے میں سر رکھ کر خدا سے یوں دعا مانگنے لگے جیسا کہ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎

آنچہ کار م بود آخر کردمش   کز زنا سوئے نماز آوردمش

یا اللہ! میرا جو کام تھا۔ میں نے کر دیا کہ اس تیری بندی کو زنا کی لعنت سے نکال کر نماز میں لگا دیا۔

بر درت آوردہ ام اورا خدا   قَلْبُهَا قَلِبْ طُفَيْل مُصْطفٰى

اے خدا! تیرے در پر لا کر میں نے اس کو کھڑا کر دیا ہے۔ اب تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس کے قلب کو بدل دے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے گڑگڑا کر دعا مانگی۔ کہ الٰہی! اگر صبح تک یہ زنا سے تائب نہ ہوئی تو تیرے بندے مجھ کو طعنہ دیں گے۔ الٰہی! تو میری لاج رکھ لے۔ اللہ اکبر! حضرت بایزید بسطامی کی دعا زبان سے نکلی اور عرش الٰہی تک پہنچی۔ طوائف نے دو رکعت نماز پوری کی اور ایک دم دفعتہ اس کے قلب میں ایسا انقلاب عظیم پیدا ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مرید ہو گئی۔ اور نماز میں اس کو ایسی لذت حاصل ہوئی کہ ساری رات نماز پڑھتی

ہے کہ اے محبوب! پوری پوری رات آپ نہ جاگئے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کو اس قدر عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کی تو خداوند عالم مغفرت فرماچکا ہے تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افلا اکون عَبْدًا اشکُوْرًا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

بی بی فاطمہ کی عبادت: عزیزاں ملت! رحمت عالم کی لاڈلی بیٹی، خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عبادت کو یاد کرو۔ دن بھر شہزادی اسلام، شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی تھیں۔ پانی بھرنا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا، یہ سب کام رسول خدا کی بیٹی خود انجام دیتی تھی۔ گھر میں لونڈی یا غلام نہیں تھا۔ دن بھر تھکی ہوئی رہتی تھیں۔ مگر جب رات آتی تھی اور ساری دنیا اپنے گرم گرم لحافوں پر نرم نرم گدوں پر سکھ اور چین کی نیند سوتی تھی تو خاتون جنت اپنا چٹائی کا مصلیٰ بچھا کر نماز کی نیت باندھتی تھیں اور ایسے ذوق و شوق کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں کہ کبھی کبھی ایک ہی سجدے میں صبح ہو جاتی تھی۔

حضرات! یہ نفل نماز کا حال تھا۔ آج ہم بد نصیب مسلمان ہیں کہ نفلوں کا تو کہاں ٹھکانا، فرض نمازوں کو بھی بے دریغ قضا کر دیتے ہیں اور پھر بھی اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو حقیقت میں بالکل غلط ہے۔ سچ کہا ہے کسی حق گو شاعر نے ؎

تُعْصِی الْاِلٰہَ وَ اَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّہٗ هٰذَا مُحَالٌ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْکَانَ حُبُّكَ صَادِقاً لَا طَعْتَہٗ اَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

یعنی تم خدا کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور پھر اس کی محبت کا دعویٰ بھی

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار ند   تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرماں بردار   شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

یعنی بدلی، ہوا، چاند، سورج اور آسمان سب اس لئے کام میں لگے ہوئے ہیں کہ اے انسان! تو ایک روٹی حاصل کرے اور غفلت کے ساتھ نہ کھائے۔ اے انسان! دیکھ یہ ساری کائنات عالم تیرے لئے پریشان اور فرمانبردار ہے۔ اب اگر تو خدا کا فرمانبردار بندہ نہ بنا۔ تو یہ بہت بڑی بے انصافی کی بات ہو گی۔

سرکار کونین کی عبادت : بزرگو اور بھائیو! حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت پر نظر ڈالو۔ دن تو دن۔ راتوں کو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کثیر اور طویل نماز پڑھتے تھے کہ حدیث شریف میں ایک جگہ یہ ذکر ہے کہ حتی تورمت قد ماہ یہاں تک کہ پائے مبارک پر ورم آگیا بلکہ ایک روایت میں تو "حتی تشققت قد ماہ" بھی آیا ہے۔ یعنی اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ پائے مبارک شق ہو گئے تھے۔ اللہ اکبر! اس قدر راتوں کو جاگ کر عبادت کی اور اپنی امت کی مغفرت کے لئے روتے رہے کہ خدا کی خدائی کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصطفائی پر پیار آگیا اور سورہ طٰہٰ اور سورہ مزمل نازل ہو گئیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ طه ما انزلنا علیك القرآن لتشقی اے محبوب! ہم نے قرآن اس لئے نہیں نازل فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں! کبھی یوں فرمایا کہ یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا اوزدعلیه و رتل القرآن ترتیلا۔ یعنی اے کملی اوڑھنے والے! آپ راتوں کو قیام کیجئے۔ مگر تھوڑی دیر تک۔ آدھی رات تک، یا کچھ کم یا کچھ زیادہ تک اور خوب تجوید کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔ مطلب یہ

کسی گاؤں میں کوئی مولوی صاحب وعظ کے لئے بلائے گئے۔ انہوں نے بے نمازیوں کے عذاب کا بیان شروع کر دیا۔ بہت سی حدیثیں پڑھ گئے۔ وعظ سن کر سارے بے نمازی بگڑ گئے۔ کہ یار! یہ عجیب مولوی ہے کہ ہمیں لوگوں نے جلسہ کیا۔ اس کو بلایا، کھلایا، پلایا، نذرانہ دیا، مگر یہ ہمیں لوگوں کی برائی بیان کرتا ہے۔ سب بے نمازی لاٹھیاں لے کر مولوی پر دوڑ پڑے۔ غریب مولوی نے دیکھا اب تو خیریت نہیں ہے تو انہوں نے فوراً بے نمازیوں سے پوچھا کہ ارے بھائیو! یہ تو بتاؤ کہ تم لوگ عید، بقر عید کی نماز پڑھتے ہو یا نہیں؟ تو سب بولے کہ کیوں نہیں صاحب! ہم لوگ تو عید کی نماز کے اتنے مشتاق رہتے ہیں کہ بعض مرتبہ تو ہم لوگ مارے شوق کے انتیس رمضان ہی کو اگر چاند نظر نہیں آتا تو چاند بنا لیتے ہیں اور اس قدر ہڑبونگ مچاتے ہیں کہ لوگ عید کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ہم لوگ عید گاہ میں جاکر اگلی صف میں کھڑے ہو کر نماز عید پڑھتے ہیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ماشاء اللہ! مرحبا! مرحبا! ارے بھائیو! جب تم لوگ عید، بقر عید کی نماز پڑھتے ہو، جب تو تم لوگ نمازی ہو۔ میں نے تو بے نمازیوں کو برا بھلا کہا ہے تم لوگ خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔

اتنے میں بے نمازیوں کا چودھری بھی آگیا۔ اس نے کہا کہ اے نادانو! تم لوگ بالکل اجڈ ہو تم لوگوں نے مولوی صاحب کا وعظ نہیں سمجھا۔ مولوی صاحب نے تو ان لوگوں کو برا بھلا کہا ہے جن کی نمازیں قضا ہوتی ہیں۔ ہم لوگ تو اپنے مرشد کے قربان! کہ ہم کبھی نماز پڑھتے ہی نہیں۔ اس لئے ہماری نماز قضا ہوتی ہی نہیں۔ نماز تو قضا ان لوگوں کی ہوتی ہے جو لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ چودھری کی بات سن کر بے نمازیوں کا ہجوم ذرا ٹھنڈا ہوا اور غریب مولوی کو مت

کرتے ہو؟ یہ محال بات ہے اور بالکل ہی نرالا دھندا ہے۔ اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم ضرور اس کے فرمانبردار ہوتے کیوں کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ضرور اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

حضرات! خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی آپ سن چکے کہ گھر میں کوئی لونڈی غلام نہ تھا اور شاہ زادی اسلام خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں۔ خود چکی بھی پیستی تھیں۔ خود ہی مکان میں جھاڑو بھی دیتی تھیں اور پھر اس قدر عبادت بھی کرتی تھیں۔

حضرات! میرا ایمان ہے کہ اگر شاہزادی اسلام اشارہ کر دیتیں تو جنت سے حوریں آکر آپ کی چکی پیس دیتیں، پانی بھر دیتیں۔ مگر اس کے باوجود آپ خود ہی مشقت اٹھا کر تمام گھریلو کام خود انجام دیتی تھیں۔ یہ در حقیقت امت رسول کی عورتوں کو تعلیم دینا تھا کہ اے امت رسول کی عورتو! دیکھو میں شاہزادی اسلام ہوں اور میری شان یہ ہے کہ ؎

گھر میں چکی کی صدائیں، آستاں پر جبرئیل
تو نے شان خاندان فاطمی دیکھی نہیں

مگر اس کے باوجود میں اپنے شوہر کے گھر کی ساری خدمات خود انجام دیتی ہوں۔ کیونکہ ایک نیک بی بی کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت کرے اور پھر شوہر اور بچوں کی خدمت سے فارغ ہو کر اپنے مالک و مولا کی بندگی بھی کرے۔

لطیفہ مگر آج کل تو میاں! مسلمانوں کی عبادت کا عجیب حال ہے۔ سنا ہے کہ

رہے اور اس کا شکر ادا کرتا رہے۔ مگر افسوس! کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو ہم غرور سے اکڑتے پھرتے ہیں اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو خدا کی شکایت اور ناشکر گزاری کرنے لگتے ہیں بعض تو یہاں تک بکنے لگتے ہیں کہ یا اللہ! ہم سے کون سا قصور ہو گیا؟ جو تو نے یہ مصیبت بھیج دی! توبہ! توبہ! نعوذ باللہ! ہم گناہوں کے پتلے۔ خدا سے یہ پوچھنے کی جرات کرتے ہیں کہ ہم سے کون سا گناہ ہوا؟

عزیزان ملت! یاد رکھئے۔ اس دنیا میں نعمت اور مصیبت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر انسان کے لئے زندگی میں نعمت اور مصیبت دونوں سے ملاقات ضروری ہے ایسا کوئی انسان نہیں مل سکتا جس کو زندگی بھر نعمت ہی نعمت ملی ہو اور اس پر کوئی مصیبت نہ آئی ہو اسی طرح کوئی ایسا انسان بھی نہیں ملے گا جس پر ہمیشہ مصیبت ہی مصیبت پڑی ہو اور اس کو کوئی نعمت نہ ملی ہو۔ اس دنیا میں ہر انسان کے لئے نعمت بھی ہے اور مصیبت بھی۔ اب اللہ و رسول کا حکم یہ ہے کہ ہر نعمت پر شکر بجا لانا اور ہر مصیبت پر صبر کرنا ایک صاحب ایمان مسلمان کا ایمانی فریضہ ہے اور نعمت و مصیبت دونوں حالتوں میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا، یہ ایک مومن کی قابل تعریف ایمانی صفت ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہوا کہ "مَنْ لَمْ یَصْبِر عَلٰی بَلَائِی وَلَمْ یَشْکُرْ نُعْمَائِی فَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِی وَ لْیَطْلُبْ رَبًا سِوَائِی. یعنی خداوند کریم فرماتا ہے کہ جو بندہ میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کرتا اور میری بخشی ہوئی نعمت پر شکر نہیں بجا لاتا اس سے کہہ دو کہ وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے اور میرے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنا لے! مطلب یہ ہے کہ جب بندے نے رب العالمین کو اپنا

پوچھو جان بچی سو لاکھوں پائے، خیر سے بدھو گھر کو آئے۔

مسجد میں بیل : اسی طرح کسی گاؤں کی مسجد میں ایک مولانا لٹھ رہا کرتے تھے۔ ان کی مسجد میں ایک بیل آ گیا۔ مولانا اپنا لٹھ لے کر دوڑے اور مار مار کر بیل کا بھس نکال دیا۔ بیل کا مالک دوڑا ہوا مسجد میں گیا اور گرم ہو کر بولا کہ اجی، ملا جی! تم نے میرے بیل کو کیوں مارا؟ مولانا لٹھ بھی تڑپ کر بولے کہ ابے جاہل! تیرا بیل مسجد میں آ گیا تھا۔ پیشاب کر دیتا تو کیا ہوتا؟ میں اس کو مارتا نہیں تو کیا پیار کرتا؟ بیل والا قائل ہو گیا تو کہنے لگا کہ اجی، ملا جی! آپ نے اتنا تو خیال کیا ہوتا کہ آخر جانور ہی تو تھا۔ بے عقل بیل ہی تو تھا جو مسجد میں چلا آیا۔ ملا جی! آپ ایمان سے بتا دیجئے کہ آپ نے کبھی بھی مجھ کو یا میرے باپ دادا کو مسجد میں آتے دیکھا؟

مسلمانو، تم نے غور کیا؟ بیل تھا اس لئے مسجد میں چلا گیا۔ آج کل بھائیو! یہی حال ہے کہ مسجد میں جانے والوں کو لوگ بے وقوف اور بے عقل سمجھتے ہیں اور لیڈروں اور نیتاؤں کو جو مسجد کے بجائے اسمبلی کا چکر لگاتے پھرتے ہیں لوگ ان کو عقل مجسم سمجھتے ہیں اکبر مرحوم نے اسی ذہنیت پر کیا خوب طنز کیا ہے۔

اسلام کی رونق کا کیا حال کہوں تم سے
کونسل میں بہت سید، مسجد میں فقط جمن

خیر تو میں اس آیت میں ذکر کی ہوئی نو صفتوں میں سے دوسری صفت "العابدون" کا بیان کر رہا تھا۔ اب تیسری صفت "الحامدون" کے بارے میں بھی کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔ حمد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ مومن راحت میں ہو، یا مصیبت میں نعمت ملے یا آفت آئے۔ ہر حال میں اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے

چار کون کون ہیں ؟ارشاد فرمایا کہ تَالِی الْقُرآن، وَ حَافِظ" لِلسان، ومُطعِمُ الجیْعان، والصَّائِمُ فِی شَھْرِ رَمضَانَ، (درۃ الناصحین) اول قرآن کی تلات کرنے والا۔ دوسرا زبان کی لغو اور بیہودہ باتوں سے حفاظت کرنے والا، تیسرا بھوکوں کو کھانا کھلانے والا۔ چوتھا ماہ رمضان کے روزے رکھنے والا۔

مگر بھائیو! کیا کہوں ؟ اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہیں، افسوس! اللہ پاک نے ہم لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا تھا مگر ہم لوگ روزہ رکھنے کے بجائے روزہ کھا جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو ایسے کھانے والے ہیں کہ سحری وافطاری بھی کھاتے ہیں اور روزہ بھی کھا جاتے ہیں۔

روزہ خور نواب سنا ہے کہ ایک نواب صاحب تھے، جو آدھی رات ہی سے شور مچایا کرتے تھے کہ پکاؤ سحری، کھاؤ سحری اور عصر ہی کے وقت سے پکاؤ افطاری، کھاؤ افطاری کا ڈنکا بجایا کرتے تھے اور خوب ناک تک سحری اور افطاری کھاتے تھے۔ مگر دوپہر کو کواڑ بند کر کے روزہ بھی کھایا کرتے تھے، محلے کے لڑکوں کو پتہ چلا تو انہوں نے پوچھا کہ نواب صاحب! آپ روزہ تو رکھتے نہیں۔ پھر اتنے اہتمام کے ساتھ سحری اور افطاری کیوں کھاتے ہیں ؟ نواب صاحب مارے غصے کے سرخ ہو گئے اور گرج کر بولے کہ چپ رہو اے! نادان لونڈو! کیا سحری و افطاری بھی نہ کھاؤں ؟ کیا پکا کافر ہی ہو جاؤں ؟ روزہ نہیں رکھتا تو کیا ہوا؟ سحری اور افطاری تو کھالیتا ہوں۔ اسلام کا اتنا جذبہ کیا کم ہے ؟

برادران اسلام! خیر، بہر کیف آپ نے چوتھی ایمانی صفت "السائحون" کا مطلب سمجھ لیا۔ اب پانچویں اور چھٹی صفت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ

رب مان لیا ہے تو بندے کا فرض ہے کہ اپنے رب کی بھیجی ہوئی ہر مصیبت پر صبر کرے اور ہر نعمت پر شکر ادا کرتا رہے اور اگر کوئی بندہ ایسا نہیں کرتا تو اس کو رب العالمین کے آسمان کے نیچے رہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اس کو رب العالمین کو اپنا رب کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے خبردار! خبردار! مسلمان بھائیو! یاد رکھو! نعمت ملے یا مصیبت آئے۔ ہر حال میں خداوند قدوس کی حمد و ثنا کرتے رہو اور کبھی بھی خدا کے دربار میں حرف شکایت زبان پر مت لاؤ! ورنہ ایمان کی دولت برباد ہو جانے کا خطرہ ہے!

اچھا! اب آیئے چوتھی صفت "السائحون" کا بھی مختصر بیان سن لیجئے "السائحون" یعنی روزہ رکھنے والے، روزہ رمضان اسلام کا ایک رکن ہے اور دین کا ایک اہم فرض ہے۔ اس کا انکار کرنے والا اسلام سے خارج اور بلا عذر چھوڑنے والا۔ قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار اور عذاب نار کا سزاوار ہے۔ قرآن مجید میں فرمان خدا ہے کہ۔ یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون.

یعنی اے ایمان والو! جس طرح اگلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا، اسی طرح تم لوگوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے کی فضیلت : برادران ملت! روزے کی فضیلت میں ایک حدیث بھی سن لیجئے۔ سرکار دو جہاں خاتم پیغمبراں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ الجنۃ مشتاقۃ الی اربعۃ نفر یعنی سب لوگ تو جنت کے مشتاق ہیں۔ مگر چار شخص اتنے خوش نصیب ہیں کہ جنت ان کی مشتاق ہے۔ وہ

اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے کبھی ایسے بھی مسلمان تھے کہ ۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قابہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صفت میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

اس کے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

مسلمان بھائیو! تم مانو یا نہ مانو، مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آفتاب نصف النہار کی طرح عالم آشکار ہے کہ ہم مسلمانوں کی ذلت و نکبت اور بربادی و ہلاکت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے خدا کی بارگاہ میں سر جھکانا چھوڑ دیا۔ جس کا یہ وبال ہے کہ آج ہم ایسے ایسے ذلیل و خوار انسانوں کے سامنے اپنا سر خم کرتے پھرتے ہیں جو کبھی ہماری جوتیوں کی ٹھوکروں کا فٹ بال بنے ہوئے تھے مگر پھر بھی ہمیں کہیں پناہ نہیں مل رہی ہے۔ اگر ہم اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کرتے تو خدا کی قسم وہ غیرت والا رب کریم کبھی بھی ہرگز ہرگز ہمارے سروں کو کسی دوسرے کے سامنے نہ جھکنے دیتا۔ بلکہ وہ ہم کو اتنا سربلند فرما دیتا کہ آسمان کی بلندی جھک جھک کر ہمارے سروں کی سربلندی کو سلام نیاز کا نذرانہ پیش کرتی۔

ڈاکٹر اقبال نے اس مضمون کو کتنے نفیس انداز میں بیان کیا ہے ۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

برادران محترم! چھ صفات کا بیان تو میں عرض کر چکا۔ اب ساتویں اور آٹھویں صفات کو بھی سن لیجئے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ. یعنی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری

اَلرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ یعنی رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ اس سے مراد نمازی لوگ ہیں، نماز! سبحان اللہ! نماز کا کیا کہنا؟ نماز تمام ارکان اسلام میں سب سے زیادہ بڑا اور اہم رکن ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو برباد کیا اس نے دین کو ڈھادیا۔

قرآن و حدیث میں نماز ترک کرنے والوں کے بارے میں بڑی بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں جن کو سن کر مومن کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے ان میں سے صرف ایک آیت اس وقت پیش کرتا ہوں۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ یعنی نیک بندوں کے پیچھے کچھ ایسی نالائق اولاد آئی، جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی۔ یہ لوگ عنقریب جہنم کی اس وادی میں داخل ہو جائیں گے جس کا نام غی ہے۔ حضرات! وادی غی کیا چیز ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "وادی غی" جہنم کی ایک ایسی وادی ہے کہ خود جہنم اس سے روزانہ ایک ہزار مرتبہ پناہ مانگتا ہے یہ عذاب کی وادی ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو نماز باجماعت کے چھوڑنے والے ہیں۔

اللہ اکبر! الامان، الامان! برادران ملت! سوچو تو سہی! ہم میں سے کون ہے جو "وادی غی" کے عذاب کی طاقت رکھتا ہے؟ للہ اخدا کے لئے اے بزرگو اور بھائیو! نماز باجماعت کی پابندی کرو۔ ہائے افسوس! آج ہم امن و چین میں رہتے ہوئے بھی نماز باجماعت سے اس قدر سستی و لاپروائی برت رہے ہیں۔ مسلمانو!

منزل میں سوار ہیں اور کچھ لوگ اوپر کی منزل پر ہیں۔ نیچے کی منزل والے پانی کے لئے جہاز میں سوراخ کرنے لگے تو اب اگر اوپر کی منزل والے ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر سوراخ کرنے سے روک دیں گے جب تو اوپر اور نیچے کی منزل والے سب کے سب غرق ہونے سے محفوظ رہیں گے اور اگر یہ لوگ جہاز کے پیندے میں سوراخ کرتے رہے اور اوپر کی منزل والوں نے ان لوگوں کا ہاتھ نہیں پکڑا بلکہ دور کھڑے یہ کہتے رہے کہ اجی! ہم سے کیا مطلب؟ جو کرے گا وہ بھرے گا۔ یا خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہے تو یقین رکھو کہ جہاز میں سوراخ ہو جانے کے بعد جب جہاز غرق ہوگا تو نیچے اور اوپر کی منزل والے دونوں غرق ہو جائیں گے اور کوئی بھی ڈوبنے سے نہیں بچ سکتا۔ یہی مثال ہے کہ اگر ایک شخص بداعمالی کر رہا ہے تو سب پر لازم ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اس عمل بد سے روک دیں۔ ورنہ جب اس شخص کی بداعمالی کی وجہ سے عذاب الٰہی آئے گا تو پھر تنہا وہی بداعمالی کرنے والا ہی ہلاک نہیں ہوگا بلکہ سبھی لوگ اس عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بداعمال انسان کی بداعمالی سے ایسا قہر الٰہی پڑتا ہے کہ بارش رک جاتی ہے اور بے چاری چڑیا گھونسلے میں پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! آج ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں انتہائی سستی برتتے ہیں۔ ہم برملا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے شریعت مطہرہ کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ بدعقیدگی اور بدعملی کا ایک سیلاب ہے جو ہر طرف سے ملت اسلامیہ کو غارت کر رہا ہے مگر ہم بالکل تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ نہ ہاتھ اٹھاتے ہیں، نہ زبان سے منع کرتے ہیں۔ نہ دل ہی میں اس کو برا سمجھ کر اس سے

باتوں سے منع کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" سچ پوچھو۔ تو یہ "جہاد فی سبیل اللہ" کا درجہ رکھتا ہے۔ دیکھئے! قرآن مجید میں جہاں رب العزت نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو "خیر الامم" یعنی بہترین امت کے خطاب سے نوازا وہیں اس امت کا یہ فرض منصبی بھی فرمادیا کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی اے میرے حبیب کی امت! تم تمام امتوں میں سب سے بہترین ہو اور تمہارا یہ منصب ہے کہ تم اچھی باتوں کا حکم دو گے اور بری باتوں سے منع کرو گے۔

عزیزان گرامی! حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے کہ مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ یعنی تم میں سے جو شخص بھی خلاف شریعت بات کو دیکھ لے تو اس پر لازم ہے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے روکے فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ اور اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو اپنے دل میں اس کام کو برا سمجھے وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ اور یہ ایمان کا نہایت ہی کمزور درجہ ہے وَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ یعنی اگر خلاف شریعت کام کو اپنے دل میں بھی برا نہ سمجھے تو پس پھر سمجھ لو کہ ایسے شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

حضرات! اچھی بات کا حکم دینے اور بری بات سے منع کرنے کی ایک عبرت خیز اور بہترین مثال بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو منزل کا ایک جہاز ہے کچھ لوگ نیچے کی

علمائے حق امت مسلمہ کو بد مذہبی اور بد اعمالی سے منع کریں تو فرقہ پرست اور تنگ نظر کہلائیں اور سیاسی مولوی اور لیڈران اسمبلی و پارلیمنٹ کی کرسی کے لئے قرآن کی آیۃ الکرسی بیچ ڈالیں اور اپنی کرسیوں کے لئے ایک دوسرے پر کرسی چلائیں تو یہ اعلیٰ درجے کے وسیع النظر اور قومی اتحاد کے ٹھیکیدار کہلائیں۔ سبحان اللہ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مگر مسلمانو! ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ علمائے حق ان شاء اللہ تعالیٰ آخری دم تک یہ فرض انجام دیتے رہیں گے اور بد مذہب کو بد مذہب، بے ایمان کو بے ایمان۔ بد عمل کو بد عمل کہتے ہی رہیں گے اور طعن و تشنیع کیا چیز ہے؟ علمائے حق کی تو یہی شان ہے کہ پھولوں کے ہار کے نیچے ہوں یا تلوار کی دھار کے نیچے، مگر وہ حق و استقامت کا پہاڑ بن کر اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہی رہیں گے۔ تاریخ پڑھ لو اور حقانی علماء کا ماضی دیکھ لو! امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارے گئے۔ امام ابو حنیفہ کی پشت مبارک پر درے لگائے گئے۔ جیل کی کوٹھری میں بند کیا گیا۔ علامہ ابن السکیت کی زبان کھینچ لی گئی۔ مگر ظالم بادشاہوں کا ظلم ان اہل حق کی زبانوں کو حق گوئی سے نہ روک سکا۔ ظالموں نے علماء حق کی انگلیوں کو کاٹ ڈالا! مگر ان انگلیوں سے حق کے خلاف ایک حرف بھی نہ لکھوا سکے۔ گردنوں کو توڑ ڈالا! مگر ان حق پرست گردنوں کو باطل کے سامنے نہ جھکا سکے۔ آج بھی بحمدہ تعالیٰ اگرچہ بہت کم ہیں مگر پھر بھی ایسے حقانی علماء موجود ہیں جو حق کے لئے جیتے ہیں اور حق پر مر مٹنے کے لئے تیار ہیں اور آج اس حق و باطل کی جنگ میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ سیاسی مولویوں اور لیڈروں کے چکر میں نہ پڑیں بلکہ

نفرت کرتے ہیں! دیکھ لو آج سینکڑوں بد مذہیب وہابی، دیوبندی، قادیانی گلی گلی اپنی بد مذہبیت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ ہزاروں نوجوان کمیونسٹ ہو گئے اور کھلم کھلا خدا اور مذہب سے بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں۔ سینکڑوں مسلمان کفار اور مشرکین کی سمادھیوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور طرح طرح کے مشرکانہ رسوم کے پابند ہو چکے ہیں۔ جوا، سٹہ، سینما، شراب خوری کی لعنتیں مسلمانوں کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہیں، الحاد و بے دینی کا یہ عالم ہے کہ اب غیر مسلموں سے شادی بیاہ تک ہونے لگا ہے۔ مگر ہم میں کتنے ہیں؟ جنہوں نے ان ملحدوں اور بداعمالوں سے ترک موالات و برات کا اعلان کر دیا اور ان دشمنان خداوند و رسول سے بیزاری او ربائیکاٹ کیا۔ آج غیر اسلامی تہذیب اور کافرانہ تمدن کا عام چرچا ہے۔ مگر کوئی بھی اس سے ٹکر لینے والا نظر نہیں آتا۔ آج امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ہم سب چھوڑ کر در حقیقت قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار اور عذاب الٰہی کے حق دار بن چکے ہیں۔ بے چارے چند سنی علماء اگر ان گمراہیوں پر کچھ روک ٹوک کرتے ہیں تو سیاسی مولوی اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے لیڈران، ان علمائے حق کو تنگ نظر، فرقہ پرست کہہ کر طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔

اور یہ کہہ کر بدنام کرتے ہیں کہ یہ سنی عالم قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں مگر یہی سیاسی مولوی اور لیڈران اپنے سیاسی نظریات کی بنا پر ایک دوسرے سے دست و گریبان تو کیا ایک دوسرے پر غراتے اور کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں۔ لاٹھیاں چلواتے ہیں اور سر پھول تک کرتے کراتے ہیں۔ مگر پھر بھی قومی اتحاد کے علم بردار بنے ہوئے ہیں۔

اور عرب کے لوگوں میں فتنہ ارتداد شروع ہوا ایک طرف تو مسیلمۃ الکذاب وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے امت مسلمہ کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اس وقت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمۃ الکذاب سے جہاد شروع فرمایا اور زکوۃ کے انکار کرنے والوں سے بھی جہاد کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت ابوبکر کا ایک دن اور ایک رات : روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ آگیا، تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ کاش میری زندگی بھر کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکر کے ایک دن اور ایک رات کی نیکی کے برابر ہو جاتیں۔ حضرت ابوبکر کی وہ ایک رات ہجرت والی رات ہے کہ میری تمام نیکیوں والی راتیں حضرت ابوبکر کی اس ایک رات پر قربان ہیں اور حضرت ابوبکر کا وہ ایک دن وہ دن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہم زکوۃ نہیں دیں گے اس وقت حدود اللہ کی حفاظت کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے زکوۃ کی ایک رسی بھی روک لی تو میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے عرض کیا کہ اے جانشین پیغمبر! آپ ان لوگوں پر تلوار نہ اٹھایئے بلکہ ان لوگوں سے الفت و نرمی کا برتاؤ فرمایئے۔ تو اس وقت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

علماء حق کی نصرت و حمایت کریں اور تمام بد مذہبوں اور بد اعمالوں کی کھل کر مذمت کریں۔ اور ان سے قطع تعلق کر لیں ڈاکٹر اقبال نے مصلحت وقت کی دھن پر رقص کرنے والے سیاسی مولویوں کو خوب پہچانا ہے اور ایک جگہ ان کو لتاڑتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے۔

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار　　کون ہے تارک آئین رسول مختار
ہو گئی کس کی نظر طرز سلف سے بیزار　　کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں　　کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

بہر حال ساتویں اور آٹھویں صفتوں کا بیان آپ سماعت فرما چکے۔ اب نویں صفت کے بارے میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ والحفظون لحدود اللہ یعنی اللہ کے احکام کی حفاظت کرنے والے۔

برادران اسلام! یہ نویں صفت، تمام صفات کی جامع بلکہ در حقیقت یہ تمام احکام شرع کو شامل ہے اور حدود اللہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ شریعت پر پورا پورا عمل کرنا اور کسی حال میں بھی شریعت کے کسی ایک مسئلے کی بھی مخالفت برداشت نہ کرنا۔

اللہ اکبر! حدود اللہ کی حفاظت ہی تو ایمان کا عملی نشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انوار نبوت سے براہ راست روشنی حاصل کرنے والے مسلمان، یعنی صحابہ کرام، احکام اسلام کی سربلندی، اور حدود اللہ کی حفاظت میں اس قدر سرگرم رہے کہ ایک ایک مسئلے کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو خطرات میں ڈال دیا۔ دیکھئے کہ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ مسند خلافت پر سرفراز ہوئے

امام اوزاعی ایک ظالم کے دربار میں : امام ممدوح جس وقت گورنمنٹ ہاؤس کے دروازے پر پہنچے تو گھوڑے سے اتار لئے گئے اور دو آدمیوں نے ان کے بازو کو پکڑ کر تخت سے اتنا قریب لا کر کھڑا کیا کہ امیر خود ان سے کلام کر سکے۔ امیر نے ان کو دیکھ کر پوچھا یہ کیوں، تمہارا نام عبدالرحمان ہے؟ امام اوزاعی نے فرمایا، جی ہاں! اس کے بعد ظالم امیر نے پوچھا کہ میں نے جو بنی امیہ کا قتل عام کرلیا ہے، اس خونریزی کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ امام اوزاعی نے صاف صاف فرمادیا کہ تمہارے اور بنی امیہ کے درمیان چونکہ عہد تھا اس لئے تم کو لازم تھا کہ تم اپنے عہد و پیان کی رعایت کر کے عہد شکنی نہ کرتے۔ امیر مارے غصے کے سرخ ہو گیا اور بگڑ کر بولا کہ ہم میں باہم کوئی عہد نہیں تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس وقت امیر کے تیور پھرے دیکھ کر میرے قلب پر بے کسی کی سی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ مگر فوراً مجھے خیال آیا کہ اے عبدالرحمان! ایک دن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور میں حاضر ہونا ہے اس خیال کے آتے ہی دل کا اضطراب جاتا رہا اور میں نے صاف صاف امیر سے کہہ دیا کہ بے شک بنو امیہ کا خون تم پر حرام تھا۔ اس حقانی فتوے کو سن کر امیر طیش کے مارے تھرا گیا اور جوش خون سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گلے کی رگیں ابھر آئیں۔ اسی غضب کی حالت میں کہنے لگا کہ یہ تم نے کس طرح کہا؟ امام اوزاعی نے فرمایا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں جب تک کہ ان تین حالتوں میں سے ایک حالت پیش نہ آئے، یا تو اس حال میں زنا کرے کہ اس کی شادی ہو چکی ہو، یا کسی کو قتل کیا ہو، یا

پر جلال لہجہ میں فرمایا اَجبّار" فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَ خوّار" فِی الْاِسْلَام انّہٗ قَدْ اِنْقطَعَ الْوَحْیُ وتمّ الدِّیْنُ اَیُنْقَصُ وَ اَنَا حَیٌّ" (مشکوۃ ص ۵۵۶) یعنی اے عمر! زمانہ جاہلیت میں تو تم بہت بہادر تھے کیا اسلام میں پلپلے اور بزدل ہو گئے؟ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور دین مکمل ہو چکا کیا میرے زندہ رہتے ہوئے اس دین میں کوئی کمی کی جا سکتی ہے؟

سبحان اللہ! یہ ہے حدود اللہ کی حفاظت کا جذبہ! کہ آپ اس وقت تک زکوۃ کے منکروں سے جہاد فرماتے رہے یہاں تک کہ منکرین زکوۃ تائب ہو گئے اور شریعت کا بول بالا ہو گیا۔

برادران ملت! احکام الٰہی کی حفاظت کا جذبہ دور صحابہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر دور اور ہر زمانے میں اہل حق کا یہی نشان رہا کہ وہ کٹھن سے کٹھن گھڑی میں بھی احکام خداوندی کی حفاظت کا فرض ادا کرتے رہے ایک واقعہ سن لیجئے۔

خلافت عباسیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان بنوامیہ کے نیست و نابود کرنے اور ملک سے ان کا اثر مٹانے کی کوششیں بڑی بے دردی اور سفاکی سے عمل میں آ رہی تھیں۔ خلیفہ سفاح کا چچا شام کا حاکم مقرر ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس ظالم نے چن چن کر بنوامیہ کا قتل عام کرایا۔ اس کے بعد ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا۔ جنگی سپاہیوں کی قطاریں مہیب ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دربار کے اندر قائم تھیں اور ان جنگی سپاہیوں کی صفوں کے بیچ میں تخت پر یہ حاکم بیٹھا ہوا تھا اس نے شام کے مذہبی رہنما امام اوزاعی کو دربار میں طلب کیا۔

مولانا شمس الدین رومی اور بادشاہ : مولانا شمس الدین رومی کی عدالت میں ایک معاملہ میں سلطان بایزید نے شہادت دی تو آپ نے سلطان کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا۔ جب سلطان نے اس کی وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب دیا کہ چونکہ سلطان نماز با جماعت کا پابند نہیں اس لئے سلطان کی شہادت شرعاً مردود ہے۔ حاضرین عدالت مولانا کا جواب سن کر تھرا گئے۔ مگر مولانا شمس الدین رومی استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے حکم شریعت سے بال بھر نہیں ہٹے اور غضب سلطانی کی ذرہ برابر پروا نہیں کی۔ (شقائق نعمانیہ) ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

پڑھیئے درود شریف اللھم صل علیہ سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و بارك وسلم.

بزرگان ملت! ان نو صفات کا بیان فرمانے کے بعد خداوند قدوس نے ان مومنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "وبشرا الْمُؤمنِيْن یعنی اے میرے پیارے حبیب! ان ایمان والوں کو جو نو ایمانی صفتوں پر عمل پیرا ہیں۔ آپ میری طرف سے خوشخبری سنا دیجئے۔ سبحان اللہ! مومنین کے نام رب العالمین کی بشارت کا پیغام آرہا ہے۔ یہ بشارت کیسی ہے؟ قرآن مجید کی دوسری آیت میں اس کی توضیح اس طرح فرمائی کہ لَھُمُ الْبُشْرٰی فی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیا و فی الْاٰخِرۃِ۔ یعنی ان لوگوں کے لئے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ فی الدُّنْیا بالکرامۃ وفی الْاٰخِرۃِ بالْجنۃ یعنی دنیا میں اس بات کی بشارت ہے کہ پروردگار عالم ان مومنوں

مرتد ہو جائے، امیر کہنے لگا کہ ہماری حکومت دینی حکومت نہیں؟ امام اوزاعی نے گرج کر جواب دیا تمہاری حکومت دینی کیونکر ہو سکتی ہے؟ امیر نے کہا کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت نہیں فرمائی تھی؟ امام نے فرمایا ہرگز نہیں! اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت ہوتی تو آپ جنگ صفین میں کس طرح حکم بنانے کو تسلیم کرتے؟ امیر کے پاس چونکہ اس کا کوئی جواب نہیں تھا اس لئے وہ خاموش تو ہو گیا مگر شدت غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور حکم دے دیا کہ امام کو دربار سے نکال دو۔ چنانچہ امام صاحب دربار سے باہر کر دیئے گئے۔ دربار سے کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک سوار ان کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا۔ سوار کو دیکھ کر امام اوزاعی کو یقین ہو گیا کہ میرے قتل کے لئے آ رہا ہے۔ امام نے وقت اخیر سمجھ کر نماز شروع کر دی۔ جب سلام پھیرا تو سوار نے سلام کیا اور اشرفیوں کی ایک تھیلی پیش کی۔ امام نے ان اشرفیوں کو لے کر گھر پہنچنے سے پہلے اسے مسکینوں میں تقسیم کر دیا اور خالی ہاتھ گھر پہنچے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

برادران ملت! ایک ظالم کے دربار میں سر ہتھیلی پر رکھ کر "حدود اللہ" کی حفاظت کے لئے امام اوزاعی نے کلمہ حق کہہ دیا اور اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ یہ ہے والحفظون لحدود اللہ کی عملی تفسیر۔

حضرات! علمائے حق کے لئے ظالم بادشاہوں کے دربار میں جان پر کھیل کر حق مسئلہ بیان کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

دشت تو دشت تھے، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہاتھ سے درِ خیبر کو اکھاڑ پھینکا، حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے زہر قاتل ہتھیلی پر رکھ کر چاٹ گئے اور ذرہ برابر اثر نہیں ہوا اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے کفار مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

برادرانِ ملت! کون کون سی کرامتیں آپ کو سناؤں۔ جنگلی شیر ایک خطرناک درندہ و خونریز جانور ہے مگر ان مومنین کی کرامت ہے کہ وہ خادم اور فرمانبردار بن جاتا ہے۔

حضرت سفینہ اور شیر : روایت ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں لشکر اسلام سے بھٹک گئے۔ لشکر کی تلاش میں دوڑے جارہے تھے کہ ناگہاں ایک شیر کا سامنا ہو گیا۔ آپ نے ڈانٹ کر فرمایا۔ یا ابا الحارثُ! اَنَا مَولٰی رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کَانَ منْ اَمْرِیْ کَیْت وَ کَیْت یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور میرا ایسا ایسا معاملہ ہے کہ ابن المنکدر کا بیان ہے کہ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہ' بصَبْصَۃ'' حَتّٰی قَامَ اِلٰی جَنْبہٖ یعنی شیر دم ہلاتے ہوئے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوا یہاں تک کے آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِی اِلٰی جَنْبہٖ حَتّٰی بَلَغَ الْجَیْش (مشکوٰۃ ۵۴۵) پھر اسی طرح ان کے پہلو میں چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ حضرات! اسی واقعے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے

کو دنیا میں صاحب کرامت بنادے گا اور آخرت میں ان لوگوں کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ سبحان اللہ! واہ رے کرم مولیٰ کہ ان ایمان والوں کے لئے دونوں جہاں میں عزت کا سامان ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ اَلْعِزَّةُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہے اور مومنین کے لئے ہے۔

حضرات! کون نہیں جانتا کہ اولیائے کرام سے کیسی کیسی کرامتیں صادر ہوئیں یہ اولیائے کرام کون ہیں؟ یہ وہی مومنین ہیں جو اس آیت میں ذکر کی ہوئی نو صفات پر مکمل طور پر عامل ہیں۔ ان مومنین سے ایسی ایسی کرامات صادر ہوئیں کہ کفار و مشرکین ان کی ہیبت سے دہل گئے۔ بلکہ ان کرامتوں کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

دریا میں گھوڑے : تاریخ اسلام گواہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فارس میں ایک موقع پر جب کہ کفار کی فوجوں نے بھاگتے ہوئے دریا کا پل توڑ دیا تھا۔ آپ نے یہ کہہ کہ دریا میں گھوڑا ڈال دیا کہ اے دریا! تو بھی خدا کے حکم سے جاری ہے اور میں بھی خدا کے حکم سے جہاد کر رہا ہوں، تو مجھے راستہ دے دے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ساتھ تمام مجاہدین نے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں دوڑا دیئے اور تمام گھوڑے سلامتی کے ساتھ دریا سے پار ہو گئے اور صرف ان کے کھر تر ہوئے۔ اسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ ۔

مارے ڈر کے میرا پاؤں چلنے سے بندھ گیا۔

تبسم کناں دست بر لب گرفت　　　که سعدی مدار ایں چہ دیدی شگفت

ان بزرگ نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اپنے ہونٹ پر رکھ لیا اور فرمایا کہ اے سعدی! تم نے جو کچھ دیکھا اس پر کوئی تعجب مت کرو۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　　کہ گردن نہ پیچد حکم تو پیچ

اے سعدی! تم بھی خدا کے حکم سے گردن مت پھیرو، تو تم کو یہ کرامت نصیب ہو گی کہ کوئی چیز تمہارے حکم سے گردن نہ پھیرے گی۔

محال است چوں دوست دارد ترا　　　کہ در دست دشمن گزارد ترا

یعنی اے سعدی جب خداوند تعالیٰ تجھ کو اپنا دوست بنائے گا تو یہ محال ہے کہ وہ تجھ کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے اور تیری مدد نہ فرمائے کیونکہ خداوند قدوس اپنے محبوب بندوں کی ضرور ضرور مدد فرماتا ہے اور بڑے سے بڑے دشمنوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کو مظفر و منصور فرماتا ہے۔

برادران ملت! مومن کی شان اور ایمان والوں کی آن بان کا کیا کہنا! کسی نے خوب کہا ہے ۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن، نئی شان
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان
قہاری، جباری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں، تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

علامہ بوصیری نے قصیدہ بردہ میں فرمایا۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ

وَاِنْ تَلْقَهُ الْاَسَدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

یعنی جس شخص کو رسول اللہ کی امداد و نصرت کی کرامت نصیب ہو گئی۔ اگر جنگل کا شیر بھی ان کے سامنے آجائے تو وہ شیر بھی خوف سے لرزہ بر اندام ہو جائے گا۔

برادران ملت! حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک بلند مرتبہ صحابی ہیں اگر جنگل کا شیر ان کا فرمانبردار خدمت گزار بن گیا تو یہ ان کے عظیم القدر مراتب کے لحاظ سے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اجی! صحابہ کے غلامان غلام میں ایسے ایسے مومنین کاملین ہوئے جنھوں نے شیر کی سواری فرمائی ہے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی حضرت خواجہ احمد جام وغیرہ اولیائے کرام مستقل طور پر شیر کی سواری فرمایا کرتے تھے حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے بوستاں میں اپنا ایک چشم دید واقعہ تحریر فرمایا ہے۔

شیر سوار

یکے دیدم از عرصہ رودبار   کہ پیش آمدم بر پلنگے سوار

یعنی میں نے رودبار کے میدان میں دیکھا کہ ایک بزرگ شیر پر سوار ہو کر میرے سامنے آگئے۔

چناں ہول زاں حال بر من نشست   کہ ترسید نم پائے رفتن ببست

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اس منظر کو دیکھ کر مجھ پر ایسا خوف بیٹھ گیا کہ

پیغام عرض کروں گا اور امیر المومنین اپنی نوازشوں سے مجھے مالامال فرمادیں گے یہ سوال ہوگا تو میں یہ جواب دوں گا۔ فلاں فلاں باتیں اس طرح گوش گذار کروں گا اور اپنی سلطنت کی شان و شوکت ایسے ایسے انداز سے سناؤں گا کہ اہل دربار سلطنت روم کی ہیبت سے مرعوب ہو جائیں گے غرض سینکڑوں خیالات اور منصوبے اپنے دماغ میں لے کر یہ سفیر مدینہ منورہ پہنچا۔ مگر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مدینے پہنچ کر یہ دیکھا کہ یہاں نہ کوئی شہر پناہ ہے نہ کوئی قلعہ نہ کوئی شاہی محل ہے نہ کوئی گورنمنٹ ہاؤس۔ مدینہ منورہ کچے مکانات کی ایک گنجان بستی ہے۔ پورے شہر کی سب سے بڑی عمارت مسجد نبوی ہے مگر اس کی شان و شوکت کا یہ حال ہے کہ کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی لکڑیوں کے ستون اور کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت، کچا فرش۔ سفیر روم حیران رہ گیا کہ یا اللہ! وہ امیر المومنین جس کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ہل رہے ہیں۔ اس کی سادگی کا یہ عالم؟ سارے شہر کا چکر کاٹ کر سفیر روم مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شہر والو! مجھے یہ بتاؤ کہ امیر المومنین کا شاہی محل کہاں ہے؟ تاکہ میں یہ گھوڑے، یہ خچر، یہ سازو سامان تو وہاں پہنچا دوں حاضرین نے جواب دیا کہ ہمارے امیر المومنین کا کوئی شاہی محل نہیں ہے نہ ان کا کوئی قلعہ۔ نہ کوئی خاص گورنمنٹ ہاؤس، وہ ایک کچے جھونپڑے کے مکان میں رہتے ہیں اور اسی مسجد میں وہ مقدمات کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ بس ان کی ذات ہی ان کا شاہی محل، گورنمنٹ ہاؤس اور قلعہ سب کچھ ہے۔ سفیر روم اور زیادہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! امیر المومنین سے میری ملاقات تو کراؤ۔ اتنے میں ایک دیہاتی عورت نے آتے ہوئے بتایا کہ میں نے ابھی ابھی امیر المومنین کو

برادران اسلام! خلاصہ کلام یہ ہے کہ کامل الایمان مسلمان کو خداوند کریم صاحب کرامت بنادیتا ہے۔ کائنات عالم اس کے چشم وابرو کے اشارے پر کام کرتی ہے اور درندے، چرندے، پرندے جن وانس سب باذن اللہ اس کے مسخر و فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور سب کے قلوب پر اس کی شوکت و سطوت کا ایک ایسا سکہ بیٹھ جاتا ہے کہ سب اس کے خوف سے لرزاں وترساں نظر آتے ہیں، مختصر لفظوں میں یہ سمجھ لو کہ مومن کامل صرف خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی ساری خدائی مومن کامل سے ڈرتی ہے۔ حضرت رومی نے مثنوی شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حکایت تحریر فرمائی ہے جو بہت ہی عبرت خیز وایمان افروز ہے۔

سفیر روم حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بادشاہ روم قیصر کا سفیر بڑے سازوسامان کے ساتھ آیا۔ وہ اپنے ذہن میں امیر المومنین سے ملاقات کا ایک بڑا لمبا چوڑا پلان بنا کر چلا تھا کہ میں مدینے کے شاہی محل اور گورنمنٹ ہاؤس میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ داخل ہوں گا۔ امیر المومنین تاج پہن کر تخت شاہی پر براجمان ہوں گے۔ امراء و عمائدین سلطنت اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نقیب و دربان اپنی زرق برق وردیوں میں قرینے سے کھڑے ہوں گے۔ بھرے دربار میں ادب سے داخل ہو کر میں تخت شاہی کو بوسہ دے کر سلام عرض کروں گا۔ پھر امیر المومنین مجھ کو ایک خاص گدی پر بیٹھنے کی اجازت دیں گے اور میں بادشاہ روم کے تحائف ایک ایک کر کے تخت شاہی کے نیچے ترتیب کے ساتھ رکھ دوں گا۔ پھر شاہ روم کا

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر جلال پر جورعت وہیبت نمودار ہے اس گدڑی پہننے والے مرد کی ہیبت نہیں ہے بلکہ یہ ہیبت حق کی تجلی کی ہے جو ان کے چہرے پر عیاں ہے۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد صاف صاف اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن و انس وہر کہ دید

یعنی جس شخص نے خدا سے ڈر کر تقوی کی زندگی اختیار کی تو جن و انسان ہی نہیں بلکہ کائنات عالم میں جو چیز بھی اس کو دیکھ لے گی اس کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو کر ڈر جائے گی۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرا ساری خدائی اس سے ڈرنے لگتی ہے۔

برادران ملت! یہی مطلب ہے وبشر المؤمنین کا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ مومنین کو کرامت کی بشارت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔ بزرگو! اور بھائیو! جنت کا ذکر آگیا ہے تو کچھ اس کا بیان بھی سن لیجئے!

جنت کیا ہے مسلمان بھائیو! سبحان اللہ! ۔ اللہ اکبر! جنت کا کیا کہنا۔ جنت رب العالمین کا وہ عظیم الشان انعام ہے کہ جس کی نعمتوں کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ **لَاعَیْنٌ" رَاءَ ت وَلَا اُذُنٌ"**

فلاں باغ میں ایک درخت کے نیچے سوتے ہوئے دیکھا ہے۔ سفیر روم جب باغ میں پہنچا تو دیکھا کہ واقعی امیر المومنین زمین پر بلا کسی بچھونے کے ایک درخت کے سائے میں دوپہر کا قیلولہ فرما رہے ہیں ۔

آمد او آنجا از دور ایستاد
مر عمر رادید، در لرزہ فتاد

سفیر باغ میں داخل ہوا۔ مگر جونہی اس کی نظر امیر المومنین کے چہرے پر پڑی، ایک دم لرزہ بر اندام ہو کر دہشت سے کانپنے لگا۔

گفت با خود، من شہاں را دیدہ ام
پیش سلطاناں مہ ور زیدہ ام

سفیر اپنے دل میں سوچنے لگا کہ ہاں! میں نے تو بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے اور بڑے بڑے سلاطین کے دربار میں باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر!

از شہانم ہیبت و ترسے نہ بود
ہیبت ایں مرد ہوشم را ربود

میں کبھی بھی کسی بادشاہ کی ہیبت سے آج تک خائف نہیں ہوا آج کیا بات ہے کہ اس مرد کی ہیبت سے میرے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہے۔

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں
من بہفت اندام لرزاں چیست ایں

یہ آدمی بغیر کسی ہتھیار کے زمین پر پڑا سو رہا ہے اور میری ساتوں انگ اس کے ڈر سے کانپ رہی ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ بڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر آخر خود ہی فیصلہ کرتا ہے کہ۔

جنت کا شوق : اللہ، اللہ! صحابہ کرام جن کے سینوں کے صندوق اور دلوں کی تجوریاں، دولت ایمان سے مالا مال تھیں، ان کے ذوق جنت کا یہ عالم تھا کہ ایک بہادر صحابی جنگ احد میں جب کہ لڑائی پورے شباب پر تھی، بے پروائی کے ساتھ کھجوریں کھا رہے تھے۔ ایک دم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ! اگر میں اس جنگ میں شہید ہو گیا تو میں کہاں ہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ "جنت میں" اس بشارت سے بے خود ہو کر وہ اس طرح کفار پر ٹوٹ پڑے کہ لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کر لیا۔ (بخاری ص ۵۷۹)

بہر کیف! برادران ملت! قرآن مجید نے ان مومنین کے لئے جو نو صفات ایمان کے جامع اور عامل ہیں دنیا و آخرت کی بشارت کا مژدہ جاں فزا سنایا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم سب ان نو صفتوں پر عمل پیرا ہو کر کامل الایمان مسلمان بنیں اور خداوند قدوس جل جلالہ کی بشارت دارین کے حقدار ٹھہریں۔

میرے بزرگو اور بھائیو! خدا کے لئے اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرو، کب تک اس دنیائے فانی کی محبت میں گرفتار رہو گے؟ بہت سو چکے، اب جاگو! آنکھیں کھولو! اور ہوشیار ہو جاؤ! ذرا سوچو! یہ دنیا اور دنیا کی زندگی کیا ہے؟ یاد رکھو!

اِنَّما الدُّنْیَا فَنَاءٌ لَیْسَ لِلدُّنْیا ثُبُوْتٌ
اِنَّمَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا کَنَسْجِ الْعَنْکَبُوْت

مکڑی کا گھر : دنیا کے لئے فنا ہی فنا ہے۔ دنیا کے لئے ثبوت و بقا نہیں ہے۔ دنیا اور دنیا کے تمام ساز و سامان مکڑی کے جالے کی طرح ہیں جس طرح مکڑی جالے کا گھر بنا کر بڑے اطمینان سے بیٹھ رہتی ہے۔ اور یہ گمان کرتی ہے کہ میرا گھر بہت ہی مضبوط ہے۔ مگر قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ وان اوھن البیوت لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْت یعنی مکڑی کا گھر نہایت ہی کمزور گھر ہے کہ ہوا کا ایک جھونکا اس گھر کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ یہی مثال دنیاوی زندگی کی ہے کہ ایک سانس پر اس کا دارومدار ہے دنیا کی بے ثباتی کی کسی نے کیا اچھی تمثیل پیش کی ہے۔

اِنَّمَا الدُّنْیَا کَظِلٍّ زَائِلٍ

سمعتْ ولا خطر علی قلبِ بشرٍ۔ یعنی ان نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا۔ (مشکوۃ ص ۴۹۳)

قرآن کریم میں بھی رب العزت جل جلالہ نے جنت کی نعمتوں کا جا بجا طرح طرح سے بیان فرمایا اور بڑے بڑے دلکش انداز میں اہل جنت کی زندگی کی منظر کشی فرمائی۔ لیکن پھر بھی ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ فلاَ تعلَمُ نفس'' مااُخفی لھُمْ مَنْ قُرّۃِ اعْیُن یعنی یعنی اہل جنت کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

مسلمانو! یوں تو جنت میں بے شمار نعمتیں ہیں مگر سب سے بڑھ کر سب سے افضل و اعلیٰ نعمت یہ ہے کہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا یہ وہ نعمت ہے کہ دنیا و آخرت اور پوری جنت کی نعمتیں اس پر قربان ہیں۔ کسی عارف باللہ نے کیا خوب کہا ہے۔

جنت میں بھیج یا مجھے دوزخ میں ڈال دے
جلوہ دکھا کے پر مری حسرت نکال دے

حضرات! آج ہم مسلمانوں کو جنت کی طلب اور اس کا ذوق نہیں رہا کیونکہ ہمارا ایمان مضمحل اور جذبہ اسلام تقریباً فنا ہو چکا ہے اور ہم دنیا کی چند روزہ اور فانی نعمتوں پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہیں کہ گویا یہی دنیاوی نعمتیں ہماری جنت ہیں۔ استغفر اللہ! کہاں دنیاوی نعمت؟ اور کہاں نعمت جنت؟

چہ نسبت خاک را با عالم پاک!

میں سے ایک دانہ بھی نہیں کھا سکتے۔ اب تم اس پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔ اب تم اپنی دولت میں سے ایک پیسہ بھی نہیں خرچ کر سکتے۔ اچانک جان کنی شروع ہو جائے گی۔ پھر دفعتہً زبان بند ہو جائے گی اور روح پرواز کر جائے گی اور ہم تم کچھ نہ کر سکیں گے۔

اس لئے عزیزو اور دوستو! اس وقت کے آنے سے پہلے جو کچھ آخرت کے لئے کرنا ہے کر لو ورنہ افسوس و حسرت اور شرمندگی و ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہو گا! ۔

مانو نہ مانو، آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

واخر دعوانا لنا ان الحمد لله رب العالمین و صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد واله و صحبه اجمعین. امین

سلام

السلام! اے تاج والے! دو جہاں کے راج والے!
عاصیوں کی لاج والے! اے مرے معراج والے!

یا نبی ! سلام علیک، یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک

تم شفیع المذنبیں ہو سرور دنیا و دیں ہو
صادق الوعد و امیں ہو رحمتہ للعالمین ہو

یا نبی! سلام علیک، یا رسول ! سلام علیک
یا حبیب اسلام علیک، صلوات اللہ علیک

تم ہو شان کبریائی ختم تم پر مصطفائی
یا رسول اللہ! دہائی کیجئے مشکل کشائی

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک

او کضیفٍ بات لیلا فارتحلْ

دنیا کا وجود ڈھل جانے والے سائے کے مثل ہے یا اس کی مثال اس مہمان کی ہے جو رات بھر رہ کر چل دیا۔ خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی کا یہ نقشہ پیش فرمایا کہ دنیا کی مثال ایک سایہ دار درخت کی ہے کہ مسافر تھوڑی دیر اس کے نیچے آرام کر کے درخت کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔ آہ۔ آہ!

دوستو اور بزرگو! کتنی بڑی نادانی ہے کہ ہم دنیائے فانی پر فدا ہو کر عالم بقا سے غافل ہو گئے یاد رکھو! موت برحق ہے رب العزت جل جلالہ کا ارشاد ہے کل نفس ذائقۃ الموت ہر جاندار موت کا مزا چکھنے والا ہے جس نے بھی زندگی کا ٹھنڈا ٹھنڈا، میٹھا میٹھا شربت پیا ہے اس کو ایک نہ ایک دن موت کا کڑوا کڑوا گھونٹ بھی پینا ہے سچ ہے! ؎

لنا ملکٌ یُنادیْ کُلَّ یوم
لدُوْ للْموْت وابْنوُا للْخراب

یعنی روزانہ ایک فرشتہ ہم کو پکار پکار کر یہ صدا سناتا ہے کہ دنیا والو! سن لو! ہر چیز مرنے ہی کے لیے پیدا ہوتا ہے اور ہر مکان گرنے ہی کے لئے بنتا ہے۔

مسلمانو! زندگی بڑی ناپائیدار چیز ہے ؎

کیا بھروسہ زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

اس لئے میرے بھائیو! دنیا کی محبت چھوڑو اور آخرت کی زندگانی کا کچھ سامان کر لو اور اپنی زندگی کو شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھال کر کامل الایمان مسلمان بن کر جیو اور صاحب ایمان رہ کر مرو۔ ”ایمان و عمل صالح“ یہی حاصل زندگی ہے۔

یاد کرو! ایک دن آنے والا ہے خدا کی قسم ضرور آنے والا ہے کہ ہم تم موت کے بستر پر پڑے ہوں گے۔ تجوری دولت سے بھری ہو گی۔ گھر میں پچاسوں من اناج پڑے ہوں گے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کے مٹکے رکھے ہوں گے۔ اچانک ملک الموت آ جائیں گے اور فرمائیں گے کہ خبردار! اب تم ان اناجوں

یا الٰہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفٰی کا ساتھ ہو

یا الٰہی! گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جاں فزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
ساقی کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! حشر کی گرمی سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم، کہنے والے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفٰی کا ساتھ ہو

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم. و تب علينا انك انت التواب الرحيم. وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله و اصحابه اجمعين. امين.

یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک

دکھ بھرے نالوں کا صدقہ ناز کے پالوں کا صدقہ
کربلا والوں کا صدقہ بھیک دو لعلوں کا صدقہ

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک

رنج کے ماروں کی، سن لو معصیت کاروں کی، سن لو
اپنے لاچاروں کی، سن لو ہم گنہ گاروں کی، سن لو

یا نبی! سلام علیک، یا رسول! سلام علیک
یا حبیب! سلام علیک، صلوات اللہ علیک

دعاء

یا اللہ! یا رحمٰن، یا رحیم! صدقہ تیرے حبیب کے دامن رحمت کا۔ خداوندا! وسیلہ اولیائے امت کا، طفیل شہدائے ملت کا۔ الٰہی! اگر میرے وعظ میں کوئی خطا، کوئی غلطی، کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اپنے کرم سے میری خطاؤں، لغزشوں اور غلطیوں کو معاف فرما دے اور اس وعظ کو قبول مقبول فرما کہ تمام حاضرین کے لئے ذریعہ نجات وباعث ہدایت بنا دے۔

الٰہی ہم سب کو اسلامی زندگی، ایمانی موت، خاتمہ بالخیر نصیب فرما دے۔ اور میدان حشر میں اپنے حبیب کی شفاعت سے سرفراز فرما۔

یا ارحم الراحمین! سب کی نیک مرادوں کو پوری فرما دے۔ بیماروں کو شفا قرض داروں کو قرض سے نجات دے اور بے اولادوں کو نیک وصالح اولاد عطا فرما اور تمام مومنین ومومنات کو برکات دین سے سرفراز اور دولت کونین سے مالا مال فرما دے۔

امین یا رب العالمین